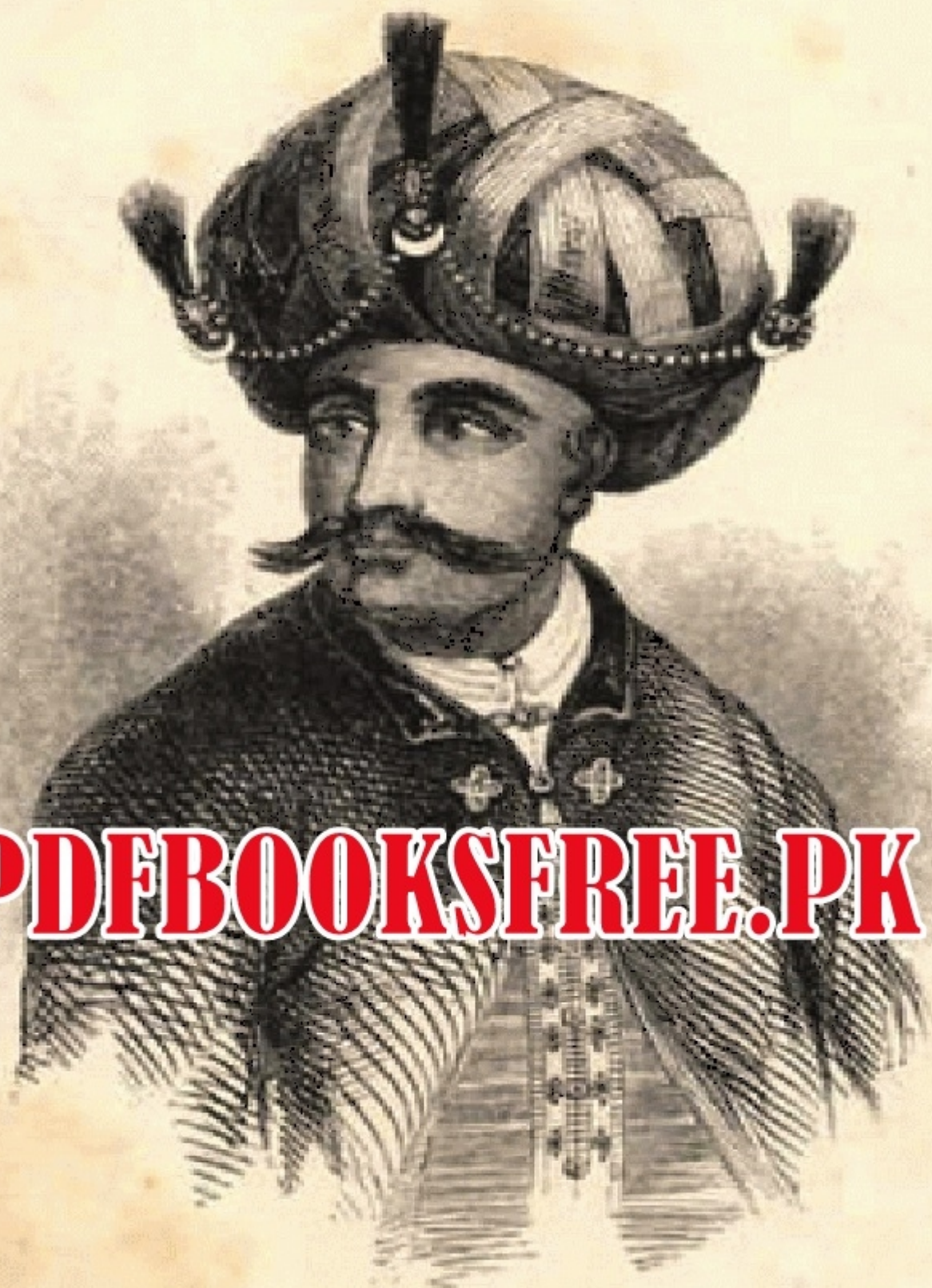
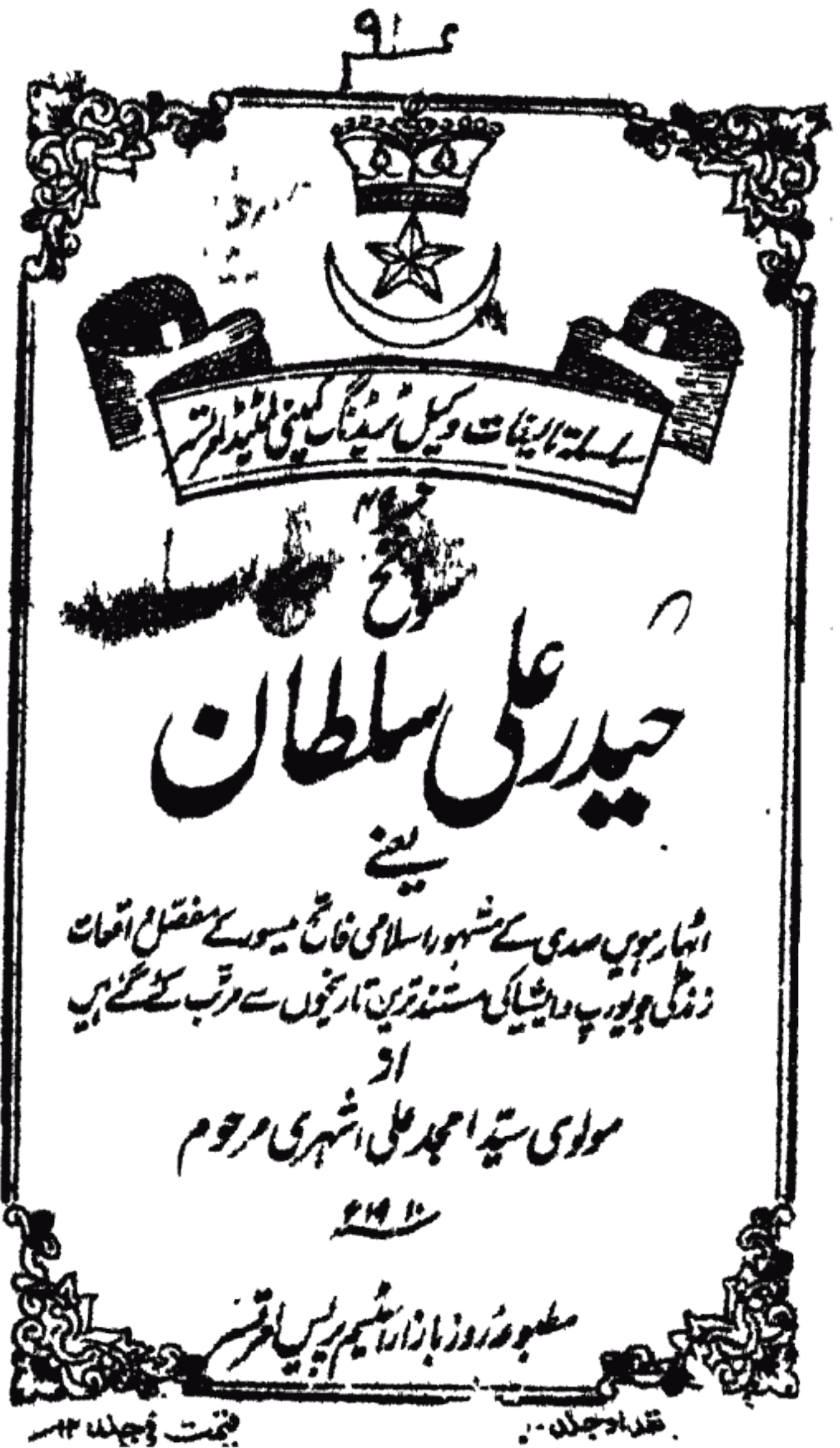


حیدر علی سلطان



PDFBOOKSFREE.PK

مولوی سید امجد علی اشہری



فہرست مضامین سوانح عمری نواب حیدر علی خان

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ	۱
۲	حیدر علی خان	۳
۳	ٹیپو سلطان	۸
۴	اس کتاب کا مآخذ	۲۲
۵	معذرت	۲۶
۶	شجرہ ماں کے نسب	۲۸
۷	نواب حیدر علی خان بہادر اڈیپو سلطان کا شجرہ - حسب تحقیق لیون - بی	۲۹
۸	بورنگ صاحب چیف کٹر میور	۳۰
۹	میور کے راجاؤں کا شجرہ	۳۱
۱۰	تعلق شجرہ میور	۳۱
۱۱	نظام حیدر آباد کا شجرہ - حسب تحقیق لیون - بی بورنگ چیف کٹر میور	۳۲
۱۲	ارکٹ کے نوابوں کا شجرہ - حسب تحقیق لیون - بی بورنگ چیف کٹر میور	۳۳
۱۳	پونا کے پیشوا کے خاندان کا شجرہ - حسب تحقیق لیون - بی بورنگ چیف کٹر میور	۳۴
۱۴	نواب حیدر علی خان کے آباء و اجداد کے عروج کے حالات کا ترجمہ	۳۶
۱۵	واقعات حسب تحریر نشان حیدر علی خان	۳۷
۱۶	۳۳ ہجری تک	۳۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۷	شیخ ولی محمد	۱۴
۴۶	نواب حیدر علی خان بہادر کا نسب نامہ حسب تحقیق حملات حیدری	۱۵
۵۰	ولادت حیدر علی خان واقعات مابعد	۱۶
۵۶	حیدر علی خان کی ترقی اقبال کا آغاز واقعات ۱۱۶۵ ھ ہجری	۱۷
۵۸	نواب محمد علی خان کی کمک کوئٹہ راج وزیر مسعود کا ترچہ اپنی کوہاٹالہ	۱۸
۶۰	حیدر علی خان کا جوہر مردانگی دکھانا۔ واقعہ ۱۱۶۶ ھ ہجری	۱۹
۶۲	سوا و بنگلور میں گوپال راؤ کا حیدر علی خان کی شکست پانا۔ واقعات ۱۱۶۸ ھ	۲۰
۶۴	نندراج وزیر مسعود کی موقوفی اور کھنڈے راؤ برہمن کی ماموری حیدر علی خان	۲۱
۶۶	کی معرفت۔ واقعات ۱۱۶۹ ھ ہجری	۲۲
۶۸	سرکار حیدر علی خان بن قلعہ آئی کل اور بارہ محل کا داخل ہونا واقعہ ۱۱۶۹ ھ	۲۳
۶۹	کھنڈے راؤ برہمن وزیر حیدر مسعود کی شکست اور حیدر علی خان کی مرہار کا گڈنگ	۲۴
۷۰	مع واقعات متعلقہ ۱۱۷۰ ھ ہجری	۲۵
۷۱	بندوبست قلعہ دار الزیاست و علیحدگی راجہ مسعود و حکمرانی نواب حیدر علی خان	۲۶
۷۲	واقعہ ۱۱۷۱ ھ ہجری	۲۷
۷۳	حیدر علی کا عروج اقبال حسب تاریخ حملات حیدری	۲۸
۷۴	پانڈہ ہجری کے واقعات	۲۹
۷۵	نواب حیدر علی خان کی حکمرانی مسعود پر حملات حیدری کا اقتباس مع	۳۰
۷۶	فتوح دیگر واقعہ ۱۱۷۲ ھ ہجری	۳۱

صفحہ	مضمون	نمبر
۹۰	جید علی خان کی فوجی تعلیم	۲۷
۹۲	نظم لافیر و مصنف جارجنامہ	۲۸
۹۳	اقوال دیگر	۲۹
۹۶	تسخیر صوبہ سر	۳۰
۹۹	تسخیر بلالپور خور و کوہ سسرا و نوکندہ وغیرہ سالہ ہجری ..	۳۱
۱۰۰	مرہٹوں کا دوسرا حملہ	۳۲
۱۰۳	فتح بڈنہ کے دلچسپ واقعات سالہ ہجری	۳۳
۱۰۸	اشعار جارجنامہ	۳۴
۱۱۴	تحقیق مزید از تاریخ بوزنگ صاحب	۳۵
۱۱۶	پرتگیزوں سے معاملہ	۳۶
۱۱۸	قوم مالہ کا مطیع ہونا اور قوم نائیر پر فتح پانا	۳۷
۱۲۲	کلیکٹ کی تسخیر سالہ ہجری	۳۸
۱۲۴	بڈنہ پر مرہٹوں کی لشکر کشی	۳۹
۱۲۳	ماہ جپیل درگ پر فوج کشی	۴۰
۱۳۲	واقعات سالہ ہجری	۴۱
۱۳۶	تسخیر قلعہ بھواری درگ	۴۲
۱۳۷	مادہ ہونا و پیشوا کی لشکر کشی اور نواب کی فتحندی	۴۳
۱۴۵	رگھوناتھ راؤ کا پیشوا بکر دست دساری کرنا و کام جانا واقعہ سالہ ..	۴۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۴۸	قلعہ حویلی و صاڑو وار کی تسخیر	۴۵
۱۵۰	مزید توجہ جانب فوج	۴۶
۱۵۱	مادھوراؤ مٹیوا کا مکہ حسلہ آورد ہونا	۴۷
۱۵۷	واقعات تسخیر گڑگ اور کلیکوٹ واقع ۱۱۸۰ء ہجری	۴۸
۱۶۰	لشکر کشی کرنا ترسیک ماؤنا کا واقع ۱۱۸۲ء ہجری	۴۹
۱۸۰	نظام حیدر آباد اور انگریزوں کی موافقت اور نواب حیدر علی خان	۵۰
..	اور انگریزوں کی جنگ
۲۰۱	کڑاپہ - کرنول - بلاری پر لشکر کشی وقایع ۱۱۸۵ء ہجری	۵۱
۲۰۶	شہزادہ ٹیپو سلطان کی شادی مع شادی کا دیگر واقع ۱۱۸۵ء	۵۲
۲۰۸	لشکر کشی کرنا تانتیا مرہٹہ ناظم مرچ کا باتفاق دیگر اور تسخیر کرنا نواب	۵۳
..	حیدر علی خان کا ملک بلاری کو
۲۱۳	تسخیر قلعہ گنتی اور گرفتاری مراد دراو - واقع ۱۱۸۷ء	۵۴
۲۱۸	تسخیر قلعہ پٹیل ورگ اور گرفتاری راجہ وقایع ۱۱۸۸ء ہجری	۵۵
..	۱۱۹۱ء ہجری
۲۲۲	تسخیر بلاد کڑپہ و گنجی کوٹہ وغیرہ واقع ۱۱۹۱ء ہجری	۵۶
۲۲۸	مچھوٹے شہزادہ کریم کی شادی مع شادی دختر ۱۱۹۲ء	۵۷
۲۲۹	نظام حیدر آباد اور مٹیوا کے پونا کا نواب حیدر علی خان	۵۸
..	کو انگریزوں کے خلاف ابھارنا - وقایع ۱۱۹۳ء ہجری

صفحہ	مضمون	نمبر
۲۳۳	نتیجہ روانگی کریم صاحب و شیو سلطان	۵۹
۲۳۴	نظام اور پیشوا کی خاموشی	۶۰
۲۳۵	جنرل منرو اور کرنل بیلی سے جنگ کے بعد قلعہ آرکاٹ	۶۱
..	کی تسخیر۔ وقایع ۱۱۹۲ھ ہجری
۲۴۱	بعد فتح آرکاٹ تبرکات درگاہ و شیوستان کا پیش ہونا۔	۶۲
۲۴۲	نصیر الدولہ عبدالوہاب خان بن نواب الوزالہ بن خان براہ و خورد	۶۳
..	نواب والا جاہ محمد علی خان مظہم آرکاٹ کی گرفتاری	..
..	سعد و دیگر واقعات سال مذکور
۲۵۰	جنرل سمری کوٹ کی شکرکشی اور نواب حیدر علیخان کی معرکہ	۶۴
..	آرائی جنگ محمود بندرین میر علی رضا خان کا مارا جانا وقایع ۱۱۹۵ھ	..
۲۵۸	کرنل گال اور جنرل کوٹ کے ساتھ نواب حیدر علی خان کے	۶۵
..	دوسرے محاربات واقع ۱۱۹۶ھ ہجری
۲۶۵	کرنل پریس صاحب بہادر سے نواب حیدر علی خان کی معرکہ آرائی	۶۶
۲۶۷	جنرل سمری کوٹ کا آنا اور صلح کا قرار پانا	۶۷
۲۷۲	نواب حیدر علیخان کا فرانسیسوں کی اعانت کرنا اور آریل	۶۸
..	ایسٹ انڈیا کمپنی سے بگاڑ ہونا
۲۷۵	شمالی جسمانی و عادات زندگی نواب حیدر علیخان بہادر	۶۹
۲۸۱	نواب حیدر علیخان کی سواری کا شانہ تزک و احتشام	۷۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۸۸	میرزا علی خان خسرویہ نواب حیدر علی خان کا مادھورا و پیشوا	۷۱
..	سے ملجانا اور مادھورا کو کا باتفاق نظام حیدر آباد و صاحبان	..
..	انگریز کے سریرنگ پٹن پر چڑھنا مع موکرہ آرائی نواب موصوف	..
۲۹۹	تفصیل ممالک نواب حیدر علی خان و تقابل افواج انگریزی	۷۲
..	پشتم دیدہ نامہ نگار فرانسیزی
۳۰۵	جنرل اسمتھ سے مقابلہ	۷۳
۳۰۷	کبیر پٹن کا محاصرہ - راستوں کی سد دہی	۷۴
۳۰۹	کبیر پٹن پر حیدر علی خان کا پہنچنا اور قلعہ کا فتح ہونا	۷۵
۳۱۳	شکوہ من کی طرف ایلعار آمد جنرل اسمتھ سے مقابلہ	۷۶
۳۱۸	ٹیپو سلطان کو تخریب قرب و جوار مدراس پر مامور کرنا	۷۷
۳۲۳	نواب حیدر علی خان کی والدہ کا تشریف لانا	۷۸
۳۲۷	قلعہ و انباری سے سے انگریزوں کو نکال دینا مع اقرار نامہ	۷۹
۳۲۹	قلعہ آئندہ پر جنرل اسمتھ اور نواب کی فوجوں سے مقابلہ اور	۸۰
..	راز سازشیں انگریزی کا افشاء
۳۳۰	نظام علی خان کا تعلق انگریزوں کے ساتھ	۸۱
۳۳۱	جنرل اسمتھ کا صلح میں کوشش کرنا اور نا کام رہنا اور کرنل	۸۲
..	اوڈو کا شہر یک کیا جانا
۳۳۲	حیدر علی خان کی آمادگی اور انگریزوں کا غم تسخیر نیگلور	۸۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۳۳	جنرل اسمتھ اور میر محمد علی خان کی معرکہ آمالی	۸۴
۳۳۵	دیونہلی کے باشندوں پر جنرل اسمتھ کی مہربانی سے نواب ..	۸۵
..	حیدر علی خان کا خوش ہونا
۳۳۶	تسخیر منگلور کے بعد حیدر نگر کا غزم	۸۶
۳۳۷	نیپو سلطان کا منگلور پر آپڑنا اور انگریزوں کو نہریت دینا ..	۸۷
۳۳۹	منگلور کے پرتگیزی سوداگروں سے حیدر علی خان کی مزاحمت ..	۸۸
۳۴۰	جنرل اسمتھ کی سرگذشت	۸۹
۳۴۱	مرزا علی خان کا نادم ہو کر پھر آملنا	۹۰
۳۴۳	شرابی کپتان کی حکایت	۹۱
۳۴۵	ولایت سے شروڈ پر سی سابق رکن کونسل عداس کا گورنر ہونا ..	۹۲
..	اور نواب حیدر علی خان کے ساتھ مصالحت کا فرمان لانا
۳۴۷	پہلا عہد نامہ	۹۳
۳۴۸	دوسرا عہد نامہ	۹۴
۳۴۹	مدافعت فوج مرہٹہ جو گوپال ماؤتھرا اور بابو رام پھر ٹوئیس کی ..	۹۵
..	سپہ سالاری میں بھٹی
۳۵۱	فرانسیسوں سے کر دوستی پیدا کرنا	۹۶
۳۵۲	سرحد ملیبار پر پیداؤ۔ رآمی۔ یارست زسودین وغیرہ پر قابض ہونا ..	۹۷
۳۵۳	قلعہ بلہاری، ود گنتی پر قابض ہونا	۹۸

نواب حیدر علی خان - بیسور



تفصیل
۱۹۵۹

۶۲۶۹

جب اورنگزیب عالمگیر کے بعد آپس کے جھگڑوں نے سلطنت کی بنیاد متزلزل کر دی اور اس کے بعد کے بادشاہ قلعہ نشین آرام طلب عیش پرست ہونے لگے تو لازمی طور سے شاہی رعب و اب گھٹ نکلا۔ اور ملک کے چاروں طرف خود مسرانہ حالتیں پیدا ہونا شروع ہوئیں۔ انگریزوں نے مشیر اور نائب بننے بننے بنگال، بہار، اور لیسہ وغیرہ ممالک اپنے قبضے میں کر لئے۔ پھر بجائے خود سلطنت کا ڈول ڈالا اور ہر حصہ ملک میں سازش اور مداخلت کو تیار ہوئے۔ دوسری طرف سے مرہٹوں نے زور کیا اور تمام ملک میں اپنی رستخیز سے تھمک ڈال دیا۔ کہیں اور دھکا صوبہ علیحدہ ہو گیا۔ کہیں ناظم حیدر آباد نظام بن بیٹھے وغیرہ وغیرہ۔ اس حالت کو دیکھ کر ایک بہادر سپاہی کے دل میں بھی اولا العزمی کے ولولے پیدا ہوئے اور اس کے عزم بالجزم نے ان کو پورا کر دکھایا۔ اس بہادر سپاہی نے نہ تو مثل انگریزوں کے پولٹیکل سازش سے کام لیا اور نہ مثل دوسرے صوبوں کے بادشاہ سے منحرف ہو کر بادشاہی ملک پر اپنا قبضہ کر لیا بلکہ محض اپنی بہادری اور استقلال اور اپنی اولا العزمی اور عزم بالجزم سے خود کو ایک سپاہی سے بادشاہی کے درجہ تک پہنچایا اور انگریزوں اور مرہٹوں اور نظام حیدر آباد

اور نواب سارکاٹ وغیرہ کو پے درپے شکستیں دیتا رہا۔ یہ کون حیدر علی نایک
 اُس کے بعد اُس کا فرزند اقبال منڈیپو سلطان بھی ویسا ہی نکلا +
 ہمارے یہ دونوں مورہیر وزیر علی اور ٹیپو سلطان فرانس کے
 نیپولین بونا پارٹ اور ایران کے نادر شاہ کا دل دماغ لیکر آئے تھے چالیس
 برس کے اندر جنوبی ہندوستان میں اُن کے فتوحات حیرت انگیز ہیں۔ اور
 ٹیپو سلطان کا خاتمہ نہایت عبرت خیز۔ حیدر علی نے خود کو سپاہی کے درجے سے
 نایک اور نایک کے درجے سے وزیر اور وزیر کے درجے سے بادشاہ کے درجہ
 تک پہنچا لیا لیکن اُس کے نام کے ساتھ نایک کا لفظ ایسی شہرت عام
 حاصل کر چکا تھا کہ وہ آج تک اُسی نام سے یاد کیا جاتا اور اُسی نام سے
 پہچانا جاتا ہے +

ٹیپو سلطان کے گہوارہ سلطنت میں پرورش پائی اس لئے وہ
 اور اُس کی اولاد سلطان کے لقب سے ملقب ہے +
 ہم قبل اس سے کہ ان دونوں کی تاریخ لکھیں یا اُن کے سوانح زندگی
 بیان کریں۔ اس مقدمہ میں عام ناظرین کو اُن کے بعض حالات زندگی
 سے روشناس کرتے ہیں اور ہمارا یہ بیان زیادہ تر انگریزی تاریخوں اور
 لیوں۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور کی تحقیقات
 مزید سے ماخوذ ہے +

لہ سنکرت میں نایک کے معنی ہیں سپہ سالار۔ اور حیدر علی کو یہ خطاب ہندو
 ریاست میسور سے حاصل ہوا تھا +

بورنگ صاحب کہتے ہیں کہ ان کے جنگی کارناموں کے متعلق فرانسیسوں اور انگریزوں کے بیانات میں باہمی عداوت کی وجہ سے ایسا اختلاف ہے کہ غیر فطری کے ساتھ قطعی رائے قائم کرنا قریب قریب ناممکن ہے اور جب بورنگ صاحب جیسا شخص جس کو خود میسور میں بیٹھ کر ہر طرح کی تحقیقات کا موقع حاصل تھا یہ کہے تو ہم کو دوسرا راستہ اختیار کرنا لازم ہوا۔ اور ہم نے وکن کی تاریخوں کو سامنے رکھ کر واقعات کو ان سے نقل کیا اور جتنے الامکان دونوں کی تطبیق و تفریق میں کوشش کی جن کے مورخوں کو اپنی قومیت یا جنسیت اور زمانہ قریب ہونے کی وجہ سے اطلاع حالات کے مواقع خاص حاصل تھے

حیدر علی مادرزاد سپاہی تھا۔ وہ بڑا شہسوار تھا۔ اور فن شمشیر زنی و تفنگ اندازی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ وہ بچپن سے جھاکشی کا خوگر تھا اسی وجہ سے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کر لیتا تھا اور

جنگ

اس کی طبیعت پر ان تکلیفوں کا کوئی اثر محسوس نہ ہوتا تھا۔ جس وقت فوج کی کان کرتا اپنے ذاتی خطرہ سے بے پرواہ ہو جاتا۔ اس سے دوسروں کی ہمت بڑھ جاتی۔ ہنگامہ جنگ میں ہرگز نہ گھبراتا اور بڑی دانائی سے کام کرتا۔ اُس کو القا ہوتا تھا کہ غنیم کی فوج پر اپنے رسالوں سے کیونکر حملہ آور ہو۔ اور وہ جری سرعت کے ساتھ بڑے بڑے دھاؤں سے کام لیتا تھا جس سے ہمیشہ کامیاب ہوتا تھا۔ وہ اپنے سپاہیوں کی پوری قدر کرتا تھا جس سے وہ بڑی بابر بازی کے ساتھ اُس کی طرف سے جنگ کرتے تھے۔ فرانسیسوں کی شجاعت و فطرت پر پورا بھروسہ رکھتا تھا

ظالم اور رشوت خوار عالموں کو تازیانہ سے پٹواتا تھا جو اُس کا ایک معمولی حکم تھا لیکن وہ ظلم پسند نہ تھا۔ بلکہ اس وقت کا مقتضاء ہی یہ تھا کہ وہ ایسی سزا سے کام لے۔ حیدر علی کو غنیم کی آمد پر اپنے ملک کے سرسبز قطعات برباد کر دینے میں کوئی افسوس نہ ہوتا تھا تا کہ دشمن اپنے واسطے سامان رسد مہیا نہ کر سکے جو لوگ اپنی خدمات کو اُس کی مرضی کے موافق انجام دیتے تھے اُنکو جی کھول کر انعام دیتا تھا۔ یہ لوگ اُس سے بڑی اُلفت کرتے تھے۔ حیدر علی کو کسی کے مذہب اور خیالات مذہبی سے کوئی غرض نہ تھی۔ اُس کو تعصب چھو بھی نہیں گیا تھا +

حیدر علی میانہ قد تھا۔ خط و خال سے نزاکت کا اظہار ہوتا تھا۔ رنگ تمازت آفتاب سے سانولا ہو گیا تھا۔ ناک چھوٹی اور خم دار تھی۔ آنکھیں بھی بڑی نہ تھیں۔ نیچے کا ہونٹ موٹا تھا۔ واڑھی مونچھوں کا صفایا رکھتا تھا لباس کی آستینیں چُست رہتی تھیں۔ جسم میں چپکن بھنسی بھنسی ہوتی تھی۔ پوشاک خوب گھیر وار پہنتا تھا۔ اُس کا لباس بہت ہی نفیس ہوتا تھا۔ دستار نہایت لمبی شوخ گلنار اور اوپر سے ہموار ہوتی تھی۔ فوج کے ہمراہ سفید ساٹھن کی قبا پہنتا جس میں نہایت خوب صورتی سے زر کا بیل بوٹے بنے ہوئے ہوتے۔ اسی کپڑے کا پا جامہ ہوتا۔ زرد مخمل کے جوتے پہنتا اور کمر میں سفید ریشمین پٹکا بندھا رہتا۔ داب میں تلوار لٹکتی ہوتی زین کے قبور میں طینچے رہتے +

اس کے خیمہ یا دولت سرا پر ہر شخص بہت آسانی سے اُس کے حضور میں

جاسکتا تھا وہ بڑی تہ تکلفی سے باتیں کرتا۔ اپنے یاروں سے مذاق کی بھی عادت تھی۔ اس کی دماغی قوتیں ایسی زوردار اور قوی تھیں کہ ایک ہی وقت میں وہ چند کاموں پر متوجہ رہتا تھا۔ یعنی عرضیاں اور خطوط بھی سنتا جاتا تھا اور اُن کے جواب بتاتا اور حکم احکام بھی دیتا جاتا تھا۔ اُسی کے ساتھ تماشا بھی دیکھتا جاتا تھا۔ یہ کام ساتھ ساتھ ہوتے جاتے تھے۔ اور کسی بات سے اُس کا خیال نہ بٹتا تھا۔ چونکہ وہ ناخواندہ تھا اسلئے وہ اپنے میزبانی کے لکھے ہوئے احکام دوسرے میزبانی سے پڑھوا کر سن لیتا تھا تاکہ کوئی نلاف بات لکھی گئی ہو تو معلوم کر لے۔ تب اپنے دستخط کرتا تھا۔ دستخط میں اپنے نام کا سر حرف (ح) بنا دیا کرتا تھا اُس کا حافظہ ایسا قوی تھا کہ اُس کو ذرا ذرا سی بات یاد رہتی تھی۔ وہ ایک مرتبہ سپاہی کو دیکھ کر مدت کے بعد پہچان جاتا تھا۔ شام کو دل بہانے کے لئے اُس کے سامنے تماشے ہوا کرتے تھے اور تعلیم یافتہ ملوایفیں رقص کیا کرتی تھیں۔ اسی اثناء میں شراب کا دور رہتا تھا جس میں اُس کے نہایت چیدہ احباب شریک رہتے تھے۔ اُس کا حرم وسیع تھا۔ وہ خوب صبر و عورتوں کو دل سے پسند کرتا تھا۔ لیکن ایسا عیاش نہ تھا کہ وہ عیاشی کا روباہر سلطنت میں مُخل ہو سکتی +

خاص خاص جشنوں میں وہ افسران سپاہ کے ساتھ ٹھفل آراہو کر بڑی شان و شوکت کا اظہار کیا کرتا تھا۔ جلوس کے آگے آگے رسالے چلتے تھے جن میں بہت سے یورپین سوار ہوتے تھے۔ اسکے بعد پانسو

جنگی شترسوار پھر شاہی میدان کوہ پیکر آتے تھے جن کی زربفتی جھولیں کا چربی کام سے مفرق ہوتی تھیں ۱۱ ان کے بعد حبشیوں کے رسالے ہوتے تھے جو شتر مرغ کے سُرخ و سفید پروں سے سجے ہوئے نہایت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ اور یہ سوار فولادی بوڑیوں کے برچھوں سے مسلح ہوتے تھے ان کے عقب میں ریشمی صافے باندھے جاتے پہنے اور بھالے ہاتھوں میں لئے پیدل آتے تھے۔ بھالوں میں چھوٹے چھوٹے گھنگرو آونیراں ہوتے تھے۔ ان کے بعد زرق برق پوشاکیں پہنے ہوئے اُمراء کے پرے آتے تھے جن کی پوشاکوں پر فیتوں کا جال ہوتا تھا۔ اس کے بعد خاصہ کے سباز رفتار تو سن آتے تھے جو نہایت آراستہ حالت سے نکلتے تھے۔ اور ان کی ریشمی اور کلابتونی باگڈورس سائیسوں کے ہاتھوں میں ہوتی تھیں۔ ان کے پیچھے ہر کاروں کا گروہ آتا تھا۔ پھر خاندانی افسر آتے تھے جو گلوں میں طلائی زنجیروں پہنے ہوتے تھے۔ ان کے بعد ایک بڑے زرق برق اور شاندار گروہ کے درمیان خود حیدر علی ہوتا تھا۔ اسکی سواری میں سفید ہاتھی ہوتا تھا۔ جو بڈنور کے جنگل میں پکڑا گیا تھا۔ پھر حیدر علی کے عقب میں بہت سے دراز قد ہاتھی ہوتے تھے۔ جن پر نشانات شاہی رکھے ہوتے تھے ۷

(۱) پہلے ہاتھی پر ایک طلائی مسجد ہوتی تھی۔

(۲) دوسرے پر شاہی مراتب۔

(۳) تیسرے پر سونے کی تھالی میں سفید مومی فیۃ ہوتا تھا۔

(۴) چوتھے پردہ طلائعِ ظروف ہوتے تھے جن کو چھو کہتے تھے۔

(۵) پانچویں ہاتھی پر ایک گول کرسی ہوتی تھی جس میں ہاتھی انت کی بھی کاری اور سونے سے منڈھی ہوتی تھی۔

ان کے بعد حبشیوں کے دو اور سالے ہوتے تھے۔ اور انہیں حبشیوں کی فوج پیدل کا گروہ ہوتا تھا۔ جلوس کی متحرک قطار کے دہانے بائیں پیدل پلٹنیں ہوتی تھیں جو سفید ریشمین وردیاں پہنے ہوتی تھیں۔ اور ہاتھوں میں لمبے سیاہ برچھے ہوتے تھے جن پر چاندی کا کام کیا ہوا ہوتا تھا اور سروں پر چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں لگی ہوتی تھیں۔ یہ سب عجب ٹھاٹھ کا پُر شکوہ منظر ہوتا تھا جس سے صرف مغل اعظم کا جلوس تو سبقت لے جاسکتا تھا لیکن دوسرے کسی فرمانروا کا جلوس ہرگز فائق نہ ہو سکتا تھا بورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ وہ دلیر مادر زاد لائق دل چلا کمانڈر حرب کا ماہر۔ باتدبیر اور عزم و ثبات سے بھرا ہوا شخص تھا شکست کی حالت میں اُس نے کبھی ہمت نہ ہاری اور جب اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مشرقی شخص تھا اور اسی کے ساتھ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اپنے قول و اقرار کا وہ کیسا سچا تھا تو حیرت ہو جاتی ہے۔ اُس نے اپنی حکمت عملی میں انگریزوں کے ساتھ بیچ و فریب سے کبھی کام نہیں لیا۔ اُس کا نام میسور میں عزت سے لیا جاتا اور اُس کو محمد دھانہ تعریف کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور اُس کی بہادری اور شجاعت کے کارنامے پُر جوش و فخر یہ کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔ اب ہم حیدر علی خان کے

نہایت اوالعزم اور نامور فرزند ٹیپو سلطان کی پراپوٹ لائف کا ذکر کرتے ہیں *

ہم کو افسوس ہے کہ انگریزی مورخوں نے ٹیپو سلطان کی نسبت اُس فیاض منشی کا اظہار نہیں کیا جو اس کے باپ حیدر علی خاں کی نسبت پایا جاتا ہے۔ سبب یہ کہ حیدر علی کے وقت میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان رقابت تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی حکومت اس قابل نہ ہوئی تھی کہ وہ حیدر علی کا لقمہ چھین سکے۔ اور ٹیپو سلطان کے وقت میں فرانسیسی سپاہیوں کے تھے اور انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے حریف نظام اور راجہ میسور وغیرہ کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی طاقت بڑھالی تھی بااینہم گورنمنٹ انگریزی کو ٹیپو سلطان سے بہت بڑا اندیشہ تھا جو انگریزوں کو تمام ہندوستان سے نکال دینے پر کمر بستہ رہتا تھا۔ اس لئے سرکار انگریزی کو اُس کو مغلوب کرنا لازم آیا۔ اور فتح پالینے کے بعد اُسکی تاریخ میں طرح طرح کے ظلم اور تعصب اور قابل نفرت باتوں کا اعادہ کیا گیا۔ تاکہ تاریخ پڑھنے والے انگریزوں کی بذمیتی پر محمول نہ کریں بلکہ خود ٹیپو سلطان کو قابل عقوبت جانیں *

اس مصلحت کے پورا کرنے کو انگریزی مورخوں نے جو گورنمنٹ کے مصلحت جو عمدہ داروہمقوم ہیں ٹیپو سلطان کے اکثر اوصاف پر جو لازمہ سلطنت یا غیر قوموں میں پھنسنے ہونے سے اُس وقت کے لئے مناسب مقام سمجھے جاسکتے ہیں تاریک پردہ ڈالا ہے جیسے اورنگزیب عالمگیر کی انگریزی

تاریخ میں بڑی بڑی پوشیل استادیاں خرچ کی گئی ہیں جن کی اس وقت میں مسلمانوں کی طرف سے تنقید ہو رہی ہے *

اسی طرح ہم سمجھتے ہیں کہ ٹیپو سلطان بھی جنوبی ہندوستان کا اورنگزیب ثانی تھا جس کی تاریخ کو پوشیل سیاہی سے لکھا گیا ہے *
ٹیپو سلطان انگریزوں کا دشمن بھی ایسا تھا کہ اسکی نسبت جس قدر جملے پھپھو لے پھوڑے جائیں کم ہے اور شکل سے ایک طبیعت گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اپنے ایسے دشمن کو تعریف سے یاد کرے۔

ہم اُس کی نسبت ہر قسم کے خیالات کو ظاہر کرتے ہیں۔

سال ۱۷۸۲ء میں ٹیپو سلطان نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ وہ خود کو حضور پر نور یا مابدولت کے الفاظ سے مخاطب کرتا تھا۔ اُس کی فوج لشکر مجاہدین کہلاتی تھی۔ جدت و اختراع کا اُسے شوق تھا۔ اسی جدت پسندی سے وہ اکثر شہروں۔ قصبوں کے نام بدل دیا کرتا تھا۔ اور نئے نام رکھتا تھا جو اُس کے بعد قائم نہ رہے۔ ہندوستانی کوٹس اور وزن کے باٹ اور پیمانے اُس نے اپنے اختراعی قائم کئے تھے۔ ایک تقویم بھی بنوائی تھی۔

سلطان بہت بڑا منشی تھا۔ وہ کوئی بڑی مراسلت اہم ہوتی تو اپنے آپ لکھتا اور اپنی فوج اور دیوانی کے معاملات و مقدمات میں احکام مناسب لکھواتا۔ ہر صیفہ پر نگرانی رکھتا۔ علوم۔ فنون۔ طب۔ تجارت۔ معاملات مذہبی۔ تعمیر محکمہ جات فوجی اور بیشمار معاملات میں یکساں مہارت سے قطععی رہا کرتا۔ اتنا لکھ کر بورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ

”لیکن دراصل اس کو ان معاملات سے واقفیت نہ تھی۔ سلطان کو ہرفن میں مہارت ہونے کا دعویٰ ہی دعویٰ تھا۔ واقعی ہرفن سے مہارت مشہور پادری آرچ بشپ ایب سے لن کو تھی جس کا سالہ ۱۲۰۶ء ہجری میں انتقال ہوا۔ یہ وزارت کا کام کر سکتا تھا۔ سپہ سالاری میں طاق تھا۔ امیر البحر تھا اور سب قسم کے علوم میں ماہر تھا“

حالانکہ خود شیو سلطان کے واقعات اور اس کے روشن کارنامے اور خود یورپین مورخوں کی تحریر سے اُس کی قابلیت و جامعیت کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ بورنگ صاحب نے اپنی مغربی فیلڈگ کی پاسداری سے ایسا لکھا ہے۔ جیسے بعض انگریزی مؤرخ تاج گنج کی مشہور عمارت کو مشرقی صناعتوں سے منسوب کرنے کے بدلے ایک اٹلی کے قیاسی انجنیر کا نام پیش کرتے ہیں۔ سلطان نے زبان پارسی کی تکمیل پورے طور سے کی تھی۔ عربی درسیات سے بھی فارع تھا۔ اپنے دستخط طغرا میں کرتا تھا۔ کھیل تفریح کے لئے اُس کے پاس وقت نہ تھا۔ اُس کے تمام مراسلات بڑے قاعدہ کے ساتھ رجسٹروں میں درج ہوتے تھے۔

شیو سلطان نے ایک نیا سگد رائج کیا تھا جو ۹۹۹ھ ہجری میں۔ بمقام سریرنگ پٹن ڈھالا گیا۔

سلطان نے ایک مجموعہ عربی تیار کیا تھا۔ اس کتاب کا نام فتوحات غازیہ رکھا تھا۔ اس کتاب میں اٹھارہ باب تھے۔ وندشوں اور فوجی کرتبوں کے متعلق اُس میں ہدایت کا کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا تھا۔ و

فرائض جو ہر ایک افسر سے متعلق تھے اس کتاب میں تصریح کے ساتھ درج تھے۔ وہ تدبیریں اور طریقے لکھے گئے تھے کہ شیخون کس طرح مارا جائے۔ جنگل اور میدان میں کس طرح جنگ کرنا چاہیے۔ اس کتاب میں محافظت کے طریقے۔ رخصت کے قواعد۔ سپاہیوں کی مشق کے دفعات اور اسی طرح کے دوسرے سب امور ضروری درج کر دیئے گئے تھے +

سلطان نے ۱۷۹۳ء میں ایک اعلان شائع کیا تھا جس کے موافق پیدل فوج پانچ قشون پر تقسیم کی گئی تھی اور ہر قشون میں ۱۳۹۲ سپاہی ہوتے تھے۔ ان میں ۱۰۵۶ بندو قچی ہوتے تھے۔ افسون کی تعداد اٹھاس تھی۔ ان میں جنگجو اور غیر جنگجو دونوں قسم کے افسر ہوتے تھے۔ ہر قشون کے متعلق بان اندازوں کی ایک جماعت ہوتی تھی جسے جوگ (جوق) کہتے تھے اور ہر قشون کے ساتھ دو توپیں بھی رہا کرتی تھیں۔ سواروں کی فوج تین حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک تو باقاعدہ رسالے۔ دوسرے سوار (ان کو گھوڑے خود مہیا کرنے ہوتے تھے) تیسرے قزاق یا غارتگر سوار ہوتے تھے۔ ان ہر سہ مدارج کے سواروں میں پہلے درجہ کے سواروں کو عسکری کہتے تھے۔ ان کے تین ڈویشن تھے۔ ہر ڈویشن میں چھ موکب ہوتے تھے۔ تعداد نہیں لکھی۔ سواروں کی تعداد چھ ہزار تھی۔ اور قزاق سوار آٹھ ہزار تھے +

سلطان نے علاوہ آراستہ فوج بڑی کے فوج بحری کا بھی سامان کیا تھا۔ اُس نے ۱۷۹۶ء میں امیر البحرین کی ایک جماعت قائم کی تھیں

گیارہ اراکین تھے۔ ان اراکین کا لقب میریم تھا۔ ان کے ماتحت ۳۰ امیر تھے۔ اور ۲۰ جہاز کلاں جنگی اور ۲۰ جہاز خورد کا بنانا تجویز ہوا تھا۔ درجہ اول کے ہر جہاز پر ۲۷ توپیں چڑھنے کا حکم تھا۔ اور درجہ دوم کے جہاز پر ۶۲ توپیں چڑھانے کی تجویز ہوئی تھی۔ چھوٹے جہازوں پر ۲۶ توپیں چڑھانے کا انتظام تھا۔ سلطان نے ان امیر سلطان یم کے پاس جہازوں کے نمونے بھیجے تھے کہ ان کے موافق یہ جہاز تیار کرائے جائیں۔ اور جہازوں کی لکڑی کے لئے جنگل بھی نامزد کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس زبردست تجویز کے عمل میں آنے سے پہلے سلطان کی سلطنت کا جہاز ایسٹ انڈیا کمپنی کے جہاز سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ فاعتبرو یا اولے الالبصار۔ سلطان نے اپنی تمام قلمرو میں شراب فروشی کی ممانعت کر دی تھی۔ ۱۶۷۶ء میں سلطان نے ایک تہلکہ انداز فرمان شائع کیا۔ یہ عام مسلمانوں کے نام تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ ملی دین کے ممالک چھوڑ کر سلطنت خدا داد میں آکر پناہ لیں۔ مابدولت کا عزم ہے کہ یہ کفار جنہوں نے پیچھے مذہب کی فرمانبرداری سے روگردانی کی ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے مشرف بہ اسلام ہونگے یا ان کو جزیرہ دیئے۔ راجگان ہند کے بودے پن سے انگریزوں نے یہ خیال بچتہ کر لیا ہے کہ مسلمان کمزور ہو گئے ہیں اور اس قوم نے مسلمانوں کے ممالک کو تاراج کر ڈالا ہے۔ اس لئے مابدولت کا قصد ہے کہ ان سے جہاد کیا جاوے۔ یہ زہر آلود سلسلہ شکایت پہلے تو خود سلطان کے صوبوں تک محدود رہا لیکن بعد کو نظام کے ملک میں

بھی مشتہر ہو گیا تاکہ سچے مسلمان سلطان کے جھنڈے کے شریک ہو جائیں اور انگریزوں کی بیخ و بن کو ہندوستان سے کھود کر پھینک دیں۔ اس تحریک سے سلطان نے مغل اعظم کو بھی اطلاع دی +

لے ٹیپو سلطان کے یہ خیالات بیشک ایسے تھے جس پر انگریزی قوم جس طرح سے ممکن تھا اپنے حفظ اور اس کے استیصال کی فکر کرتی۔ جیسا کہ کیا گیا۔ لیکن ایک موقع کا فرض نہیں کہ وہ اس کی بھلائیوں پر پردہ ڈالے اور اُس کی ہر بات کو بُرا بنا کر دکھائے۔ نیز یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کو یہ خیالات کیوں پیدا ہوئے۔ کیا اس کی ذات میں ایسا سخت تعصب تھا۔ نہیں ایسا نہیں تھا بلکہ مرہٹوں کی بار بار شورش اور مسلمانوں کے ساتھ نہایت متعصبانہ برتاؤ کرنے۔ اور تمام ہندوستان میں تہلکہ ڈالنے سے اُن کے انتقام کا جوش اُس کے دل میں بھڑکا تھا۔ اور انگریزوں سے مسلمان سلطنتوں کو خطرہ میں دیکھ کر اُن سے بھی بیزار ہو رہا تھا جو اُس کا شانہ فعل تھا۔ پورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ سلطان نے کوہگ کے باشندوں کو لکھا تھا کہ تم لوگوں میں دستور ہے کہ کئی حقیقی بھائیوں میں سے سب سے بڑا بھائی شادی کرتا ہے پھر اُس کی جورو اُن سب بھائیوں کی جورو ہو جاتی ہے پس تم سب ولد الزنا ہو اور اب تم نے ساتویں مرتبہ گونڈٹ سے نکو امی کی ہے اور سرکاری فوجوں کو لوٹا ہے لیکن اب میں خدا سے عہد کر لیا ہے کہ اگر بار دیگر تم نے ایسی نکو امی کی تو میں تمہیں چٹکی کونہ ستاؤں گا۔ بُرا کہو نہ بلکہ مسلمان کر ڈالوں گا اور کسی دوسرے ملک کو بھیج دوں گا +

ہر اہل الزام کو جو امور سیاست سے واقف ہے خیال کرنا چاہیئے کہ جب سلطان نے ساتویں مرتبہ نکو امی اور سرکاری فوجوں کے بوٹے کا قصور معاف کر دیا تو کیا آئندہ کی تہدید کے لئے اس کو ایسا لکھنا بھی اُس وقت کی مشرقی طرز حکومت کے خلاف ہو سکتا ہے ہرگز نہیں +

سلطان اکثر جنگ میں مصروف رہا۔ اس لئے اُس کو اپنی دارالسلطنت میں رہنے کا کم اتفاق ہوا اور عام انتظام ماتحتوں کے ہاتھوں میں رہتا تھا۔ پوری نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ ستانی ہوتی تھی اور رعایا ناخوش رہتی تھی۔ اور اس بات کی سلطان کو اطلاع نہ ہوتی تھی۔ باقاعدہ عدالتوں میں قانون کا نفاذ بہت کم تھا۔ ہر ایک عامل اپنی مرضی کے موافق کام کرتا تھا۔ رعایا ڈر کے مارے ظلم کی شکایت نہ کر سکتی تھی۔ سلطان کو

لے ہر بادشاہ کا انتظام ماتحتوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور ہم سلطان کی اعلیٰ نگرانی بھی اُس وقت پر نظر کرتے ہوئے دوسرے والیان ملک سے بدرجہا زیادہ پاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اُس کی رعایا میں سے بعض خود سر حقہ اُس سے ناخوش ہو جیسا کہ آج کل ۱۹۰۸ء میں گورنمنٹ انگریزی جیسی منصف اور مدبر اور قانونی سلطنت سے بنگالی اور مرہٹے اظہار ناخوشی کر رہے ہیں لیکن سلطان کی عام رعایا کی طرف سے کوئی ثبوت ناخوشی کا پیش نہیں کیا گیا۔ اور باقاعدہ عدالتوں میں نفاذ قانون کی کمی کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اسکی تمام عدالتیں ایک قانون کی پابند تھیں۔ گو وہ قانون قانون زمانہ حال سلطنت کی طرح وسیع نہ ہو۔ اور یہ اس وقت کے مقتضیات میں سے ہے۔ چنانچہ انریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی عدالتیں بھی قانون کے لحاظ سے مکمل نہ تھیں۔ بائیں ہیمپٹیسو سلطان کی عدالتوں میں دوسرے والیان ملک کے مقابلہ میں یقیناً انصاف زیادہ ہوتا تھا۔ اور سلطان عمال کی نگرانی بھی بدرجہ اتم کرتا تھا۔ بورنگ صاحب سلطان کی اُس رعایا کا حال نہیں لکھتے جو (ملاحظہ ہو مضمون)

اپنے افسروں پر اعتماد نہ تھا۔ اُن کے زن و فرزند سرسرینگ پٹن میں رہتے تھے۔ اُن کی ڈیوڑھیوں پر جاسوس مقرر کر رکھے تھے کہ ہر آنے جانے والے کی خبر معلوم ہوتی رہے +

صاحب موصوف رقمطراز ہیں کہ

”سلطان نہایت سخت مزاج تھا۔ وہ انسان کے قتل میں کچھ خوف نہ کرتا تھا۔ نرگوند کے محاصرہ کے متعلق سلطان نے ایک خط میں لکھا ہے کہ :-

اگر اسی امر پر مجبوری ہے کہ قلعہ پر تہہ ہی کیا جاوے تو ایسی حالت میں قلعہ کے اندر کا کوئی جاندار یعنی مرد عورتیں بوڑھے جوان بچے کتے بلیاں اور جو کچھ ہو زندہ نہ چھوڑا جائے کال پندت کی البتہ جان بخشی کی جائے“

(بقیہ نوٹ ص ۱۴) مارے ڈر کے عمال کی شکایت نہ کر سکتی تھی۔ اوریوں تو ہر جگہ کی رعایا عمال سے ڈرتی اور حتمی الامکان اُن کی سختیوں کا استغاثہ نہیں کرتی کیا اس نہایت انصاف اور امن و امان کے زمانے میں ایسی مثالیں موجود نہیں اب رہی افسروں کی تفتیش یہ سلطان کے انتہائی حزم کی دلیل ہے۔ چنانچہ خود گورنمنٹ انگریزی اب تک اس حزم کو بدجہ غایت پورا کر رہی ہے۔ اور پولیس اور خفیہ پولیس اور پولیسکل ڈپارٹمنٹ میں ایسی کثیر مثالیں موجود ہیں +

لہ بورنگ صاحب اس تحریر کو بلا تکلف سلطان کی تحریر مانتے ہیں۔ لیکن جب تک وہ اُس کی ثابت نہ کر سکیں اُس کا صحیح مان لینا دشوار ہے اور (ملاحظہ ہو ط)

ایک اؤر خط میں سلطان نے گورگ کے ایک افسر کو لکھا ہے:-
 تم گورگ کے لوگوں پر ایک عام حملہ کرو۔ اور سب کو تہ تیغ کر ڈالو
 یا سیر کر لو اور مقتولوں اور اسیروں کو مع زن و بچہ کے مسلمان کر لو
 اس کے بعد کنارا (کنٹرہ) کے بلوہ کے متعلق سلطان نے بدر الزمان
 کو لکھا کہ:-

”دس سال ہوئے اُس ضلع کے درختوں میں پندرہ ہزار آدمی کو
 لٹکا کر پھانسی دی گئی تھی۔ اُس وقت سے یہ درخت اُور زیادہ
 آدمیوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ لہذا اس بلوہ کے سرعناؤں کو

(بقیہ نوٹ ص ۱۷) ایک سنجیدہ بادشاہ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ گتے بلیوں تک پر
 عقدہ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن ایسی غضبناک حالت میں بھی وہ کال پٹت کی
 جان بخشی کا خواہاں ہے۔ قیاس کو اس کے صحیح مان لینے سے اُسکے جھوٹ
 قرار دینے پر زیادہ استوار کرتا ہے۔

لے گورگ کے لوگ وہی ہیں جنہوں نے پے در پے گھرامی سے کام لیا۔ اور سات
 مرتبہ سلطان کی فوجوں کو لوٹا جس کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے جس پر سلطان
 نے اُن کو متنبہ کر دیا تھا کہ اب اگر پھر تم ایسا کرو گے تو تمہارے ساتھ یہ
 برتاؤ کیا جائیگا۔ پس ممکن ہے کہ سلطان نے مجبور ہو کر یہ خط اپنے افسر
 کو لکھا ہو۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ سلطان نے مقتولوں کی نسبت مسلمان
 کرنے کا کیوں حکم دیا۔ کیا وہ پھر زندہ ہو سکتے تھے یا بورنگ صاحب نے
 عبارت کے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

انہیں درختوں میں لٹکا کر پھانسی دیدو +

صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ کالی کٹ کے چند قزاقوں کی نسبت سلطان نے ارشد بیگ خاں کو لکھا ہے کہ اس بغاوت اور بد معاشی کے بانی مہانی جو لوگ مارے گئے وہ تو مارے گئے لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں کہ باقی سرغنہ گرفتار ہونے پر قتل نہ کئے جائیں۔ اُن کی مناسب سزا یہی ہے کہ تم حسب قاعدہ ان سب کو خواہ وہ گورے ہوں یا کالے سریرنگ پٹن بھیج دو +

اس خط میں اس کی کیا ضرورت تھی کہ سلطان دس برس پہلے پندرہ ہزار آدمیوں کو پھانسی دینا اپنی نسبت تسلیم کرے۔ اور کیا اس کے علم میں وہ درخت باقی تھے جن میں پندرہ ہزار آدمی لٹکا کر پھانسی دئے گئے۔ اور اس خصوصیت کی کیا ضرورت تھی کہ انہیں درختوں میں پھانسی دی جائے۔ پس ہم تو بیچارے سلطان کی نسبت ایسی باتوں کو یاروں کی من گھڑت خیال کرتے ہیں جو دور کے معنی نکالنے کو بنائی گئی ہیں + لہ کوئی بادشاہ بغاوت کے سرغنہاؤں کی پرورش نہیں کرتا۔ اس لئے اگر سلطان نے اپنے باغی سرغنہاؤں کو قتل کر دیا تو کوئی اچنبہ کی بات نہیں۔ اس حالت میں بھی وہ قاعدہ محفوظ رکھنا چاہتا ہے جو وہ بقیہ سرغنہاؤں کو حسب قاعدہ طلب کرتا ہے۔ اور سریرنگ پٹن میں ان کا طلب کیا جانا محض اس لئے سمجھا جاسکتا ہے کہ ان کی تحقیقات کی جائے۔ ورنہ انہیں شتاب حکم دینا ہوتا تو لکھتا کہ وہیں قتل کر دئے جائیں۔ اسی طرح وہ کالے گورے کی تفریق نہ کر سکتا تھا۔ اُس کے نزدیک گورے اور کالے دونوں ایک قسم کے مجرم اور ایک سزا کے مستحق تھے +

بورنگ صاحب فرماتے ہیں کہ سلطان کے انتقام طلب مزاج کو دیکھ کر طبیعت میں ایک غصہ پیدا ہوتا ہے لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ سلطان اپنے قیدیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا تھا تو اس غصہ میں آؤر بھی زیادتی ہو جاتی ہے۔ ٹیپو سلطان کو اپنے قیدیوں کے سر قلم کر دینے میں کوئی دریغ نہ تھا۔ یا ان کو پھانسی دیدینے یا زہر دے دینے میں اُس کو کوئی پس و پیش نہ ہوتا تھا۔ انگریز قیدی اُس کے تیر انتقام کا نشانہ بنائے جاتے تھے منگلوں کے صلنامہ کے بعد اُس نے بہت سے انگریزوں کو جو اُس کے پاس قید تھے رہا نہ کیا۔ ان میں سے بہت سے خوب صورت لڑکوں کے نھتے کر اڈئے۔ اور جو لڑکیاں اضلاع کا رومنڈل سے پکڑی ہوئی آئی تھیں۔ اُن کے ساتھ بلا امتیاز شادی کر دی۔ پھر یہ نوجوان یا تو فوج میں بھرتی ہو گئے۔ یا سلطان

سہ بورنگ صاحب کا غصہ کرنا بجا ہے۔ اور ہر انگریز غصہ کر سکتا ہے۔ لیکن ایک مؤرخ کو ناجائز حملہ زیب نہیں دیتا۔ اور اس قسم کے انتقام اُس وقت کی ضرورتوں سے متعلق خیال کئے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ آگے چل کر خود قبول کرتے ہیں کہ وہ زمانہ ہی وحشیانہ تھا اور مجرموں کو عموماً نہایت سخت سزائیں دی جاتی تھیں اور ٹیپو سلطان کی پرایوٹ لایف سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ پکا دیندار مسلمان تھا۔ اس کو کھیل کود کی فرصت نہ تھی اور نہ وہ عیاش مزاج تھا۔ نہ اُس کے یہاں کوئی کنچن خانہ تھا۔ جہاں ناچ گانے کی تعلیم ہوتی۔ اس لئے خوب صورت لڑکوں کو ناچ گانے کی تعلیم دیا جانا تبہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ ہاں وہ بطور خود عیاش سوسائٹی میں پڑ گئے ہوں۔ تو یہ دوسری بات ہے۔

کی تفریح کے لئے اُن کو ناچنا گانا سکھایا گیا +

بورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ ٹیپو سلطان کے وقت میں سولی کا رواج پھر جاری ہو گیا تھا۔ چنانچہ بڈنور میں مجھے وہ پہاڑی دکھائی گئی جہاں سولی دی جاتی تھی۔ پتھر میں دو سوراخ اب تک موجود ہیں جن میں شہتیر کھڑے کئے جاتے تھے۔ اس شہتیر میں پہلے مجرم کو کیلوں سے جڑ دیا جاتا تھا پھر وہی شہتیر مع مجرم کے اس سوراخ میں سیدھا کھڑا کر دیا جاتا تھا تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو۔ اس قسم کی سزا آئیری کے راجہ کے زمانہ میں جاری تھی + یہاں بورنگ صاحب ٹیپو سلطان پر مہربان ہوتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ بات انصاف کی نہیں کہ ایسے شدید کو جو اُس زمانہ کا عام دستور تھا صرف ٹیپو سلطان سے منسوب کیا جائے +

اُس زمانہ میں یہ بھی دستور تھا کہ سازشی مجرم لوہے کے پجڑے میں بند کئے جاتے تھے۔ مجرم کو کاٹھ کے گھوڑے پر چڑھاتے تھے جسکی کاٹھی لوہے کی ہوتی تھی اور اس کاٹھی پر نوکیلی کیلیں جڑی ہوتی تھیں۔ پھر ایک کمائی دبا دی جاتی تھی جس سے یہ کیلیں بد مخمت سوار کے جسم میں گھس جاتی تھیں۔ سزا کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ مجرم کے ہاتھ نہایت سخت باندھ دئے جاتے تھے اور پھر اُسکو ہاتھی کے پاؤں سے باندھ دیتے تھے اور ہاتھی آگے بڑھایا جاتا تھا۔ یہ مجرم پیچھے گھسٹتا جاتا تھا اور بڑی اذیت سے جان نکلتی تھی۔ بعض مجرموں کو ہیر جی سے شیر کے کٹھرے میں ڈال دیا جاتا تھا۔ ان کو شیر پیر پاتا کرکھاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ سلطان کے بعض افسر اسی موت مارے گئے ہیں +

ٹیمپو سلطان کی بہت سی تصویریں موجود ہیں۔ بعض تصویروں میں سلطان کو زیادہ خوب صورت بنا کر دکھایا گیا ہے۔

ہم نے حکمران حیدری میں چھپی ہوئی تصویر کو زیادہ صحیح پایا ہے۔ ... اور حیدر آباد سے آئی ہوئی ایک تصویر سے اُس کو مطابق کیا تو اُس کے خط و خال کو زیادہ درست پایا ہے۔

اُس کے چہرہ سے تمکنت ظاہر ہوتی ہے۔ ناک خمدار۔ آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ گردن چھوٹی لیکن فربہ اور جسم دُہرا دکھایا گیا ہے۔ سلطان دائرہ منڈایا کرتا تھا لیکن اپنے باپ کی طرح مونچھوں اور بھوؤں کا صفایا نہ کرتا تھا۔

سلطان ایسا کامل الحیا تھا کہ سوائے اُس کے پاؤں اور گھٹنوں اور کلائیوں کے اُس کے جسم کو کبھی کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔ حمام میں بھی وہ اپنے تمام جسم کو چھپاے رکھتا تھا۔ اور اسی حیا کی وجہ سے اس کا نہایت سخت حکم تھا کہ کوئی عورت سر اور سینہ کھول کر نہ نکلے۔ مغربی ساحل کی عورتیں عموماً اوپر کا جسم نہ چھپاتی تھیں۔ بلکہ اوپر کا جسم چھپانے کو معیوب جانتی تھیں۔ چنانچہ آئین گدھی کی رانی نے ایک عورت کی چھاتی اس قصور میں کٹوا دی تھی کہ اُس نے عام رسم کے خلاف کیوں اپنے اوپر کے جسم کو چھپایا۔ یہاں سلطان نے فرمان جاری کیا تھا کہ کوئی عورت سینہ کھول کر نہ نکلے۔

ٹیمپو سلطان کے دیندار مسلمانوں کی طرح سادہ لباس پہنتا تھا۔ اور اپنے ماتحت لوگوں سے بھی اس وضع کی پابندی کرانا چاہتا تھا۔ لیکن سفوس جتا تو زردوزی کوٹ پہنتا جس پر شیر کی سی دھاریاں پڑی ہوتیں۔ سلطان اپنی دستار پر اور اپنے گلے میں سفید رومال باندھے رہتا۔ آخر ایام میں سبز و ستلا استعمال کرتا تھا +

سلطان کے اسلو پر ”اسد اللہ الغالب“ کندہ ہوتا +
 ٹیمپو سلطان کا تخت اُس کی سلطنت کا سرمایہ فخر تھا۔ اُس کے تخت کو پورے قد کے طلائی شیر کے سر سے زینت تھی۔ تخت کے نیچے کی اُبھری ہوئی کور میں جس تک چاندی کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں مرصع شیروں کے طلائی سر بنے ہوئے تھے۔ اور اوپر ایک ہما معلق تھا جس کے خوش نما بازوؤں پر ہیرے لعل زمر و جڑے ہوئے تھے۔ یہ ہما سلطان پر سایہ افکن رہتا تھا۔ نگیرہ کے اوپر جس میں موتیوں کی جھالگر لگی ہوئی تھی سات فٹ اونچی طلائی چوب پر یہ ہما نصب تھا +

اب ٹیمپو سلطان کا یہ شاہی تخت اور یہ مرصع ہما وینڈر سکریل میں محفوظ ہے۔ جو بزمانہ ایسٹ انڈیا کمپنی علیا حضرت ملکہ محترمہ کوئین وکٹوریہ کو بطور تحفہ و علامت فتح کے بھیجا گیا تھا۔ سلطان عبدالعزیز خاں فرمانروائے ترکی جب لندن تشریف لے گئے ہیں تو اُن کے لئے یہی تخت آراستہ کیا گیا تھا اور سلطان موصوف قیام لندن تک اسی تخت پر بیٹھا کرتے تھے +
 سلطان کی دوسری یادگاروں میں اُس کے حیمہ کا ایک حقہ چاندی

کی چوبیس۔ ہاتھی دانت کی کرسیاں۔ ہاتھیوں اور گھوڑوں کے زیور
ایک پالکی۔ دوسرے توپیں۔ انواع و اقسام کے اسلحہ ہیں۔ ان میں ایک
شمشیر اور سپر بھی ہے جو محاصرہ میں اُس کے جسم پر پائی گئی تھی۔ اور
ایک لاثانی قرآن مجید کا وہ نسخہ بھی شامل ہے جو پہلے شاہنشاہ اوزبک
کے پاس تھا۔ پھر ٹیپو سلطان کے ہاتھ لگا۔ یہ قرآن نوے ہزار روپے کی
لاگت کا بیان کیا جاتا ہے۔ نہایت ہی نفیس خط نسخ سے لکھا۔ اور
نہایت ہی اعلیٰ درجے کے نقش و نگار طلائی سے مزین ہے۔ اور یہ سب
چیزیں لندن کے قلعہ وڈر سرکیسل میں رکھی ہوئی تھیں۔

سریرنگ پٹن کے پہلے محاصرہ کے بعد سے سلطان نے پلنگ پر لیٹنا
پھوڑ دیا تھا۔ ٹاٹ پر سویا کرتا تھا۔ اکثر نماز اور ورد و وظائف میں مشغول
رہتا۔ کھانا کھاتے وقت کوئی مذہبی کتاب پڑھوا کر سنتا۔ اُس کی زبان پر
کبھی کوئی فحش لفظ جاری نہ ہوتا۔ اکثر مذہبی۔ اخلاقی۔ علمی۔ حربی۔ تجارتی
یا اور ایسے ہی مطالب پر گفتگو کرنے کا اس کو شوق تھا۔ اس کی زبان
سے اکثر عقائد اور حکیمانہ جملے نکلتے تھے۔ وہ فوجی معاملات میں بڑا ہوشیار اور چالاک
تھا۔ لیکن اپنے افسروں پر بہت کم اعتبار کرتا تھا۔ اسی لئے اکثر اس کو مغالطے ہو جاتے
تھے۔ اور آخر میں یہی سبب اس کی بربادی کا ہوا تھا۔

سلطان کی فوج نے سلطان سے کبھی بیوفائی نہیں کی جس پر وہ
ہمیشہ مہربانی کرتا رہتا تھا۔

سلطان کا نام اُس کے مذہبی جوش کی وجہ سے جنوبی ہندوستان کے

مسلمانوں میں بڑی عزت کے ساتھ مدتوں یادگار رہا۔ اور اب بھی اس کی عزت برائے نام برقرار ہے *

۱۲۱۳ھ ہجری مطابق ۱۷۹۹ء میں شیو سلطان حالت محاصرہ انگریزی

میں شہید ہوا۔ اس کا مادہ تاریخ یہ ہے ۵

نسل حیدر شہید اکبر شاہ

اب ہم یہ مقدمہ ختم کرتے ہیں۔ ناظرین آئندہ تفصیلی واقعات

ملاحظہ کریں *

اس کتاب کا ماخذ .

(۱) کارنامہ حیدری۔ اس کو پہلے مولوی عبدالرحیم نے جو انگریزی فارسی عربی کے ماہر تھے شاہزادہ محمد سلطان عرف غلام محمد ابن ٹیپو سلطان کے نام پر فارسی میں لکھا۔ اس کا ترجمہ شیخ احمد علی گوپاموی نے اردو میں کیا اور حملات حیدری نام رکھا۔ یہ کتاب ۱۲۶۳ھ یا ۱۸۴۷ء میں لکھی گئی۔ جس کی زبان اُس وقت کی ہے۔ اب اس کو پسند نہیں کیا جاتا۔ اُس میں ان کتابوں سے مدد لی گئی ہے:-

(۲) ہسٹری آف حیدر علی خاں جو موشرڈلت نے دو جلدوں میں لکھی اور ۱۸۴۷ء میں بمقام لندن چھاپی گئی۔ اس کا مصنف نواب حیدر علی خاں کی فوج میں دس ہزار سپاہ کا افسر تھا +

(۳) برٹش میٹری بیآگرفی جس میں بہادران انگریزی وابستہ لشکر کے حالات ہیں ۱۸۴۷ء میں بمقام لندن طبع ہوئی +

(۴) آتھنٹک مایرس آف ٹیپو سلطان مطبوعہ کلکتہ ۱۸۲۰ء۔

(۵) مارکوئس ویلزلیس ڈسپاچیز مطبوعہ لندن ۱۸۲۶ء۔

(۶) ایسٹ انڈیا گزٹیر مطبوعہ لندن ۱۸۲۸ء مرتبہ والٹر ہملٹن۔

(۷) اسکرس کپتویتی یعنی اسکر کی اسیری کے حالات عہد نواب حیدر علی خاں و ٹیپو سلطان۔

(۸) بطنس ڈائری جس میں کرنل بطنس نے جنگ ٹیمپو سلطان کے چشم دید حالات لکھے ہیں +

(۹) جنرل نیول اینڈ ملٹری میگزین جو جہازی اور فوجی روزنامہ ہے۔

(۱۰) ہسٹوریکل اسکیچ آف سوئٹھ انڈیا جو دکن کا تاریخی نقشہ ہے۔

(۱۱) کتاب فتوحات حیدری جو لالہ کھیم نرائن نے لکھی۔

(۱۲) کتاب نشان حیدری جو میر حسین علی کرمانی نے ۱۲۱۷ھ ہجری میں لکھی +

(۱۳) جارجنامہ تصنیف ملا فیروز۔

(۱۴) توارخ حمید خانی۔ جو منشی حمید خاں میر منشی جنرل مارکولیس

کارنوال صاحب بہادر سپہ سالار مہم دکن کی یادگار ہے۔

ہم نے مشرقی تاریخوں میں سب سے زیادہ نشان حیدری کا اعتبار کیا۔ کیونکہ اس کے مؤلف کو ٹیمپو سلطان کی سرکار سے خاص تعلق رہا تھا

اُس کے علاوہ لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر

سابق میسور کی تاریخ حیدر علی و ٹیمپو سلطان کی دو جلدوں سے تدقیق

مزید کی گئی۔ ان سب پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی مصنفین

نے اپنی قوم اور اپنی مصلحتوں کا لحاظ کر کے نتائج پیدا کئے ہیں۔ اور

ہندو اور مسلمان مؤرخوں نے واقعات کے بیان کرنے میں حق تاریخ ادا

کیا ہے۔ ناظرین کو دونوں کے فیصلہ میں بڑی شرف نگاہی سے کام لینا

چاہیئے +

معذرت

واضح ہو کہ ۱۷۹۷ء کے بعد سے نواب حیدر علی خاں کی فتوحات نے جلد جلد ترقی کرنا شروع کی۔ پھر ۱۷۹۹ء میں اُس کے بیٹے ٹیپو سلطان پر اس جوش حکومت کا حاتمہ ہو گیا۔ قریب چالیس برس میں باپ بیٹوں کی فتوحات تازہ بخنی نے دفتر کے دفتر لکھے جانے کی گنجائش پیدا کر دی لیکن اُن کے بعد انگریزی دور میں اُن کے تاریخی حالات مدون ہونے پر خاص توجہ کی گئی۔ اور انگلش۔ فرانسیسی۔ ہندو مسلمان سب نے اُن حالات کے قلمبند کرنے میں دلچسپی ظاہر کی۔ لیکن فرانسیسیوں کی تاریخوں سے ہم ناواقف ہیں۔ اور انگریزی کاغذات سے جو مواد تدوین تایخ کی سورت میں لایا گیا ہے اُس میں فرانسیسیوں کے اُن حالات کو جن سے درمیان فرانسیسی اور انگریزوں کے بددلی اور ناراضی کی تحریک پیدا ہوتی ہو بالکل قلم انداز کر دیا گیا ہے۔ اور جو واقعات پیشوایان پونا اور نظام حیدر آباد سے متعلق تھے اُن کو بھی مصلحت کی حد سے باہر نہیں دکھایا گیا۔ اور نواب حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان کے واقعات بیان کرنے میں یا تو ایسے اجمال سے کام لیا گیا ہے جو پورے طور سے وہ واقعات روشنی میں نہیں آتے یا چند واقعات کو ایک جگہ ملا کر اپنے مفید مطلب کوئی مشترک نتیجہ پیدا کیا گیا ہے جس کے بعد دیگرے

ترتیب قائم نہیں رہتی۔ اور نیز عام نگاہوں میں حیدر علی یا ٹیپو سلطان کی عظمت قائم نہیں رہتی۔ اور اُن کو متعصب۔ جلاؤ۔ سفاک ثابت کرنے میں استدلال کی خاص شان اختیار کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے واقعات ظاہر کرنے کو تاریخ نہیں لکھی گئی۔ بلکہ تاریخ کا ایک خاص اثر پیدا کرنے کے لئے وہ واقعات فراہم کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اب تک جنوبی ہندوستان کی عام قومیں اُن کے حالات کو مفاخرت سے بیان کرتیں اور بچی سے پڑھتیں اور کان لگا کر سنتی ہیں۔ اور ہندو مورخوں نے بھی اُن کو تعریف و تعظیم سے یاد کیا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مشرقی تاریخوں میں بھی بعض واقعات کی تقدیم و تاخیر پر لحاظ نہیں ہوا۔ جیسا کہ حملات حیدری میں سہ کے واقعات سہ کے بعد بیان ہوئے ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ان کا ماخذ زیادہ تر انگریزی کاغذات ہیں جن میں ترتیب کا سلسلہ درست نہیں۔ اور دوسروں کے واقعات لکھنے میں جو انگریزوں سے متعلق نہیں۔ انگریزی مورخوں نے ترتیب تدوین کو ضروری نہیں سمجھا۔ ایسی حالت میں اگر ہم کسی اجمال کی تفصیل نہ کر سکیں یا ہماری نگاہ تقدیم و تاخیر کی تنقید سے چوک جائے تو قابل معافی ہیں +

شجرہ ہائے نسب

ہم کتاب شروع کرنے سے پہلے ٹیپو سلطان - راجگان میسور - نظام
حیدر آباد - اسکاٹ کے نوابوں - پیشوا کے خاندان کے پانچ شجرے پیش
کرتے ہیں۔ تاکہ اجمالاً اس وقت تک ہر خاندان سے واقفیت ہو جائے۔ اور
جو نام جس واقع کے متعلق ہے۔ اس کے تلاش کرنے میں ناظرین کو
دقت نہ پڑے +

نواب حیدر علی خاں بہادر اور ٹیپو سلطان کا شجرہ

حسب تحقیق لیون۔ جی۔ بورنگ صاحب چیف کمنڈر میسور

محمد بہلول

۱ علی محمد یا علی غلام دوست محمد حسن کے تہا
سید پارسانہ کی دختر کی شادی ہوئی
وفات ۱۶۶۹ء

۲ ولی محمد

۱ فتح محمد عرف فتح علی یا شجاع صاحب
وفات ۱۶۷۱ء جسکی عہدہ بنیم
دختر میر اکبر علی خاں سے شادی ہوئی

۲ محمد امام

۳ محمد

۴ محمد الیاس

حیدر صاحب

حیدر علی خاں ۱۶۱۶ء یا ۱۶۲۲ء میں پیدا ہوا
(۱) نثار النساء دختر معین الدین سے شادی ہوئی
(۲) محمد دوم صاحب کی دختر سے شادی ہوئی
۱۶۵۸ء میں انتقال ہوا

۲ ولی محمد خور دسالی
میں انتقال کر گیا

۳ شہباز خاں یا اسماعیل

قادر صاحب

۱ کریم شاہ یا صفدر شاہ

۲ ٹیپو سلطان یا فتح علی خاں ۱۷۵۳ء میں
پیدا ہوا۔ ۱۷۸۲ء لغایت ۱۷۹۹ء
حکمران رہا

۱ غلام علی ۳ پسر اور دختر
امم بخش۔ اپسر

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

۱ محمد سلطان وفات ۱۲۳۹ھ بمطابق ۱۸۲۴ء

۲ محمد سلطان یا غلام محمد وفات ۱۲۴۰ھ بمطابق ۱۸۲۵ء

۳ میر الدین سلطان وفات ۱۲۵۳ھ بمطابق ۱۸۳۸ء

۴ جمیع الدین سلطان وفات ۱۲۵۵ھ بمطابق ۱۸۴۰ء

۵ سرور الدین سلطان وفات ۱۲۴۹ھ بمطابق ۱۸۳۴ء

۶ شکر الدین سلطان وفات ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۸ء

۷ محمد بک خان سلطان وفات ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۸ء

۸ محمد بن سلطان وفات ۱۲۴۹ھ بمطابق ۱۸۳۴ء

۹ سوز الدین سلطان وفات ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۸ء

۱۰ محمد بن سلطان یا دشاد خان وفات ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۸ء

۱۱ محمد خاں سلطان وفات ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۸ء

۱۲ فتح محمد یا حیدر علی سلطان وفات ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۸ء

۱۳ پسر ۱۴ دختر

ان کے علاوہ ٹیپو سلطان کی ایک بیٹی تھی جو
نواب حیدر حسین خاں سے بیاہی گئی۔

میسور کے راجاؤں کا شجرہ

حسب تحقیق لیون۔ بی۔ بوزنگ صاحب چیف کمشنر

وجیراج ۱۳۹۹ء

راج و دیار ۱۴۵۵ء تا ۱۴۶۱ء

چکا دیوراج یا دیوراج خورد ۱۴۶۱ء تا ۱۴۷۰ء

کنٹی رائے ۱۴۷۰ء تا ۱۴۷۶ء - گونگا راجہ

دودکرشن راج یا کرشن راج کلاں ۱۴۷۶ء تا ۱۴۸۳ء

چام راج متبے ۱۴۸۳ء تا ۱۴۸۶ء - قید میں مرا

چکا کرشن راج یا کرشن راج خود متبے ۱۴۸۶ء تا ۱۴۹۶ء

تيجراج ۱۴۶۶ء تا ۱۴۷۱ء

چام راج

چام راج کاروہلی والہ

دم گھونٹ کر مارا گیا

۱۴۷۱ء تا

متبے جس کو حیدر علی نے

۱۴۷۶ء

منتخب کیا تھا ۱۴۷۶ء تا

۱۴۹۶ء -

مادی کرشن راج یا کرشن راج سوم ۱۴۹۹ء تا ۱۵۰۸ء

متعلق شجرہ میسور

میسور پہلے کوئی بڑی ریاست نہ تھی۔ دجیراج مع اپنے بھائی کرشن راج کے دوارکار سے چل کر میسور پہنچا۔ اور میسور کے راجہ کی لڑکی سے شادی کی اور فتوحات کے ذریعہ سے دوسروں کے مقبوضات کو میسور میں یک کرتا رہا۔ دوسو برس تک اُس کی اولاد ایک چھوٹے رئیس کی طرح حکمران رہی۔ ۱۶۹۰ء میں راج و دیر نے جو دجیراج سے ساتویں پشت میں تھا جہانگیر کی زوال پذیر بادشاہت سے فائدہ اٹھایا۔ جس کا میسور برائے نام فرمانبردار تھا۔ اور سرنگاپٹم کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اُس کو پاے تخت بنایا۔ پھر اُس کے جانشینوں نے ملک کو بڑھانا شروع کیا۔ چکا دیو راج نے مغل شاہنشاہ اورنگ زیب کو راضی رکھنے کے لئے ۱۶۹۹ء میں ایک سفیر روانہ کیا۔ اورنگ زیب نے راجہ کو جگدیو کا خطاب عنایت کیا اور ہاتھی دانت کا ایک سنگا سن مرحمت ہوا جس پر میسور میں گدی نشینی کے وقت راجہ مفاخرت سے بیٹھتے تھے۔ اس نسل کا چکا کرشن راج پر خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد کے راجہ کاٹھ کی پٹی رہ گئے جن کو سلطنت کے سربراہ اور وہ لوگ اپنی مرضی کے موافق گدی نشین کرتے یا گدی سے اتار دیتے تھے۔

میرزا الدین خاں نظام اول



ارکاٹ کے نوابوں کا شجرہ

حسب تحقیق لیون۔ بی۔ بورنگ چیف کمشنر میسور

محمد سعید یا سعادت اللہ خاں لا اولہ
 ۱۷۳۲ء لغایت ۱۷۴۷ء
 دوست علی خاں برادرزادہ نواب سعادت اللہ خاں
 ۱۷۳۲ء لغایت ۱۷۴۷ء

دختر
 جس کی شادی حسین دوست خاں
 عرف چندا صاحب سے ہوئی

صفدر علی خاں
 ۱۷۴۷ء لغایت ۱۷۶۲ء
 قتل کیا گیا

محمد سعید خاں
 ۱۷۶۲ء لغایت ۱۷۷۳ء

انور الدین خاں
 ۱۷۷۳ء لغایت ۱۷۸۹ء

عبدالوہاب خاں

دالاجاہ محمد علی
 ۱۷۸۹ء لغایت ۱۷۹۵ء

محفوظ خاں

• عمۃ الامراء ۱۷۹۵ء لغایت ۱۸۰۸ء

یہ نام بورنگ صاحب کے شجرہ میں نہیں۔ دوسری جگہ سے لیا گیا +

پونا کے پیشوا کے خاندان کا شجرہ

حسب تحقیق لیون بی بورنگ صاحب چیف کسٹرن میسور

بالاجی وشوا ناتھ
۱۷۱۲ء لغایت ۱۷۲۰ء

۱

۲

چمناجی

بالاجی راؤ بلال
۱۷۲۰ء لغایت ۱۷۳۴ء

رگھوناتھ راؤ مارگھوبا
۱۷۴۳ء لغایت ۱۷۸۲ء

بالاجی بابجی راؤ
۱۷۴۰ء لغایت ۱۷۶۱ء

۱	۲	۳	۴
بالاجی راؤ	مادھوراؤ	نرائن راؤ	وشواش راؤ
رگھوناتھ	۱۷۶۱ء	۱۷۶۲ء	۱۷۶۱ء
۱۷۹۵ء	لغایت	لغایت	میں
لغایت	۱۷۶۲ء	۱۷۶۳ء	پانی پت کی
۱۷۸۱ء	قتل کیا گیا	قتل کیا گیا	جنگ میں
معزول کیا گیا	۱۷۸۲ء	۱۷۸۲ء	مارا گیا
۱	۲	۳	۴
دھوند و پنتھ	مادھوراؤ	نرائن	وشواش
نانا صاحب	۱۷۸۲ء	۱۷۸۲ء	۱۷۸۲ء
متبنے	لغایت	لغایت	۱۷۸۲ء
۱۷۵۴ء کے	۱۷۹۵ء	۱۷۹۵ء	۱۷۸۲ء
غدر میں باغی ہوا			

ان پانچوں شجروں کے اسماء متعلقہ واقعات کے بعد تین اور سربراہان
مسلمان سردار بنے۔ جن کے نام جاجا مندر کور ہوئے۔ نواب کڈاپہ۔ نواب کرنول
نواب شانور یا ساوا نور۔ ہندوؤں میں مراری راؤ گھوڑپارا مرہٹہ گٹھی پر
حکمران تھا۔ اور یہ سب کم سے کم نظام کے ماتحت تھے۔



لے یون بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میور لکھتے ہیں۔ پہلے
دو خاندان تو اب معدوم ہو گئے ہیں۔ لیکن ساوا نور کا نواب اب بھی ضلع
دھاڑوار احاطہ بھیٹی میں ایک ریاست کا مالک ہے۔ جس میں ۱۵۰ موضع
ہیں اور ۵۶۰ پونڈ مالگزاری ہے۔

لے سندور کا راجہ اسی سردار کی اولاد میں ہے۔ سندور اساط مدر اس ضلع
لاری میں واقع ہے۔ اس ریاست کا رقبہ ۴۰ میل مربع ہے اور ۵۰۰ پونڈ
آمدنی ہے۔ رامن درگ کا بلند مقام جہاں لوگ موسم گرما میں تبریل آ رہے
ہوئے کے لئے بنایا کرتے ہیں سندور ہی میں واقع ہے۔

نواب حیدر علی خاں کے آبائے عظام اور ابتداء سے عروج کے حالات کا ترجمہ و اقتباس حسب تحریر نشان حیدری فارسی تاتولہ حیدر علی خاں رحمۃ اللہ تک ❖

دلی کی سلطنت اور دکن کے حکمرانوں کا شہرہ قدردانی و آوازہ
فیض رسائی دور تک پہنچا ہوا تھا۔ اور شرفا عرب کے ساتھ اُن کی عقیدت
لازمہ مذہب بن رہی تھی۔ اکثر الوالعزم طبیعتیں اُن کی جانب متوجہ ہونے
کو اپنا ذریعہ کامیابی جانتی تھیں۔ اس لئے خیال کیا جاتا ہے۔ کہ شیو
سلطان کے اجداد والا نہاد بھی جو قریشی النسب عرب تھے اپنے وطن
سے چل کر پہلے دلی پھر دلی سے چل کر دکن میں پہنچے۔ اور قصبہ کولار میں
اقامت گزین ہوئے۔ وہ اس وقت میں زیادہ نامور نہ تھے جو تاربخوں
میں اُن کے نام مذکور ہوتے۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ قصبہ کولار

لے قصبہ کولار ریاست میسور میں واقع ہے۔ آج کل معدن طلا کی وجہ سے سرکار میسور
کو اس سے نفع کثیر حاصل ہوتا ہے اور فی زمانہ ریاست میسور اپنے حسن انتظام سے
تمام ہندوستانی ریاستوں میں ضرب الشل ہو رہی ہے +

میں رہتے اور عزت و احترام سے زندگی بسر کرتے تھے۔ بعض قضا کے منصب پر سرفراز ہوئے۔ ان میں ایک شیخ ولی محمد بھی تھے۔ جن سے سلسلہ نسب شروع ہوتا ہے +

شیخ ولی محمد

شیخ ولی محمد زیارت بقاع متبرکہ کی نیت سے صوفیانہ لباس میں دلی سے چل کر وار د گلبرگہ ہوئے۔ محمد ابراہیم عادل شاہ کے فرزند سلطان محمود

لے تاریخ لکھنے والے کے لئے یہ بات دشوار ہے کہ وہ اپنی قوم کے مقابلہ میں دوسری قوم کو اچھی آنکھوں سے دیکھے۔ یا ٹھنڈے دل سے دوسرے کی برتری پسند کرے۔ خصوصاً اُس حالت میں کہ جب تاریخ سے اپنی قوم کی بات بنانا منظور ہو۔ اسی لئے حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی تاریخ میں جو چالیس برس کے اندر پوری ہو جاتی ہے۔ مسلمان اور انگریزی مورخوں میں وہ اختلاف پایا جاتا ہے جو صرف قومی طرفداری کا خاصہ سمجھا جاسکتا ہے +

لیون بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور اس بات کے بھی روادار نہیں۔ کہ اپنے قومی حریف ٹیپو سلطان کو قریشی النسب ثابت ہونے دیں صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ ہند یا دوسرے ملک میں جب کوئی شخص (دیکھو) علی گلبرگہ شاہان بہمنیہ کا پائے تخت ہے۔ پھر شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات میں داخل ہوا۔ اب حضور نظام حیدر آباد خلد اللہ ملکہ کے (دیکھو صفحہ ۳۹)

حکمران بیجا پور کا زمانہ تھا۔ یہاں پہنچ کر شاہ بندہ نواز گیسو دراز کی علیشان درگاہ کے قریب سکونت اختیار کی۔ اور عبادت۔ ریاضت۔ تلقین و ارشاد میں جو صوفیہ کرام اور مشائخ عظام کا مسلک ہے مشغول ہوئے اور اپنے ہونہار فرزند محمد علی کو جو ساتھ لائے تھے علوم ظاہری و باطنی کی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۷) ایک تخت کا مالک ہو جاتا ہے تو اس کی عالی نسی کا پتہ لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ اور اسی لئے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کہ ہندوستانی مورخوں نے حیدر علی کے نسب کو مشہور خاندان قریش سے ملا دیا ہو۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حیدر علی کے اجداد میں ایک شخص ”حسن“ نامی جو بچپن کو اپنا مورث کہتا تھا۔ بغداد سے چل کر اجمیر میں آیا۔ یہاں اُس کے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام اُس نے ولی عظمیٰ رکھا۔ پھر وہ گلبرگہ کو چلا آیا۔ یہاں ولی عظمیٰ کے ایک فرزند تولد ہوا۔ اس کا نام علی محمد رکھا گیا۔ علی محمد آخر میں میسور کے مشرقی حصہ میں بمقام کولار چلا آیا۔ اور یہاں سکونت اختیار کی اور یہیں ۱۷۶۷ء میں انتقال کیا۔

(نوٹ) مسٹر ولکسن اپنی تاریخ جنوبی ہندوستان میں لکھتے ہیں کہ حیدر علی کا پردادا محمد بہلول ایک مسلمان درویش تھا جو تلاش محاش میں پنجاب سے دکن کو آیا تھا۔ اس کے دو بیٹے علی محمد اور ولی محمد اُس کے ہمراہ تھے۔ اور صوبہ حیدرآباد میں آگندہ کے مقام پر آباد ہوا۔ یہاں سے اُس کے بیٹے میسور میں بمقام تیسرا چلے گئے اور گورنر کی ماتحتی میں نوکری کر لی۔ وہاں سے وہ کولار کو چلے آئے۔ یہاں علی محمد کا انتقال ہوا۔ تب اُس کے بیٹے فتح محمد کو مع والدہ کے خاندانی مکان سے نکال دیا۔

تحصیل میں مشغول کیا۔ چند سال میں فضائل صوری و معنوی سے آراستہ نظر آیا۔ جلوت نے خلوت چاہی۔ اور متولی درگاہ کی صاحبزادی سے نکاح ہو گیا۔ زان بعد شیخ ولی محمد نے آخر عہد حکومت علی عادل شاہ میں بمقام گلبرگہ انتقال فرمایا۔ کلّ من علیہا فان و یبقے ربّک ذوالجلال و الاکرام یہیں شیخ محمد علی کے چار بیٹے پیدا ہوئے :- شیخ محمد الیاس۔ شیخ علی محمد عرف علی صاحب۔ شیخ محمد امام۔ شیخ فتح علی۔ شیخ محمد علی صاحب ایک مدت تک گلبرگہ میں اقامت گزین رہے۔ اپنے باپ ولی محمد کے بعد ان کا دل یہاں نہ لگا اور بی بی بیچوں سمیت گلبرگہ سے روانہ ہو کر بیجا پور گئے۔ اور محلہ مشایخ پورہ میں مقیم ہوئے۔ یہاں ان کے سات سالے

(بقیہ نوٹ ۳۷۵) قلمرو میں داخل ہے۔ صوبہ دار رہتا ہے۔ حضرت شاہ بندہ نواز گیسو دراز کا سنگین مقبرہ و مزار مع درگاہ و سجدہ نہایت مستحکم اور عالیشان عہد قدیم کا یادگار ہے۔ شاہ بندہ نواز شاہ نصیر الدین چراغ دہلی کے خاص مریدوں میں ہیں۔ پہلے اس درگاہ میں ہر درجہ اور طبقہ کے لوگ نہایت عقیدت سے حاضر ہوتے تھے اب بھی ارباب دکن کو خاص دلچسپی ہے۔ اور عام سیاح اس درگاہ کی زیارت کو جاتے ہیں نظام حیدر آباد کی طرف سے لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مصارف درگاہ کے لئے مقرر ہے اور ہر سال بڑی دھوم سے عرس ہوتا ہے۔ امراء و عمدہ داران سرکاری بھی شریک ہوتے ہیں۔ اور حضرت بندہ نواز کے احترام و تقدس سے گلبرگہ کو گلبرگہ شریف بولا جاتا ہے۔ گلبرگہ میں عہد قدیم کا مضبوط قلعہ ہے۔ جو اب گرتا جاتا ہے۔ اس قلعہ میں شاہنشاہ اورنگ زیب کی بنوائی ہوئی نہایت عریض و طویل مسجد (دیکھو صفحہ ۱۴۰)

یعنی اُن کی بی بی کے ساتھ بھائی ”شیخ منہاج الدین سپہ سالار“ والے بیجاپور کی رفاقت میں رسالہ دار تھے۔ وہ شیخ محمد علی کے آنے اور بہن بھائیوں کے دیکھنے سے نہایت خوش ہوئے۔ اور بہن کو عید ہو گئی۔ لیکن وہ کیا جانتی تھی کہ آج جس گھر میں عید ہو رہی ہے کل محرم کی صورت نظر آئے گی۔ اور ساری خوشی غم سے تبدیل ہو جائیگی۔ شادی خانہ عز خانہ بن جائیگا جسرت و ارمان سرپیٹتے نکلیں گے۔ جن بھائیوں کو دیکھ کر دل کی اُمنگیں جوش آرزو بن کر نکل رہی ہیں وہ گریہ ماتم بن کر آنکھوں کو خون رلائیں گی۔ جن پھڑپھڑے ہوئے بھائیوں کو خدا نے ایک مدت میں ملایا ہے وہ ایسے پھڑپھڑیں گے کہ پھر قیامت تک نہ مل سکیں گے تفصیل اس کی یہ ہے :- کہ بادشاہ دہلی کی فوج جو بیجاپور کی سرکوبی کو آ رہی تھی۔ اُس کے مدافعہ اور مقابلہ کے لئے والٹے بیجاپور نے شیخ منہاج الدین سپہ سالار کو مامور کیا اور شیخ منہاج الدین نے ان ساتوں بھائیوں کو اپنے ساتھ لیا۔ جن کی رفاقت اور بہادری پر پورا بھروسہ رکھتا تھا۔ آگے بڑھ کر سواد گلبہرہ میں مقابلہ ہوا۔ اور بہت سخت لڑائی ہوئی۔ اور اتفاق سے یہ ساتوں کے ساتوں وہیں کام آئے منہاج الدین کو ان کے مارے جانے سے دلی صدمہ پہنچا۔ ایسے بہادر رفیق رہیہ نوٹ ۳۹ ہے جس میں ہزاروں آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس مسجد کے انجیرنگ کو انگلش انجیر بھی تعریف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خاں بہادر فرمانرواے سلطنت آصفیہ حیدر آباد نے اس مسجد کی استرکاری کو از سر نو درست کرا دیا ہے جواب بالکل نئی معلوم ہوتی ہے +

کہاں ملتے ہیں۔ تمام فوج میں ان کی بہادری افسانہ ہو گئی۔ جو سستا
افسوس کرتا۔ بیجا پور میں اُن ساتوں بھائیوں کے مارے جانے کی خبر سے
شیخ محمد علی کے گھر میں کھرام مچ گیا۔ غمزدہ بہن اپنے سات سورما بھائیوں
کے مارے جانے پر سر پیٹنے لگی ۵

سات بھائی جسکے مارے جائیں تیغ دتیر سے

ایسے دروِ لادوا کو پوچھیے ہمشیر سے

واہ کیا پاس نک کا تھا جرات میں مزا

لذت زخم جگر پوچھے کوئی شمشیر سے

سارا محلہ سوگوار خاتون کی ہمدردی کرتا تھا۔ لیکن اُس کو کسی بات سے
تسکین نہ ہوتی تھی۔ گھر کے درو دیوار بھیانک معلوم ہوتے تھے۔ لاچار
شیخ محمد علی صاحب اپنی بی بی اور تمام لواحقین کو لیکن بیجا پور سے روانہ ہو
کر کرناٹک بالا گھاٹ ہوتے ہوئے قصبہ کولار میں پہنچے۔ جہاں پہلے بودو
باش تھی۔ شاہ محمد دھنی نے جو صوبہ دار سر کی طرف سے اس سرزمین کا حاکم
تھا اگلی شناسائی کی وجہ سے شیخ محمد علی کو نہایت تعظیم سے لیا۔ اور ایک
بڑا مکان اُن کے رہنے کے لئے مقرر کر دیا۔ بعد چند سے جب اس کو شیخ
محمد علی کے خصایل حمیدہ اور فضایل پسندیدہ پر اطلاع ہوئی۔ تو اُس نے

اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میں بھی شیخ محمد علی کے عزیز اور شناسا قصبہ کولار میں موجود
تھے جن کی کشش سے شیخ نے وہاں جانے کا قصد کیا اور شیخ کو گلبرگ اور بیجا پور سے زیادہ
وہاں کی جود و باش پر دلچسپی اور امنیت کا بھروسہ تھا +

اپنے تمام کاروبار شیخ کے سپرد کر دئے اور سارا نظم و نسق شیخ کے اختیار سے ہونے لگا۔ مدت مدید تک شیخ نے عزت و حرمت سے عمدہ طور پر گزران کی سندھ جبری میں شیخ محمد علی کا انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ صاحب کتاب حملات حیدری لکھتے ہیں کہ شیخ محمد علی نے قصبہ کولار کے ایک معزز سید پارسا کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا اُس کا نام فتح علی رکھا گیا۔ اور ایک لڑکی شیخ محمد علی کے انتقال کے بعد پیدا ہوئی فتح علی نے اپنے نانا کے گھر تعلیم و تربیت پائی۔ اس کے نانہالی سیادت کی وجہ سے اُس کو میر فتح علی کہتے تھے۔

شیخ الیاس۔ شیخ علی محمد۔ شیخ امام۔ شیخ فتح محمد یا میر فتح علی

کولار میں جب شیخ محمد علی کا انتقال ہوا۔ اُن کے چار بیٹے تھے۔ شیخ الیاس۔ شیخ علی محمد۔ شیخ امام۔ شیخ فتح محمد۔ جب یہ سن تمیز کو پہنچے۔ اُنکو اپنی ترقیا اور معاش خانہ داری کی فکر ہوئی۔ ان میں شیخ فتح محمد گرناتک (پایاں گھاٹ) کی طرف چلے گئے چندے تریاٹلی میں ٹھہرے۔ پھر روانہ ارکاٹ ہوئے وہاں ابراہیم خاں قلعہ دار کی وساطت سے نواب سعادت اللہ خاں صوبہ دار سے ملاقات کی اور دو سو پیادہ اور پچاس سوار کی جمعہ داری پر مامور ہوئے۔ محمد الیاس نے فوجی ملازمت کو اپنی خاندانی مشیخت کے خلاف سمجھا اور وہ سیرزادہ سید برہان الدین کی ملاقات کو تجا و ر چلے گئے۔ لیکن اپنی بی بی اور اپنے چار دہ سالہ لڑکے حیدر صاحب کو وہیں کولار میں چھوڑ گئے۔

وہاں جا کر ۱۵ سالہ ہجری میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ تب شیخ فتح محمد نے پیرزادہ موصوف کو آرکاٹ میں طلب کر کے اُن کی لڑکی سے اپنا نکاح کر لیا۔ اور اپنی سالی سے اپنے چھوٹے بھائی امام صاحب کا نکاح کر دیا۔ اور دونو بھائی ارکاٹ میں رہنے لگے۔

بعد چندے حیدر صاحب بن شیخ محمد الیاس کو راجہ میسور نے طلب کیا۔ اور وہ وہاں جا کر چار سو پیادہ اور ایک سو سوار کی افسری پر بہ لقب نایک مامور ہو گئے۔ اور ارکاٹ میں شیخ محمد سے کئی کام عمدہ بن پڑے جس سے نواب سعادت اللہ خاں کے دل میں زیادہ گنجائش ہو گئی اور جنگ چپچی متعلق کرناٹک (پایاں گھاٹ) میں ایک خاص بہادری اور جان نثاری ظاہر ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ راجہ ٹینگ اور نواب سے مخالفت نے بڑھ کر مخالفت کا درجہ حاصل کیا۔ وہ نواب کو خیال میں نہ لاتا تھا۔ اس لئے نواب نے ندی سکر اتیرتھ کے اس کنارے چار پانچ ہزار سوار اور بارہ تیرہ ہزار پیدل صف بستہ کر کے اُس پر اپنا اثر ڈالنا چاہا۔ راجہ نے نہایت جوش جو انردی سے عقل و ہوش کم کر کے صرف چودہ سواروں کے ساتھ اپنا گھوڑا اس چڑھی ہوئی پُر زور ندی میں ڈال دیا۔ اور نواب کے ہاتھی تک آ گیا۔ قریب تھا کہ نواب کے سینہ پر بھالا مارے۔ اس میں شیخ فتح محمد نے بڑھ کر اپنی تلوار سے لے پالیکار ان دکن کی اصطلاح میں نایک سپہ دار فوج پیادہ کو کہتے تھے۔ اور یہ ایک خطابی اعزاز سمجھا جاتا تھا۔

اس کا کام تمام کر دیا۔ اس بہادری کے جلد میں نواب نے علم اور تقاضا
مع فیل عنایت کیا۔ پھر نواب موصوف کا انتقال ہو گیا اور دوست علی خاں
صوبہ دار ہوئے جو نواب کے بھتیجے تھے۔ اُن سے اور نواب مرحوم کے لڑکے
صفدر علی خاں سے مناقشہ واقع ہوا۔ شیخ فتح محمد نے یہ حال دیکھ کر نوکری
سے استعفا دیدیا اور تعلقات کو کولار پہنچا کر میسور چلے گئے۔ یہاں اپنے
بھتیجے حیدر صاحب نایک کے ساتھ رہنے لگے۔ راجہ میسور نے اُن کے
آنے کی خبر سُن کر اُن کو بھی نایک کا درجہ عنایت کیا۔ لیکن اتفاق سے
وہاں بھی ارکان و اعیان میں خلاف پایا گیا۔ اور نظم و نسق ریاست میں
برہمی نظر آئی۔ اس لئے یہ وہاں سے کولار میں واپس آ گئے۔ یہاں ۱۱۳۱ھ
میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ شہباز صاحب نام رکھا گیا۔ دو سال بعد دوسرا
لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام ولی محمد رکھا لیکن وہ جلد انتقال کر گیا اور
شیخ فتح محمد کا دل بیکار بیٹھے بیٹھے گھبرایا۔

کولار سے نکل کر شیخ فتح محمد نایک نواب درگاہ قلیخاں صوبہ دار سرا
کے پاس گئے۔ اور منصب چار سو پیادہ اور ایک سو سوار پر مامور ہو کر
قلعداری قلعہ بالا پور پر مقرر کئے گئے۔ یہاں کی آب و ہوا عمدہ تھی شیخ
موصوف نے اپنے اہل عیال کو بھی یہیں طلب کر لیا۔ یہاں ۱۱۳۲ھ
میں ایک صاحبزادہ پیدا ہوا۔ اس کا نام حیدر علی رکھا گیا۔
صاحب تاریخ حملات حیدری نشان حیدری کے اس بیان کے
مقابلہ میں اپنی تحقیق کو یوں ظاہر کرتے ہیں کہ :-

اتفاق سے شیخ فتح محمد اور ان کی جمعیت سوار و پیادہ کی تنخواہ کا
 زرخیز صوبہ دار سرا پر چڑھ گیا۔ تب اُس نے میر علی اکبر خاں
 زمیندار خطہ سرا کے نام زرخیز کو رادا کرنے کا پروانہ لکھا۔ میر
 علی اکبر خاں فی الفور روپیہ نہ دے سکا اور چھ مہینے میں روپیہ
 ادا کرنے کا تمسک لکھ دیا۔ چھ مہینے پورے ہونے نہ پائے تھے
 کہ میر علی اکبر خاں کا انتقال ہو گیا۔ اور صوبہ دار سرانے انکا
 سب اثاثہ البیت اور نقد و جنس اپنے بقایا کے نام سے ضبط
 کر لیا۔ تب شیخ فتح محمد نے مرحوم کی بی بی سے اپنی بیبائی چاہی۔
 اس نے اپنی لاچاری کا اظہار کیا۔ اُس پر شیخ فتح محمد نے جنکو
 بوجہ سیادت خاندان والدہ کے میر فتح علی کہا جاتا تھا مرحوم کی بی بی
 کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اگر روپے کی سبیل نہیں ہو سکتی تو مجھ کو
 اپنی دامادی میں قبول کیجئے۔ اُس نے یہ درخواست منظور کر لی
 اور اس کی لڑکی ”مجیدہ بیگم“ سے میر فتح علی کی شادی ہو گئی اور
 اس نیکبخت اور پارسا بی بی کے آتے ہی آسمانی برکات کا نزول
 میر فتح علی کے گھر پر ہونے لگا۔ اور بعد چندے ۲۹ھ ہجری میں
 بمقام موضع ”دیونہلی“ قریباً قصبہ کوٹلار فرزند نخت بلند پیدا ہوا
 اور حیدر علی نام رکھا گیا۔

غالباً یہ روایت صحیح ہو۔ سی۔ بی بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور نے بھی
 اپنی تاریخ میں مجیدہ بیگم کے بطن سے حیدر علی کا پیدا ہونا لکھا ہے اور

اس نام کے متعلق صاحب تاریخ حملات حیدری لکھتے ہیں کہ میر فتح علی نے ایام محل میں اپنی بی بی کو حیدر علی شاہ درویش کی خدمت میں بھیجا اور فرزند کی دعا چاہی۔ حیدر علی شاہ نے دعا دی کہ انشاء اللہ فرزند نخت بلند پیدا ہوگا۔ اُس کا نام میرے نام پر رکھا جائے۔ مطابق اُس کے جب ولادت واقع ہوئی۔ تو صاحب زادہ کا نام حیدر علی رکھا گیا۔ مؤلف حملات حیدری نواب حیدر علی خاں کے خاندانی حالات کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں :-

نواب حیدر علی خاں بہادر کا نسب نامہ حسب تحقیق حملات حیدری

حسن بن تیجے جو عرب کے امیروں اور قریش کے رئیسوں میں جمال صورت اور کمال معنی کے اوصاف سے موصوف تھا ۳۵ برس کی عمر میں سلطنت عثمانیہ کی طرف سے شریف مکہ مقرر ہوا۔ اُس کے دو بیٹے محمد بن حسن اور علی بن حسن پیدا ہوئے۔ ان میں علی بن حسن نے دس برس کی عمر میں انتقال کیا اور محمد بن حسن نے ایک فرزند احمد بن محمد نام یا دگار چھوڑ کر ۳۵ ہجری میں انتقال کیا۔ ۴۵ ہجری میں علی بن حسن نے شریف مکہ بھی ۱۵ رمضان ۵۵ ہجری روز پنجشنبہ کو انتقال کر گیا۔ جب یہ خبر بارگاہ خلافت میں پہنچی تو فرزان

سلطانی داؤد پاشا کے نام شریف مکہ مقرر کرنے کے لئے صادر ہوا
 داؤد پاشا نے احمد بن محمد کو جو پندرہ برس کی عمر رکھتا تھا کمسن جانکر
 سید عبد الملک بن ابو عبد اللہ کو شریف مکہ مقرر کیا۔ احمد بن محمد یہ
 ماجرا دیکھ کر یمن کی طرف چلا گیا۔ کچھ دنوں عدن میں ٹھیرا پھر شہر
 صنعا میں داخل ہو کر وہاں کے حاکم کا مشیر با تو قیر بن گیا۔ بعد چند
 حاکم صنعا نے اپنی لڑکی کے ساتھ نکاح کر دیا اور تمام انتظام اُس
 کے ہاتھ میں سپرد کر دئے۔ بیس برس اس حال میں گزرے۔ پھر
 حاکم صنعا نے پانچ برس کا ایک لڑکا اپنے داماد کو سپرد کر کے
 انتقال کیا۔ وہ بعد انتقال فرمانروا سے صنعا کے تین سال تک
 احمد بن محمد کی صلاح میں رہا۔ پھر شیخ سالم بخرانی نے جو ایک چلتا
 ہوا شخص تھا۔ احمد بن محمد کی طرف سے اس کو مشکوک کر دیا۔ آخر
 ۹۱۱ ہجری میں اُس شریر النفس نے نوجوان والے صنعا کی
 مشورت سے اُس کو قتل کر دیا۔ اُس پر یہ بھی عرض کی کہ داناؤں
 کا قول ہے۔ آتش کشتن و اخلر گذاشتن کا رخر دمنداں نیست
 اس لئے مناسب ہے کہ اُس کا بیٹا محمد بن احمد بھی قتل کر دیا جائے
 اتفاق سے قبر نام ایک حبشی غلام اُس مقتول بیگناہ کا وہاں موجود
 تھا۔ اُس نے پس پردہ سے یہ باتیں سُن لیں اور اپنے ایک دوسرے
 رفیق ریحان نامی سے کہا کہ تو جیسے ہو محمد بن احمد کو بغداد لے جا۔
 میں ابھی آتا ہوں چنانچہ وہ اس کو لے کر بغداد کو روانہ ہو گیا۔

ادھر شیخ سالم محمد بن احمد کے گرفتار کرنے کو چلا۔ تاکہ اُس کو پکڑ
 کر اس کا کام تمام کرے۔ لیکن تک حلال قببر نے موقع پا کر وہیں
 اپنے مالک کا بدلے لیا یعنی اس کو تلوار سے قتل کر دیا۔ لیکن پھر
 وہ بھی گرفتار ہو کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا گیا۔ ادھر ریحان منزل
 بمنزل چلتا ہوا محمد بن احمد کو بغداد لے پہنچا اور طاہر آفندی کے
 گھر میں اتار دیا۔ طاہر آفندی نے اس کو بڑی خاطر سے رکھا۔ بعد
 چندے اس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ اُس سے تین
 لڑکے عبدالوہاب۔ عبدالرزاق۔ عبدالغنی پیدا ہوئے۔ اور ۹۶۸ھ
 میں محمد بن احمد نے انتقال کیا۔ زراں بعد عبدالوہاب اور عبدالرزاق
 لا ولد فوت ہوئے۔ اور عبدالغنی جس کی شادی آغا محمد طاہر نام
 ایک سوداگر کی لڑکی سے ہوئی تھی ایک بیٹی اور ایک بیٹا چھوڑ
 کر ۱۰۳۰ھ ہجری میں انتقال کیا۔ پھر سوداگر کے بیٹے ابراہیم نے
 ۱۰۴۰ھ ہجری میں انتقال کیا۔ اس کے تین لڑکیاں اور ایک بر
 کا ایک لڑکا حسن بن ابراہیم نام تھا۔ اس کے بچپن میں سوداگر
 کے گماشتوں نے تمام روپیہ خورد برد اور ہر سامان کو تغلب و
 تصرف سے ضائع کر دیا۔ جب یہ لڑکا سن تمیز کو پہنچا تو اپنے باپ کے
 تمول اور اپنی موجودہ حالت پر غرت کھا کر خود دو تین ہزار روپیہ
 بچ رہا تھا اُس کو لیکر اپنی ماں بہنوں سمیت ہندوستان کو روانہ
 ہوا۔ اور اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ کے زیر اثر رہنے

رہنے لگا۔ آخر کار متولی درگاہ نے اُس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ اُس کی بی بی کو چھ مہینے کا عمل تھا کہ حسن بن ابراہیم نے سترہ سالہ بھری میں رحلت کی۔ اُس کے بعد اُس کی بی بی کے شکا پیدا ہوا۔ نانانے اُس کا نام ولی محمد رکھا۔ جب وہ سن شبب کو پہنچا۔ تو اُس کی پھوپھی بہن کے ساتھ شادی ہوئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بعد اُس کے ولی محمد بسبب ناچاقی کے جو اُس کے اور اُس کے خسر کے درمیان واقع ہوئی وہاں سے برداشتہ خاطر ہو کر مع اپنے فرزند کے جس کا نام محمد علی تھا شاہ جہان آباد کو چلا گیا۔ چند سے وہاں قیام کیا۔ پھر وہاں سے گلبرگہ شریف میں آیا۔ اور یہاں اپنے لڑکے محمد علی کی شادی سید معصوم صاحب (سجادہ نشین سید محمد گیسو دراز) کی لڑکی سے کر دی اور خود وہیں انتقال کیا۔ محمد علی بعد انتقال اپنے والد کے اپنی بی بی کو لیکر بیجا پور۔ کرناٹک۔ بلا گھاٹ ہوتا ہوا قصبہ کولار میں مقیم ہوا +

اس کے چار لڑکے پیدا ہوئے :-

شیخ محمد الیاس۔ شیخ محمد۔ شیخ امام۔ شیخ فتح محمد +

محمد علی نے ان کو یادگار چھوڑ کر ستر سالہ بھری میں رحلت کی۔ اُس کا بڑا بیٹا محمد الیاس اپنے چھوٹے بھائیوں کا جگہ گیراں رہا۔ بعد چند سے فتح محمد وہاں سے برخاستہ خاطر ہو کر کرناٹک کو چلا گیا۔ اور محمد الیاس اپنے

بھائیوں کو مع ایک فرزند کے جس کی عمر چار برس کی تھی اور حیدر صاحب نام تھا وہیں کو لارنچھوڑ کر تنجا اور گو گیا۔ اور ۱۱۲۹ھ ہجری میں انتقال کیا تب شیخ فتح محمد نے جو شہر ارکاٹ میں تھا تنجا اور سے ہرمان الدین میرزا کے کو بلا کر اُس کی لڑکی سے جو ابراہیم صاحب کی بہن تھی اپنا نکاح کیا اور اپنی بی بی کی بھانجی کے ساتھ اپنے بھائی امام صاحب کی شادی کر دی۔ بعد ازاں وہ عورتوں کو کو لار میں چھوڑ کر میسور کو چلے گئے وہاں دو سال میں اُن کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک شہباز صاحب دوسرا ولی محمد۔ لیکن ولی محمد نے ایام شیرخوارگی ہی میں انتقال کیا۔ اُس کے صدمہ سے شیخ محمد کا دل و ہاں نہ لگا اور بالاپور میں جا رہے۔ اور ۱۱۲۹ھ ہجری میں بمقام دیون پٹی اور ایک فرزند فریدون پیدا ہوا اور حیدر علی نام رکھا گیا +

ولادت حیدر علی خاں

واقعات ما بعد

حیدر علی کے پیدا ہونے پر بنجیوں نے کہا کہ اگرچہ یہ لڑکا صاحب تخت و تاج ہو کر رہے گا۔ لیکن اس کا باپ جلد مر جائے گا۔ اس زایچہ کو سن کر عورتوں نے کہا کہ اس لڑکے کو مار ڈالنا چاہیئے۔ لیکن میر فتح علی نے

کہا کہ میں اس سے اپنی جان کو زیادہ عزیز نہیں جانتا اور نہ ایک معصوم کا خون لینا گوارا کر سکتا ہوں۔ اور نہ مشیت ایزدی کے خلاف کچھ ہو سکتا ہے تب اس کی پرورش اور حفاظت بڑی سرگرمی سے ہونے لگی۔

جب درگاہ قلی خاں معزول ہوئے تو نواب عابد خاں حاکم سرا کے وقت میں راجگان میسور و بڈنور نے متفق ہو کر قلعہ بالا پور کو مستحضر کر لینا چاہا۔ اور حیدر علی کی معرفت میر فتح علی کو پیغام دیا گیا کہ وہ قلعہ سپرد کر دیں۔ میر فتح علی نے کہا کہ جب تک جان میں جان ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ بات شیوہ نمک حلائی سے دور ہے۔ اور آخر کو میر فتح علی نے آئی ہوئی فوج کو شکست دی اور سردار فوج واپس گیا۔ اور میر فتح علی نے جو سامان اس کا ہذریعہ غنیمت جنگ حاصل کیا تھا وہ صوبہ دار سرا کے پاس بھیج دیا۔ عابد خاں صوبہ دار میر فتح علی کی اس نمک حلائی اور بہادری اور دیانت سے بہت ہی خوش ہوا اور منصب دوہزار پیادہ اور پانسو سوار مع فیل و نقارہ و علم پر سرفراز کیا۔ اور ان سے ہر باب میں صلاح و مشورہ کرنے لگا۔ جب درگاہ قلی خاں دوسری مرتبہ صوبہ دار مقرر ہوئے۔ تو انہوں نے تمام مہمات صوبہ داری کو میر فتح علی کے سپرد کر دیا۔ لیکن وہ مارا گیا۔ تب میر فتح علی اُسکے بیٹے

لے دکن میں ہندوؤں کی کثرت اختلاط سے نجوم و رمل کا بڑا چرچا تھا۔ عوام میں یہ عقیدہ اب بھی موجود ہے۔ ایک مرتبہ ایک نجومی پنڈت نے کہہ دیا کہ اب کی حیدر اگر روز مقررہ پر کی جائیگی تو اعلیٰ حضرت پر بھاری ہوگی۔ اُس کے کہنے سے تاریخ بدل دی گئی۔ اور حیدر آباد میں دوسرے دن عید منائی گئی۔ لیکن اب ان خیالات میں کمی ہوتی جاتی ہے۔

عبدالرسول خاں کے شریک ہو گئے۔ اور عہد الرسول نو مہینے تک کام کرتا رہا۔ پھر نواب طاہر محمد خاں صوبہ دار آگئے جو رخصت پر تھے۔ اور عبدالرسول خاں حیدر آباد چلے گئے۔ اور یہاں ان صوبہ داروں کے متوسلوں میں ایک دوسرے کے خلاف شورش پیدا ہوئی اور نوبت جنگ پہنچی۔ اس دو عملی میں شیخ فتح محمد یا میر فتح علی بھی مارے گئے۔ اور یہ واقعہ ۱۲۳۰ھ ہجری میں واقع ہوا۔ شیخ فتح محمد کے اہل و عیال وہیں بالاپور میں تھے۔ جب یہ خبر عباس قلی خاں بن درگاہ قلی خاں کو پہنچی جو بالاپور کا حاکم تھا اُس شقی و ظالم نے اُن کو اور زیادہ بتلائے مصیبت کیا۔ اور تمام سامان ثروت و امارت جتنے کہ اجناس و ظروف ہمارے ہمارے پوشیدہ بھی لوٹ لئے گئے۔ اس ظلم کے علاوہ شیخ فتح محمد کے دونوں صاحبزادوں یعنی شہباز صاحب کو جو آٹھ نو برس کے تھے۔ اور حیدر علی کو جو تین چار برس کا بچہ تھا دو بڑے بڑے نقاروں میں قید کر کے اوپر سے چڑھامندھوا دیا۔ ہوا جانے کو نقاروں میں سوراخ کرا دئے۔ اور وہ نقارے بجانے کا حکم دیا۔ اہلیہ شریفہ شیخ فتح محمد (مادر فرزند ان موصوف) اس در ماندگی اور لاچارگی میں اٹھارہ ہزار روپیہ زربقیا کی فکر نہ کر سکی جو اُس ظالم حاکم نے باقی بتایا۔ آخر کار اُس عقیفہ نے یہ خبر حیدر صاحب کے پاس سریرنگ پٹن کو بھیجی۔ وہاں سے انہوں نے راجہ میسور کی سفارش کرائی اور وہ روپیہ بھجوا کر شہباز صاحب اور حیدر علی کو مع مادر گرامی کے اپنے پاس سریرنگ پٹن میں

طلب کیا۔ دوسری روایت ہے کہ ارکاٹ کے ایک ساہوکار نے وہ رتو دیا۔ اور ان دونوں لڑکوں کو اُس کے بدلے اپنے پاس بطور رہن کے رکھ کر ارکاٹ لے گیا۔ اور اُن کی والدہ کو حیدر صاحب کے پاس سرینگ پٹن کو بھیج گیا۔ پھر حیدر صاحب نے وہ اٹھارہ ہزار روپیہ اُس ساہوکار کو ادا کر کے لڑکوں کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ اور اپنے بچوں کی طرح اُن کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہوا۔ فنون سپہ گری مثل شمشیر زنی۔ کمنڈ افگنی۔ نیزہ بازی۔ اسپ تازی۔ تفنگ اندازی وغیرہ میں ایسا مشاق کر دیا کہ سپاہیوں کی نگاہیں پڑنے لگیں۔ پھر شہباز صاحب اپنے چھوٹے بھائی حیدر علی کو اپنے ساتھ لیکر یاں گھاٹ چلے گئے اور نواب عبدالوہاب خاں پر اردو خوردنواب محمد علی خاں والا جاہ کے پاس سرداری ہزار پیادہ اور دو سو سوار پر مامور ہو گئے۔

اس عرصہ میں راجہ میسور نے سات ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ سے پالیکاران (راجگان) شرقی میسور پر فوج کشی کر کے اُن کے ممالک پر قبضہ کر لیا۔ بلکہ رفتہ رفتہ صوبہ سرا کے قریب ہی ایک علاقہ پر قابض ہو گیا اور علی صاحب نایک بن حیدر صاحب (کلاں) کو تین سو پیادہ اور شتر سوار مع فیل و تقارہ دیکر اُس طرف کے بندوبست پر مامور کیا۔ اُس وقت حیدر صاحب نے موقع دیکھ کر شہباز صاحب اور حیدر علی کو پھر اپنے پاس طلب کر لیا۔ اور نندراج وزیر میسور سے ملاقات کرائی وزیر مذکور نے شہباز صاحب کو سو پیادہ اور پچاس سوار کی افسری

پر مقرر کر دیا۔ بعد چندے حیدر صاحب دیون ہٹی تعلقہ بالا پور خورد کے محاصرہ کو گئے۔ وہاں زخمی ہوئے۔ اور اُس زخم سے انتقال کیا۔ تب اُن کا منصب اور کاروبار بھی شہباز صاحب کے سپرد ہوا۔ اور بندوبست تعلقہ مذکور پر مامور ہوئے۔ اور اپنے متعلقوں کو کولار سے وہیں بلالیا۔ اور حیدر علی نے سریرنگ پٹن میں وہ سلامت روی اور خودداری اختیار کی کہ سب ارکان و اعیان خصوصاً نندراج وزیر جو راجہ کا خسر بھی تھا نہایت خوش رہے۔ نندراج ہمیشہ اپنے سامنے رکھتا تھا۔ جب ۱۹ برس کی عمر ہوئی تو پیرزادہ شاہ میاں ساکن صوبہ سرائی لڑکی سے نکاح کیا۔ اُس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لیکن بعض بے احتیاطیوں سے ماں کو فالج ہو گیا۔ تب بعد چندے اُس نیک بی بی نے اپنے خاوند حیدر علی کو دوسری شادی کرنے کی اجازت دی۔ اور میر علی رضا خاں کی ہمشیر سے شادی ہو گئی۔ اور حیدر علی نے اپنی بی بی کی لڑکی کو میر علی رضا خاں سے بیاہ دیا۔

خیر یہ تو ایک درمیانی جملہ تھا۔ اب پھر میسور میں حیدر علی کی ترقی کا حال سنئے کہ نندراج کو پایاں گھاٹ (جنوبی میسور) کلی کوٹ کو بمبٹور پال گھاٹ و نڈکل وغیرہ کا انتظام پیش آیا۔ کیونکہ وہاں کے نایاروں نے بڑی شورش مچا رکھی تھی۔ اس لئے نندراج حیدر علی خاں کو مع لشکر ساتھ لیکر روانہ ہو گیا۔ وہاں حیدر علی خاں سے ایسے بہادرانہ کام ظور پذیر ہوئے کہ نندراج نے عام دربار میں تعریف کی اور اُس کے

جلد و میں فیل - علم - نقارہ - پالکی نشان غایت ہوا - اور حیدر علی کو
 باقاعدہ فوج بھرتی کرنے کا حکم دیا - چنانچہ حیدر علی نے چار ہزار سپاہی
 اور ڈیڑھ ہزار سوار نوکر رکھ کر ان کو فوج خاص سے نامزد کیا - اور
 انگریزی قواعد کا مشاق بنادیا +

۲۰ - ذی الحجہ اول ساعت روز شنبہ ۱۱۶۳ھ ہجری قصبہ دیون ہلی میں
 صاحبزادہ پیدا ہوا - چونکہ اس سے پہلے ٹیپوستان درویش سے لڑکا
 پیدا ہونے کی التجا کی گئی تھی - اس لئے اس لڑکے کا نام اُن کے
 نام پر ٹیپو سلطان رکھا گیا +

اسی سال کے آخر میں نواب نظام الملک ناصر جنگ نے نواب
 انور الدین خاں ناظم آرکاٹ کے قتل کا انتقام لینا چاہا - جو بے سبب
 بہ ایت محی الدین خاں مظفر الدولہ ہمشیرہ زادہ نواب موصوف کے
 دست ظلم سے بہ اغواء حسین دوست خاں عرف چندا صاحب میدان

لے لیون - بی - بورنگ صاحب چیف کسٹرمیو رسی - ایس آئی اپنی تاریخ
 میں لکھتے ہیں کہ وضع حمل سے کچھ قبل فخر النساء (خطاب زوجہ ثانی) درویش حنا
 کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دعا چاہی - جب لڑکا پیدا ہوا تو درویش صاحب
 ہی کے نام پر اُس کا نام رکھا گیا - اُس کے مزار کے کتبہ میں ٹیپو لکھا ہوا ہے
 درویش صاحب کا نام ٹیپوستان اولیا تھا - اُن کا مقبرہ آرکاٹ میں ہے جس پر
 تاریخ تعمیر ۱۱۶۳ھ ہجری مطابق ۱۷۸۹ء لکھی ہوئی ہے - یہ مقبرہ نواب سعادت اللہ
 خاں کا تعمیر کرایا ہوا ہے جس کا ۱۱۶۳ھ میں انتقال ہوا +

امبور گڑھ ۱۱۶۲ھ ہجری میں قتل ہوا۔ اور چند اصحاب نے فرانسیسوں کی حمایت سے تمام صوبہ آرکاٹ پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اور اُس صوبہ کا انتظام خود کرنا قرار دیکر کرناٹک کو روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر بالاکھاٹ کے سب پالیکاروں اور نواب دلاور خاں صوبہ سرکومع سامان جنگی حضور میں طلب فرمایا۔ اُن میں نند راج وزیر میسور بھی تھا۔ جو ایک عمدہ شکر لیکر مع حیدر علی خان کے نواب نظام کے سامنے حاضر ہو کر شریک معرکہ ہو گیا۔ لیکن نواب موصوف فتور و سازش افغانہ کر پے۔ کنول سے میدان جنگ پہنچی میں مارا گیا۔ یہ واقعہ ۱۱۶۴ھ ہجری میں پیش آیا۔ تب سب پالیکار اپنے اپنے مستقر کو لوٹ گئے۔ لیکن حیدر علی خاں نے تھوڑا توقف کر کے تین چار اونٹ خزانہ عامرہ کے لوٹ کر خرچ راہ پیدا کیا۔ اور وہاں سے سرہنگ پٹن پہنچ کر وہ رقم اپنے خزانہ میں داخل کی۔

حیدر علی خاں کی ترقی اقبال کا آغاز

واقعات ۱۱۶۵ھ ہجری

چک کرشن راج مسند آریے میسور کے زمانہ میں راجہ کی غفلت اور بے پرواہی اور نند راج کی خود مطلبی اور خویش تن آرائی سے تمام

در بار بیقاعدہ ہو رہا تھا۔ اور تمام ممالک میسور میں بد نظمی پھیلی ہوئی تھی
 ماتحت پالیکاروں نے شورش برپا کر رکھی تھی۔ محاصل ملک کا روپیہ
 وصول نہ ہوتا تھا۔ پونا کے مرہٹے اور حیدر آباد کے نظام ملک میسور پر
 دانت لگائے ہوئے تھے۔ دیوراج براور نندراج نشہ خود سری میں
 مست ہو رہا تھا۔ وہ راجہ تک کو خیال میں نہ لاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ
 اُس نے راجہ کے محل کے سامنے توپ لگا کر نو اس میں کئی گولے چھوڑے
 تھے جس سے رانیوں میں تہلکہ پڑ گیا تھا۔ راجہ کی بات نہ مانی جاتی تھی
 اُس کا کچھ رعب نہ تھا۔ اکثر بُرائیاں نندراج کی وجہ سے دبا دی جاتی
 تھیں۔ مگر اس سے بھی لوگ رنجیدہ تھے۔ کیونکہ اکثر فوج کی تنخواہ آٹھ
 آٹھ نو نو مہینے چڑھ جاتی تھی۔ چنانچہ جب نندراج میدان جنگ چھی
 لوٹا تو اثنارہ میں گنگارام فوجدار باغی ہو گیا۔ اور دوسرے کئی پالیکاروں
 اور زمینداروں کو اپنی طرف ملا کر عام بغاوت پھیلا دی۔ تب نندراج
 نے شہباز صاحب اور حیدر علی خاں کو اُس شورش کے دور کرنے کو روانہ
 کیا۔ یہ دونوں فوج کے گئے اور گنگارام کو قید کر لیا۔ اور کتنے فتنہ پرداز
 قتل کر ڈالے۔ اور دو مہینے میں کوہچہ۔ ہولی وگ۔ چن وگ۔ رتن گیری
 راسے کوٹ۔ ہسور کا انتظام کر کے اپنے بھائی کے مقرر کردئے۔ اور قلعوں
 پر معتمد قلعہ دار مامور کئے۔ اور کئی ہاتھی اور اونٹ روپوں سے بھر کر لے
 آئے۔ نندراج اس کارگزاری سے بے انتہا خوش ہوا +

نواب محمد علی خاں کی ملک کو نندراج وزیر میسور کا ترجیا پالی کو جانا اور حیدر علی خاں کا جوہر مردانگی دکھانا

واقعہ ۶۶ الہ بھری

سراج الدولہ والا جاہ نواب محمد علی خاں بن نواب انور الدین خاں
شہید جو اپنے باپ اور نواب نظام نادر جنگ کے مارے جانے سے
قلعہ نتھرنگر (عرف ترجیا پالی) میں پناہ گزین تھا۔ اور حسین دوست خاں
(عرف چند اصاحب) فرانسیسوں کی حمایت سے تمام ملک آرکاٹ قصبہ
پاچکا تھا۔ اب چند اصاحب کو یہ خیال ہوا کہ نواب محمد علی خاں کو یہاں
سے بھی نکال دینا چاہیئے۔ اس ارادہ سے چھ ہزار سوار اور بارہ ہزار پیاد
لیکرمع ایک بدرقہ فوج فرانسس کے ترجیا پالی کو گیا۔ اور قلعہ مذکورہ کا
حصارہ کر لیا۔ تب نواب محمد علی خاں نے اپنے بڑے بھائی نواب مھوڑ خاں
شہامت جنگ کو نندراج وزیر میسور کے پاس روانہ کیا۔ اور پیغام

دیا کہ اگر تم اس وقت میری مدد کرو گے تو بعد ہزیمت غنیمت و بند و بست صوبہ آرکاٹ قلعہ ترجپالی مع اُس کے متعلقات توابع کے تم کو دیدیا جائے گا۔ اسی طرح انگریزوں کو بصورت کمک کے چند تعلقے دینا قبول کر کے کمک طلب کی۔ راجہ میسور اس رحمت میں نہ پڑنا چاہتا تھا۔ لیکن نندراج وزیر اپنی خود مختاری کے حوصلہ پر سات ہزار سوار اور بارہ ہزار پیادہ مع توپخانہ و سامان حرب و ضرب لیکر روانہ ترجپالی ہوا حیدر علی خاں کو بھی مع ان کی جمیعت کے ساتھ لے گیا۔ حیدر علی خاں ہر لڑائی میں دوسروں سے آگے ہوتا تھا۔ اور فرانسیسوں کے لشکر اور چندا صاحب کی فوج پر بار بار شکنجوں مارتا تھا۔ اور جو ملتا تھا لوٹ لاتا تھا۔ ایک مرتبہ فرانسیسوں سے دو توپیں چھین لایا۔ اس عرصہ میں منکارانی نام ایک عورت کی بابت چندا صاحب قتل کر دیا گیا۔ جس سے اُس کی سب آرزؤں کا خاتمہ ہو گیا۔ اور نواب محمد علی خاں کی بن پڑی۔ فرانسس پھلجری کو چلے گئے +

لیکن حیدر علی خاں نے بطور خود اُن کو اپنا دوست بنا لیا تھا۔ اب نندراج وزیر میسور نے نواب محمد علی خاں سے اُس کے اقرار کے موافق قلعہ ترجپالی خالی کر دینے کی درخواست کی۔ محمد علی خاں دوسرے پیرایہ میں اُس سے انحراف کرنے لگا۔ اُس سے طرفین میں رنج پیدا ہوا۔ اور ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ اس وقت نندراج کو بڑی بھالت پیدا ہوئی کیونکہ اس نے راجہ کے خلاف تین لاکھ ہون (سکہ طلائے)

خرچ کر دئے۔ اور کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اس شرم سے وہ میسور کو نہ گیا۔ سستی منگل میں جا بیٹھا۔ راجہ نندراج کی خود سرانہ کارروائی سے سخت ناخوش ہوا کیونکہ اُس نے نوہینے سے فوج کی تنخواہ نہ بھیجی تھی۔ اس لئے فوج اپنی تنخواہ کے لئے بیچین تھی +

انہیں دنوں میں بالاجی راؤ ناناسپہ سالار افواج پونانے دیہے تنگ بھدر کے اس طرف آکر صوبہ مسرا کا بندوبست کیا۔ اور نواب لاہور خاں کو پرگنہ گولار جاگیر میں دیکر بلونت راؤ مرہٹہ کو صوبہ دار مقرر کیا۔ اور ملک میسور کے تفرقہ کا حال سنکر میسور کی جانب متوجہ ہو گیا۔ تمام قلعہ جات پر قبضہ کر کے اپنے قلعہ دار مقرر کر دئے۔ راجہ میسور نے دیکھا کہ غنیم نہایت زبردست ہے۔ اور میری فوج نندراج کے پاس ہے اور اب میرے پاس سوائے قلعہ بنگلور اور ماگری ورگ اور سرسینگ پٹن کے کوئی بڑا مقام باقی نہیں۔ تب اُس نے ایک کروڑ روپیہ دینا منظور کر کے اُس بلا کو دور کیا +

سستی منگل میں نندراج کو فوج والوں نے بہت ستایا۔ تب اُس نے حیدر علی خاں سے اپنی عزت بچنے کی صلاح پوچھی اور اُس سے ایسے وقت میں کچھ کام آنے کی درخواست کی۔ حیدر علی خاں نے فوج والوں کو مشعارف اور گستاخی سے روکا۔ اور لوٹ مار سے کچھ روپیہ فراہم کر کے دیا۔ پھر مع اپنی جمیعت کے چند متمول اور متمرد پالیکاروں کے علاقے میں پہنچ کر اُن سے روپیہ وصول کیا۔ اور ایک سال میں اقوام نایما راود

ماپلہ کو جو تجارت پیشہ تھیں زیرِ وزیر کر کے نزدِ کثیر حاصل کیا۔ اور چند ممالک کو فتح کر کے اپنا انتظام قائم کیا۔ اور اُن راجوں کے اسباب و خزاہین کو ضبط کر کے اُن کو گرفتار کر لایا۔ و قس علیٰ ہذا۔

آخر کو اُن فتوحات کے بعد نندراج کے سامنے آیا۔ نندراج بے انتہا خوش ہوا۔ اور سب شرم و خجالت کو ایک خط مبارک باد و تسخیر ممالک یا لیکارانِ باغی کا لکھ کر مع ایک کروڑ روپے کے اپنے آقا و داماد راجہ میسور کے نام روانہ کیا اور بعد چندے حیدر علی خاں کو ڈنڈ کل اور پال گھاٹ وغیرہ کے انتظام کو مع فوج روانہ کیا۔ جب نندراج کا خط مع کروڑ روپیہ راجہ کے پاس پہنچا تو وہ عقدہ فرو ہوا۔ اور نندراج کو دارالریاست میں آنے کے لئے لکھا گیا۔ وہ دو برس کے بعد دارالریاست میں آکر اپنے اہل و عیال سے ملا۔ پھر حیدر علی خاں بھی اپنے کارِ مفوضہ کو جلد ختم کر کے سرسنگ پٹن میں آگیا۔ اور مانا منڈف میں مقیم ہوا۔ اُس وقت میسور کا یہ حال تھا کہ راجہ میسور نے مرہٹوں کو ایک کروڑ روپیہ دینا کہہ کر واپس کر دیا تھا۔ لیکن اُن کے تھانے جا بجا قائم اداؤں کے قلعہ دار تمام قلعوں کے حاکم بن رہے تھے۔ اور علاقہ جات کا روپیہ بھر وصول کرتے تھے۔ اور دربارِ لونا کی طرف سے بلونت راڈ صوبہ دار صوبہ سراموقوف ہو کر اُس کی جگہ گوپال راڈ مرہٹہ ناظمِ سرچ کے انتظام صوبہ داری سرا کے لئے مقرر ہوا تھا۔ اور اُس گوپال راڈ نے قلعہ بنگلور کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ لیکن سرنیواس راڈ قلعہ بنگلور نہ کھوار دولت میسور

کی تندہی سے فتح ہونے میں کچھ دیر باقی تھی۔ جب نندراج اور حیدر علی خاں
سویرنگ پٹن میں پہنچ گئے تو راجہ اور اہل دربار کو ایک نئی زندگی
کی اُمید ہوئی +

سواد بنگلور میں گویاں راؤ کا حیدر علی خاں سے شکست پانا

واقعات ۱۷۹۲ء ہجری

راجہ نے حیدر علی خاں کی سرگرم اور بہادرانہ خدمات پر خان
کا خطاب مع خلعت فاخرہ و جواہر گراں بہا عنایت فرما کر گویاں راؤ
کی ہزیمت کو روانہ کیا۔ حیدر علی خاں بہادر پانچ ہزار سوار اور بارہ
ہزار سپاہی قواعد دان اور سات ضرب توپ مع ساز و سامان لیکر
روانہ بنگلور ہوئے۔ اور وہاں جا کر سواد چن پٹن میں ٹھہرے۔ گویاں راؤ
پندرہ ہزار سوار سے معرکہ آرا ہوا۔ حیدر علی خاں نے دن کو طح دیکر
رات کو شیخون مارا۔ اس شیخون کا یہ اثر ہوا کہ فوج مرہٹہ کے سوار اپنا
اپنا اسباب چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اور اکثر سامان فوج حیدر علی کے قبضے
میں آیا۔ پھر حیدر علی خاں نے وہاں سے کوچ کر کے سواد بنگلور میں

کیمپ قائم کر دیا۔ اور قلعہ بنگلہ پور سے حیدر علی خاں کے آجانے کی خوشی میں توپیں سر کی گئیں۔ تب گوپال راؤ نے اپنا کیمپ وہاں سے اٹھا کر کئی میل دور لیجا کر قائم کیا۔ صبح کو حیدر علی خاں نے گولہ باری سے کام لیا۔ نتیجہ یہ کہ وہ بہت سا اسباب چھوڑ کر بھاگ گیا اور حیدر علی خاں وہ سب اسباب اٹھوا کر اپنے کیمپ میں آگئے۔ اس عرصہ میں پونا سے خبر آئی کہ دوسواں راؤ بہاؤ فرزند بالاجی راؤ نانانے جو تین لاکھ سواویہ پیادہ لیکر دلی پر گیا تھا۔ پانی پت کے میدان میں احمد شاہ درانی کی فوج سے شکست پائی اور تمام فوج مقتول و مجروح ہو گئی۔ اس خبر کو سن کر بالاجی راؤ پیشوا مجنوں ہو کر مر گیا۔ تمام پونا میں تہلکہ برپا ہے۔ یہ خبر سنکر گوپال راؤ کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اور مع باقی لشکر ترسرا کو مراجعت کی۔ اور ملک میسور سے اپنے سب بھائی اٹھائے۔ اور جس جس قلعہ میں فوج مرہٹہ یا جس جس پر گنہ میں مرہٹہ عامل موجود تھے۔ اُن کو حیدر علی خاں نے کسی کو تہدید سے اور کسی کو جنگ کر کے وہاں سے نکال دیا اور اپنا انتظام قائم کیا۔ اور ایسی نکلیاں فتح و کامیابی سے سریرنگ پٹن میں واپس آیا۔

نندراج وزیر میسور کی موقوفی اور کھنڈے راؤ بزمین کی ماموری حیدر علی خاں کی معرفت

واقعات ۱۷۹۹ء ہجری

جب حیدر علی خاں نے غنیمت کو شکست دیکر گئے ہوئے ملک کو
واپس لیا اور انتظام ضروری سے فرصت پائی۔ ایک اندرونی جھگڑا
اٹھ کھڑا ہوا۔ یعنی راجہ میسور نے اپنے وزیر اور خسر نندراج کی تمام
بے اعتدالیوں اور اُس کی خود سرانہ کارروائیوں کو یاد کر کے دُہرایا۔
اور ترچناپلی میں لاکھوں روپے بیسود ضائع کر دینے کا طعنہ دیا۔ ان
معاملات سے نندراج آشفہ ہو کر دو ہزار پیادہ اور پانسو سوار اور
پانسو سپاہی قواعد ان لیکر قلعہ میں جا بیٹھا اور عذر کیا کہ اب میں
بوٹھا ہوا مجھ سے کام نہیں ہو سکتا۔ اس پر راجہ نے اس سے اسناد
وزارت طلب کیں۔ اُن کے دینے میں اُس نے عذر کیا۔ تب راجہ

نے بڑے تعلق سے حیدر علی خاں کو اپنا بیٹا کہہ کر اُس کے پاس واپس
 لانے استاد کے بھیجا۔ حیدر علی خاں نے اُس کو بہت سمجھایا کہ اُسناد
 میں سوائے کاغذوں کے کیا رکھا ہے تم دیدو۔ آئندہ جب راجہ کا
 مزاج رُوباصلاح ہو جائیگا پھر تم اپنا کام کرنے لگو گے۔ لیکن نندراج
 نے نہ مانا۔ حیدر علی خاں نے یہ رو دیا اور راجہ سے عرض کی۔ راجہ نے حکم
 دیا کہ قلعہ کو محصور کر کے جبر سے سب سندیں مع بستہ وزارت اُس سے
 لے لی جائیں۔ چنانچہ بعد ایک جنگ مختصر کے تمام اسناد دیوانی اس
 سے لے لی گئیں۔ اور وہ شرم سے متاثر ہو کر اپنی جاگیر میں جا رہا اور
 اسکی جگہ بصلاح ارکان و اعیان و استصوابائے حیدر علی خاں کھنڈ
 راؤ برہمن کو جو نمکوار قدیم تھا اور حیدر علی خاں نے بتدریج اُس کو
 سپہ سالاری کے درجہ تک پہنچا دیا تھا خلعت وزارت کا سرفراز کیا گیا۔

سرکار حیدر علی خاں میں

تعلقہ آنی کل اور بارہ محل کا داخل ہونا

واقع ۱۱۶۹ھ ہجری

سراج الدولہ والا جاہ نواب محمد علی خاں نے پھلجری کو مسخر کر لینے

کے لئے انگریزوں کی سازش سے فوج کشی کی۔ تب فرالسیوں نے ایک وکیل حیدر علی خاں کے پاس بھیجا کہ آپ ہماری کمک کریں مہار کبک میں پرگنہ چنچی اور پرگنہ تیاک گڑھ چھوڑ دئے جاتے ہیں حیدر علی خاں نے تین ہزار سوار اور چھ ہزار پیادہ قوا عددان اور دو ہزار پیادہ کرناٹکی بسرواری سید مخدوم (برادر سبتی) مع سامان حرب و آذوقہ روانہ پھلچری کئے۔ راستہ میں دریافت ہوا کہ پالیکار آئی کل نے رعایا کو سخت ستار کھا ہے اور اپنے نوکروں بھی زیادتی کرتا ہے جس سے وہ ناخوش ہیں۔ سید صاحب نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس پر تاخت کی اور پالیکار کو گرفتار کر کے دارالریاست کو روانہ کر دیا پھر راد پٹتے اور ایک شکار مل گیا یعنی بارہ محل کی رعایا عزیز خاں حاکم کے ظلم سے سخت نالاں اور سب ملازم سخت پریشان تھے۔ ان میں سے سید صاحب سے استغاثہ بھی کیا۔ سید صاحب نے خان مذکور پر حملہ کر دیا۔ وہ بغیر جنگ کے کڑپہ کو بھاگ گیا۔ اور سید صاحب نے قلعہ جات بارہ محل میں اپنے تھانے قائم کر کے اسدھاں مہکری کو دھاں کا فوجدار مقرر کر دیا اور خود کوچ در کوچ پھلچری پہنچے۔ اور انگریزی فوج پر شیخون مار کر داخل قلعہ ہو گئے لیکن پرگنہ چنچی نواب محمد علی خاں کی قبضگی میں تھا اور تیاک گڑھ مسافت بعید پر واقع تھا۔ اس سے لشکر کو گھاس لکڑی وغلہ وغیرہ کی تکلیف ہونے لگی جس کو اشکر نے بغا کشتی سے برداشت کیا۔

کھنڈے راؤ برہمن وزیر جدید میسور کی منکھرامی اور حیدر علی کی مردانہ کارگزاری مع واقعا متعلقہ

۱۰۰۰

کھنڈے راؤ برہمن وزیر جدید میسور بہت ہی بد باطن مجسکش
احسان فراموش۔ عیار۔ مکار۔ دغا باز۔ فتنہ پرداز شخص تھا جس نے
اپنی خباثت نفس کو مد توں تک چھپا رکھا۔ سچ کہا ہے :-

کہ خبث نفس نگرود بسا لہا معلوم

جب اُس کو وزارت کا موقع ملا تو وہ ایک طرف حیدر علی خاں
سے ملاوٹ کی باتیں کرتا تھا۔ دوسری طرف رانیوں کو بھڑکاتا تھا۔
تیسری طرف راجہ کو ورغلاتا تھا۔ چوتھی طرف مرہٹوں سے ساز باز
رکھتا تھا۔ ایک روز خلوت میں راجہ سے عرض کی کہ حیدر علی نایک
ایک بے مقدور شخص تھا۔ آپ کی بدولت اس درجہ پر پہنچ کر آپ کا

ہمسر بنتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک اجنبی مسلمان سارے ملک کا مالک بن بیٹھے۔ اس لئے اگر آپ اجازت دیں تو اس کے استیصال کی فکر کی جائے۔ نا عاقبت اندیش اور کم عقل راجہ نے کہہ دیا کہ اچھا۔ اتنی اجازت پا کر اس نے دربار پونا کو خط لکھا کہ ایک اونے مسلمان ریاست میسور پر متصرف ہو رہا ہے۔ اگر آپ اس وقت ہماری مدد کریں تو دو لاکھ روپیہ سالانہ نذر اور پانچ لاکھ روپیہ صرف لشکر کا دیا جائیگا۔

مرہٹوں کو کیا دیر تھی۔ وہاں سے مادھوراؤ بن نانانے ایسا جی پنڈت پینی کو چالیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ اور توپخانہ کا سردار بنا کر روانہ کر دیا۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ حیدر علی خاں کی فوج پھلپوری و بارہ محل وغیرہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ جب ایسا جی کا مع فوج روانہ ہونا معلوم ہوا تو کھنڈے راؤ ٹکھرام نے قلعہ کے اوپر سے توپوں کا رخ حیدر علی خاں کی فرودگاہ کی جانب پھروا دیا۔ اور توپوں سے چند گولے سر ہوئے۔ تب تو حیدر علی خاں دریائے حیرت میں ڈوب گیا کہ اس ٹکھرام نے خلاف امید کیا کیا۔ لیکن تدبیر و استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور وہاں سے شب کو اپنا تمام سامان مع فوج کے اٹھا کر صبح ہوتے سواد آنی کل میں داخل ہو گیا اور وہاں سے بنگلور میں جا کر تمام ملازمان قلعہ اور قلعہ دار کو جو پہلے سے موافق تھے گانٹھ لیا اور قلعہ بنگلور میں اپنا انتظام جدیدہ قائم کر کے بنگلور کے ساہوکاروں کو بلایا اور ان سے پچاس لاکھ روپیہ قرض لیا۔ اور نئے انور میر علی خدا

اور سید مخدوم علی خاں کو جو پھلچری میں تھے مع افواج طلب کیا۔ چنانچہ
 سید صاحب مع دو ہزار سپاہی قواعد دان اور تین سو سوار اور ایک ہزار
 پیادہ اور پانچ ضرب توپ کے آپہنچے۔ اس عرصہ میں ایسا جی بھی آگیا۔
 اور کھنڈے راؤ نے تسخیر قلعہ بنگلور اور گرفتاری حیدر علی خاں کی شکایت
 کی۔ ایسا جی بنگلور کو روانہ ہوا۔ اس کے بعد خود ہی نو ہزار سوار اور
 چودہ ہزار پیادہ کے ساتھ اتواپ قلعہ شکن لیکر روانہ ہو گیا۔ سواد بنگلور
 میں پہنچ کر ان فوجوں نے اپنے ظلم و ستم سے تمام آس پاس کے گاؤں
 بیکراغ کر دیئے۔ بڑی بڑی توپوں سے قلعہ پر گولہ باری کرنے لگے لیکن
 اس کا کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ اس اثنا میں مخدوم علی خاں بھی اپنی فوج
 اور درمیان سے سامان حرب و ضرب لیکر یلغار کرتے ہوئے آئی کل تک
 پہنچے۔ وہاں مرہٹوں کی فوج نے گھیر لیا۔ یہاں کوہ اجسٹی ورگ میں
 نندراج سابق وزیر کا تھانہ تھا۔ حیدر علی خاں نے اس واقع سے
 نندراج کو خبر دی۔ نندراج نے اپنے رفیق قدیم کا خیال کر کے جان لیا
 کہ میرے ساتھ جو معاملہ ہوا یہ بھی اسی ٹھکرام کے سبب سے پیش آیا۔
 اور اپنے قلعہ دار کو ہر طرح کی اعانت کی تاکید کی۔ قصہ مختصر میر مخدوم علی
 نے بڑی جواغردی اور استقلال سے دو روز لڑ بھڑ کر کاٹے اور تیسری
 شب کو قلعہ دار نندراج کی کمک پا کر تین طرف سے شیخوں مارا۔ جس
 سے فوج غنیم میں سخت انتشار پھیل گیا۔ اور ہر صف نے ایک طرف
 کو بھاگ چلنے کی راہ نکالی اور ایسا جی پتی اور کھنڈے راؤ شقی جو

فتح کے منتہی ہو رہے تھے۔ سروپا برہنہ بھاگ گئے۔ اور دونوں کے
 ارباب لشکر جو سو رہے تھے اُن میں اُس فوری خبر نے یہ تہلکہ ڈال
 دیا کہ وہ تلوار و تفتنگ لیکر بھاگے اور آپس میں اکثروں کو ایک دوسرے
 نے مار لیا۔ صبح ہوتے ہی میرزا صاحب نے تو وہ تو وہ سامان و اسلحہ و آلات
 جو فراری چھوڑ گئے تھے اپنی فرودگاہ میں اٹھوا لیا۔ اُدھر وہ دونوں سردار
 اپنے بڑے کیمپ میں جا کر پھر کوئی مشورہ کرنے لگے۔ اس عرصہ میں
 نندراج نے ایسا جی کے پاس قاصد بھیجا اور اس مضمون کا خط لکھا کہ
 کیا آپ حیدر علی خاں کو نہیں جانتے۔ وہ اس ریاست کا محسن اور
 نوکر نہیں بلکہ مالک ہے اور کھنڈے راؤ برہمن اُسی کی مہربانی و
 عنایت سے اس درجہ تک پہنچا ہے۔ آپ کو ہرگز یہاں نہیں کہ ایک
 ایسے نیکو و محسن کش کے کہنے سے حیدر علی خاں کے مقابل اور رشتہ
 کی بد نظمی اور انتشار رعایا اور ہلاکت بندگان خدا کے روادار ہوں
 اس لئے میں دوستانہ اور خیر خواہانہ صلاح دیتا ہوں کہ آپ اُس مکان
 کے فریب میں نہ آئیں اور اپنی فوج واپس لے جائیں۔ اور اگر کچھ
 روپیہ درکار ہے تو اُس کی کچھ تندریر کرادی جائے گی۔ ایسا جی یہ
 خط دیکھ کر حقیقت حال سمجھ گیا۔ اور کئی لاکھ روپے کا طالب ہوا۔

لے ایسا خیال کریں کہ جب اُسکے ایک سردار نے راستہ چلتے اپنی تھکی ہوئی اور چھڑ
 میں گھری ہوئی فوج کا یہ کام کیا تو حیدر علی خاں اپنی قواعد و ان اور مجموعی فوج
 سے کیا کچھ نہیں کر سکتا۔

حیدر علی خاں نے جواب دیا کہ ایسی حالت میں میرے پاس روپیہ کہا
 میں نے خود قرض لیکر تیار ہی کی ہے۔ تب ایسا جی نے کہا کہ اچھا تو
 نہیں ہو سکتا۔ تو بارہ محال دیدو۔ اس پر حیدر علی خاں نے قلعہ دار
 بارہ محال کو ایک خط بلا لفاظ لکھ کر ایسا جی کو دیدیا۔ اس میں بارہ محال
 تفویض ایسا جی کر دینے کو لکھا۔ ایسا جی نے وہ خط خوش ہو کر رکھ
 لیا اور وہاں سے کوچ کر کے قبضہ کرنے کے لئے بارہ محال جا پہنچا۔
 حیدر علی خاں نے اُس سے پہلے قلعہ دار کو مطلع کر دیا۔ میں نے ایک
 خط بلا لفاظ اُس کو دیا ہے اگر وہ اس کے موافق تم سے قبضہ جائے
 تو تم کہہ دینا کہ یہ خط صابطہ کے موافق سر بہر نہیں ہے۔ اگر وہ نہ مانے
 تو تم اس کو مقابلہ کی دھمکی دینا۔ میں بھی پیچھے سے آتا ہوں۔ اور جب
 ایسا جی بارہ محال کو روانہ ہوا۔ تو کھنڈے راؤ برہمن نہایت شرمنا
 یالوسی کے ساتھ سریرنگ پٹن میں واپس آیا اور چھپ کر بیٹھ رہا۔
 جب ایسا جی نے بارہ محال پہنچ کر وہ خط اپنے معتمد کے ہاتھ قلعہ دار
 کے پاس بھیجا اور قلعہ دار سے قبضہ چاہا تو اس نے جواب دیا کہ یہ خط
 باضابطہ نہیں۔ اور یہ اتنا بڑا معاملہ ہے کہ جب تک اس خط کا افاقہ
 نواب حیدر علی خاں بہادر کی نھر سے مزین نہ ہو اس کی تعمیل نامکن
 ہے۔ اس پر ایسا جی نے قلعہ دار سے وہ اصل خط طلب کیا تو قلعہ دار
 نے کہا کہ میں اپنے نام کا کاغذ آپ کو نہیں دے سکتا۔ ان باتوں
 سے ایسا جی بہت چکرایا۔

اس غرض میں جاسوس خبر لائے کہ حیدر علی خاں نے بنگلور کے باہر میدان میں اپنی تمام فوج آراستہ کی اور تمام ساندو سامان حرب و ضرب و اذوقہ لشکر بار کر کر مع افواج میر رضا علی خاں و سید محمد علی خاں باتو پنجانہ آتشبار بیٹھا ہے کہ بارہ محل میں آکر فوج مرہٹہ پر تاخت کرے اور شیخون مارے اور اُس کا تمام اسباب لوٹ کر واپس جائے۔ اس خبر نے ایسا جی کو سخت پریشان کیا۔ اور وہ نے الفور دہاں سے مع فوج کوچ کر گیا۔

ادھر حیدر علی خاں نے مع فوج ضروری کوچ کر کے ماٹری درگ۔ ماتری درگ۔ چن راج پتن۔ چن پتن وغیرہ میں اپنے تھانے قائم کر دیئے۔ پھر موتی تالاب کے اوپر سے چرکولی ہوتا ہوا پیریا پتن میں اپنے شفیق قدیم نندر آج کے پاس گیا۔ اور بعد مشورہ اُس کے آگے کو روانہ ہوا۔ اس درمیان میں راجہ میسور کی وادی کا مخفی خط مع دو رانیوں کے خفیہ خطوط کے نواب حیدر علی خاں کے پاس اس مخفی کل پہنچا کہ

آج کل یہ ریاست بے تمیزی اور نفاق اعیان و ارکان سے ایسی متزلزل اور بے انتظام ہو رہی ہے کہ اکثر لوگ بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ بعض اس ریاست کا چھین لینا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں تم کو اپنا فرزند سعادت مند جان کر یہ لکھتی ہوں کہ تم یہاں آؤ اور ہماری بے کسی اور بے بسی کا حال دیکھو۔ اور ہم کو ایک ٹھکانے بٹھا کر ملک و مال کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لو اور علیا

کو اس زحمت اور تباہی سے پناہ دو۔

نواب نے یہ خط دیکھ کر اپنی جیب میں رکھا۔ اور راجہ کی جدہ ماجدہ کو تسلی و تشفی اور اپنے حاضر ہونے کا جواب لکھ بھیجا اور سریرنگ پٹن کے قریب پہنچ کر مانا منڈف میں قیام کیا۔ دوسرے روز ایک بڑی توپ کو دمدمہ پر رکھوا کر چند گولے راجہ کے دیوان خانہ خاص اور مجلس رائے زنانه پر اتار دئے۔ وہاں ہل چل مچ گئی۔ راجہ نے اپنا چوہدار بھیج کر حیدر علی خاں سے دریافت کیا کہ آپ کے مرکوز خاطر کیا ہے۔ حیدر علی نے جواب دیا کہ میں آپ کا ویسا ہی خیر طلب اور ریاست کا ویسا ہی ترقی خواہ ہوں لیکن آپ نے میری خدمات کو فراموش کر کے میرے دشمن کو پناہ دی۔ اس لئے بدرجہ لاچاری ایسا کرنا پڑا۔ آپ اسکو میرے حوالہ کر دیں پھر مجھ سے ایسی بے ادبی نہ ہوگی۔ راجہ نے کھنڈے راؤ کی پاسداری سے کئی دفعہ پیام سلام بھیجے لیکن حیدر علی خاں اپنی بات کے پورا کرنے پر اڑا رہا۔ آخر کار راجہ نے اُس سے جان بخشی کا اقرار لیکر کھنڈے راؤ کو اُس کے حوالہ کیا۔ حیدر علی نے ایک لوسہ کے کٹھڑے میں بند کر کے قلعہ بنگلور پر بھیج دیا۔

لے لیون بی بورنگ صاحب اس روایت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ میسور کا نا چکا کرشن اپنے وزیر تھراج کی غلامی سے بہت تنگ تھا۔ اور حیدر علی نے تھراج کو ملا لیا تھا۔ اس لئے بڑی رانی نے کھانڈے راؤ کی طرف خیال دوڑایا۔ کھانڈے راؤ برہمن مرہٹہ ایک چالاک ہوشیار لکھا پڑھا آدمی تھا

بندوبست قلعہ دارالتریاست و علیحدگی راجہ میسور و حکمرانی نواب

حیدر علی خاں

واقعہ الہ ہجری

جب حیدر علی خاں اس فتح و کامیابی کے بعد چین سے بیٹھا تو چند
راس اسپ مع جواہر و تحائف راجہ کی نذر کو قلعہ میں بھیجے۔ اور خود اپنے

(بقیہ حاشیہ منقولہ گذشتہ) اسکو حیدر علی نے معمولی درجہ سے ترقی دیتے دیتے ایک بڑی فوج کا افسر کر
دیا تھا۔ اور حیدر علی اس پر خاص بھروسہ کرتا تھا۔ اس کو رانی نے توڑ لیا۔ او
مرہٹوں سے امداد مانگی تاکہ حیدر علی پر حملہ کیا جائے۔ اس خیال کے موافق دغا
کھانڈے راڈ جو صرف حیدر علی کی غنائیتوں سے اس مرتبہ پر پہنچا تھا۔ حیدر علی
کے مقابلہ پر آمادہ ہو بیٹھا اور اس نے حیدر علی کو بہت تکلیف دی لیکن
آخر کار حیدر علی نے اس پر فتح پائی۔ اور اس کی سب توپیں اور سامان
اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر حیدر علی نے ایسی سخت دغا بازی کا انتقام لینے کو

کڑکی پروانگی مانگی۔ بعد اجازت دوسرے روز صبح کو اپنی فوج سے سردار اور سوار و پیادہ منتخب کر کے اپنے ساتھ لئے اور قلعہ پر پہنچ کر سردار اور کھڑکی پر ماسور کئے۔ اسی طرح ڈیوڑھی دیوانخانہ اور محل زنہ پر پھر بٹھلا دئے کہ کوئی چیز بلا اطلاع اندر سے باہر اور باہر سے اندر نہ جانے پائے۔ صاحب نشان حیدری اس موقع پر لکھتے ہیں کہ:-

چراچیں نخواستہ کہ دولت نیم جان میسور را از سر نو زندہ ست
بارہا محض بظرفداری آن دولت از مہرہ و دیگر باغیان جنگھا
کردہ بزور بازو سے تدابیر عدو مال شکستہ داد۔ و ملک از
دست رفتہ را بہ نفس نفیس با تدبیر صائبہ باز بقبضہ امتدار خود
آورد۔ با وصف ایں بدالحاظاں کو رہا باطن در شکست آں
دو تنخواہ حیلہ مانگیختند و خراج را جہ سادہ منش را ازاں جناب
والا شورانیدہ فتنہ و فساد برپا ساختند و ایں ہمہ محنت با و
صعوبتہا را کہ در امر ملکداری بنظور رسانیدہ بود مفت ضایع و

(بقیہ صفحہ گذشتہ) سرنگپٹن پر لشکر کشی کی اور راجہ کے مصارف کا انتظام کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ راجا کو لکھا کہ اُس کا مکرم دوست کھانڈے راؤ اُس کے حوالہ کیا جائے۔ راجہ کے ایوان کی مستورات نے اُس کی بہت سفارش کی اُس پر حیدر علی نے جواب دیا کہ وہ مارا نہیں جائیگا بلکہ طوطے کی طرح پرورش کیا جائیگا تب وہ اُس کے پاس بھیج دیا گیا۔ وہ وعدہ اس طرح پر پورا ہوا کہ ایک لوہے کا پیچہ بنوایا گیا اور کھانڈے راؤ کو اس میں بند کیا گیا اور تمام ہر اُس کو دودھ چاول کھلائے گئے۔

برباد کردن مے خواستند لہذا آں ہمہ رازیر کردہ راجہ راز
کشمش ملکہاری بسا حل نجات رسانیدہ - و خود متوجہ انتظام
ملکہاری شدہ

القصد جب قلعہ کا اندرونی انتظام ہو گیا تو راجہ کو کام سے سبکدوش
کر دیا گیا۔ اور حیدر علی خاں نے بہ نفس نفیس ایک مدت تک درستی انتظام
و تنبیہ سرکشاں منافقت پیشہ اور جریمانہ متصدیان بسیار خوار اور فراہمی
سیاہ جدیدہ مزید اور تعلیم قواعد اور عدل و انصاف میں رات دن
کوشش کی۔ اُس کی عام فیاضی اور سپاہیوں کی قدردانی کا شہر
بہت جلد چاروں طرف پھیل گیا۔ اور سریرنگ پٹن اور اُس کے
اطراف جو پامال مظالم ہو رہے تھے اور اُن میں ایک باغ خزاں دیدہ
کی کیفیت نظر آتی تھی اُن کو لہلاتا ہوا باغ بنادیا۔ اور ہر پیشہ و فن
کی قدر کرنے لگا جس سے ہر پیشہ و فن کے آدمی چاروں طرف سے آ
کر وہاں جمع ہو گئے۔ اُس کی فوج کثیر کا حساب دشوار ہو گیا۔

زماں بعد حیدر علی خاں نے علاقہ جات جنوبی میسور یعنی ماہین
گھاٹ کو مٹنپور وغیرہ میں شور و شر سُکر سید اسمعیل صاحب (برادر
نسبتی) کو مع فوج ضروری وہاں کا انتظام قائم رکھنے کو روانہ کیا۔ او
اپنے شفیق قدردان نندراج کو مع منعلقات وزن و فرزند طلب
کر کے ایک حویلی خاص میں نہایت عزت و احترام سے جگہ دی۔ اور
ایسے غیر متوقع فتوحات اور ایسی غیر معمولی کامیابی پر خدا کا شکر بجالایا۔

میر مخدوم علی خاں کو قلعہ سریرنگ پٹن کا قلعدار مقرر کیا۔ پھر ایک روز راجہ
مسند نشین اور نند راج کی مجلس راؤں پر جا کر چند طبق جو اہر پیش کئے اور
رائیوں اور عورتوں کی بہت کچھ تشفی کی۔ اور ان کے حسب دلخواہ تمام
مصارف مقرر کروئے۔

پھر نواب نے بنگلور جا کر ساہوکاروں کا وہ پچاس لاکھ روپیہ ادا کر
دیا جو جنگ ایسا جی کے متعلق قرض لیا تھا۔

حیدر علی کا عروج اقبال حسب

تاریخ حملات حیدری

حیدر علی خاں کی ترقی اقبال کا مقدمہ تاریخ نشان حیدری کے
موافق اوپر لکھا گیا۔ مگر صاحب تاریخ حملات حیدری اس کی تفصیل

۱۷۸۲ء تاریخ نشان حیدری تارسی میرمن کرمانی کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ صاحب شیو سلطان
کے سرکاری نوکر بھی رہے ہیں اور شیو سلطان کے انتظام سلطنت کے تھوڑے روز بعد
تاریخ کا لگا لگا دیا۔ اور ۱۷۸۲ء ہجری میں اپنا یہ فرض نہایت اختصار و امانت سے
پورا کیا۔

۱۷۸۳ء حملات حیدری شیو سلطان کے ایک شاہزادہ موسوم بہ شاہزادہ سلطان کے نام کلکتہ میں
تاریخ مذکورہ کو دیکھ کر ۱۷۸۳ء ہجری مطابق ۱۷۸۳ء میں لکھی گئی۔ اور اس میں کچھ باتیں
بھی ڈھائے گئے۔

یوں کرتے ہیں :-

میر فتح علی کے بعد باپ کا ترکہ ان کے دونوں بیٹوں (شہباز خاں اور حیدر علی خاں) میں تقسیم ہوا اور دونوں اپنے اپنے حصہ فوج کے سپہ سالار رہے۔ بعد چند سے تقدیر نے چاہا کہ یہ متفرق طاقت ایک جگہ جمع کر دے شہباز خاں کا انتقال ہو گیا اور حیدر علی نایک تمام متروکہ آبائی پر قابض اور متصرف ہو کر تمام فوج پر حکومت کرنے لگا۔ اور میسور کے سب سرداروں اور سپہ سالاروں میں سربراہ آوردہ و ممتاز سمجھا جانے لگا۔ تمام فوج اس کے برتاؤ سے خاش تھئی۔ خصوصاً مسلمان سپاہی تو اس کے پسینے پر خون بہانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ وزیر بالنگل اُس کی مٹھی میں تھا۔ کوئی خاص کام بغیر اُس کے مشورے کے نہ کرتا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ بیجانگر کا انتظام سیاست درہم و برہم ہو چکا تھا۔ معمولی درجہ کے زمیندار خود سر راجہ بن رہے تھے۔ بنگلور کا راجہ لچمن راج سب میں مالدار اور نشہ غرور و نخوت میں سرشار تھا۔ اُس کے پاس فوج تھی مگر اتنی نہ تھی جو علاؤ انتظام ملکی کے کسی عنیم کے مقابلہ میں کام آسکے۔ اور جو تھی وہ بھی متفرق اور منتشر تھی۔ حیدر علی نایک نے وزیر میسور کو سمجھایا کہ یہ وقت بنگلور کو حاصل کرنے کا ہے۔ اور میں ہر طرح کی بجا آوری خدمت کو حاضر ہوں۔ وزیر نے اُس کا کمانا لیا۔ راجہ میسور بھی راضی ہو گیا۔ اور حیدر علی نایک نے سلسلہ ع میں بین نرا پیادہ و سوار کی جمعیت لے کر سریرنگ پٹن سے واسطے تسخیر بنگلور کے

کوچ کیا۔ اُدھر جا سوسوں نے راجا کو خبر دی کہ بلا سے ناگہانی سریر
 آ رہی ہے جو کرنا ہو کیجئے۔ راجہ اپنی بے سرو سامانی سے مجبور ہو کر
 ”سیورن ورگ“ کے قلعہ میں جو اُس کی عملداری میں نہایت مضبوط
 قلعہ تھا جا بیٹھا۔ حیدر علی نایک کی فوج نے چاروں طرف سے اُسکو
 گھیر لیا۔ اور آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا۔ ایک مہینے کے بعد اس
 شرط پر محاصرہ اٹھانا چاہا کہ راجہ بنگلور چار لاکھ روپے اُس وقت دے
 اور آٹھ لاکھ روپے سالانہ کا خراج راجہ میسور کو ادا کرتا رہے۔ راجہ
 بنگلور نے اُس کو غنیمت سمجھ کر منظور کر لیا۔ اور چار لاکھ روپے فی الفو
 ادا کروٹے۔ تب حیدر علی نایک نے سنبھونا تھ نامی اپنے ایک معتمد کو
 اپنا نایب مقرر کر کے بنگلور میں چھوڑا اور خود مع فوج نقارہ فتح بجاتا
 ہوا سریرنگ پٹن میں واپس آیا۔ راجہ میسور حیدر علی نایک کی اس
 کارگذاری سے بہت خوش ہوا۔ بڑے جاہ و احتشام سے اس کا
 استقبال کیا۔ اور ”فرزند ارجمند“ کا خطاب مرحمت فرمایا۔ اب اس
 طرف کا حال سنئے کہ جب راجہ بنگلور کو حیدر علی نایک سے ہزیت پانے
 پر شرمندگی ہوئی اور اُس کے ناما قبت اندیش رفیقوں نے اُسکو
 بدلا لینے پر ابھارا تو اُس نے حیدر علی کے نایب سنبھونا تھ کو قید کر دیا
 اور اپنی فوج کو جمع کر کے آمادہ بغاوت ہوا۔ جب یہ خبر میسور میں پہنچی
 تو حیدر علی بیس ہزار پیادہ و سوار نیزہ گزار لے کر سرکوبی کو جا پہنچا۔ ۶
 صفر ۱۱۶۰ ہجری مطابق ۱۷۷۷ء کو بنگلور سے بیس میل اُدھر ایک

میدان میں راجہ بنگلور کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ راجہ کی نا آزمودہ کار
 جمعیت حیدر علی کی مشاق و پختہ کار فوج سے سربر نہ ہو سکی۔ اس لئے
 پسپا ہونے پر مجبور ہوئی۔ اور راجہ بنگلور اسیر ہو گیا۔ تب حیدر علی نایک
 نے شہر بنگلور کا محاصرہ کیا۔ شرفا شہر نے شہر حیدر علی کو سپرد کر دیا۔ اور
 اُس کی اطاعت قبول کر لی۔ اُس کے متعلق جو قلعے اور پرگنہ تھے اُن
 پر بھی فوجی قبضہ کیا گیا۔ سنبھونا تھ نایب کو قید سے مخلصی دیکر اپنی طرف
 سے حاکم بنگلور مقرر کیا۔ اور راجہ میسور کو فتح بنگلور کی اطلاع دی۔ اور
 بنگلور پر باقاعدہ حکومت کرنے کے لئے وہاں کے رسم و رواج اور
 رضامندی رعایا کے مناسب حال ایک دستور العمل بنایا اور سنبھونا
 کو دیا کہ تحصیل حاصل اور پابندی ضابطہ میں اس کے خلاف نہ ہونے
 پائے۔ اُس کی ایک نقل وزیر میسور کے پاس روانہ کی۔ وزیر میسور حیدر
 نایک کی اس فتح مندی اور لیاقت سے بہت خوش ہوا۔ لیکن دل میں
 سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو جو راجہ بنگلور کے عزیز و اقربا اور فوجی سردار
 اتفاق کر کے شورش پیدا کریں جس سے میسور کو ایک مشکل میں پھنسنے
 پڑے۔ اس لئے اس چالاک وزیر نے وہ ریاست مفتوحہ حیدر علی
 نایک کی سپاہ کے معاوضہ تنخواہ میں لکھ دی
 عطائے توبہ لقاے تو

حیدر علی اس رمز کو سمجھ گیا اور اُس نے خوشی سے قبول کر کے اپنی فوج
 کو دو چند تک بڑھا دیا۔ جس سے سب پر اُس کی وحاکم بیٹھ گئی اور

کسی کو سر اٹھانے کی مجال نہ ہوئی۔ اور آہستہ آہستہ چاروں طرف کے راجوں اور زمینداروں کو اپنا مطیع کرنے لگا جس سے اُس کا ملک اور احاطہ اثر اور زیادہ وسیع ہو گیا۔

سلاطین میں چند اصحاب اور فرانسیسیوں کی فوج نے محمد علی نواب کرناٹک کو بہت دق کیا۔ اور ترجپاٹی کے قلعہ میں محصور کر لیا۔ تب نواب کرناٹک نے اپنا ایک سفیر باتو قیر خندراج وزیر میسور کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ اگر میں تمہاری کمک سے کامیاب ہو جاؤں تو قلعہ ترجپاٹی مع اُس کے پرگنات متعلقہ کے تم کو دید ونگا۔ چنانچہ وزیر مذکور نے جنوری ۱۸۰۷ء میں بارہ ہزار اور آٹھ ہزار پیارہ لیکر کرناٹک کی طرف کوچ کیا اور ۶ فروری ۱۸۰۷ء کو اپنی کار آزمودہ فوج کے ساتھ سواد ترجپاٹی میں داخل ہوا۔ جو فوج قلعہ ترجپاٹی کو گھیرے تھی اُس سے سخت مقابلہ ہوا۔ طرفین سے کئی ہزار آدمی کام آئے۔ آخر میں فوج میسور نے میدان جیتا۔ حیدر علی خاں سپہ سالار میسور بھی مع اپنی جمیت کے اس جنگ میں شریک تھے۔ اور انہوں نے اس موقع پر ایسی بہادری دکھائی کہ بڑے بڑے مردان کارزار اُن کا لوہا مان گئے کئی مرتبہ مخالف کی فوج میں گھوڑا ڈپا کر گھس گئے اور کئی سرداروں اور افسروں کے سر کاٹے لائے آخر کو چند اصحاب مارا گیا اور فرانسیسیوں کو لے اُس سے پہلے جو پال راؤ کے محارہ میسور کا حال لکھا وہ واقعہ اس کے بعد واقعہ سواہر جیک بنگلور میسور میں شامل ہو گیا۔

کی جمیعت نے شکست کھائی اور بھاگڑ پڑ گئی۔ زراں بعد وزیر میسور نے
نواب محمد علی خاں سے تفویض قلعہ کا مطالبہ کیا تو نواب کرناٹک اسکے
بدلے مدد کا قلعہ مع پرگنات متعلقہ اور زر خطیر کے دینے لگے جو وزیر
میسور نے منظور نہ کیا۔ اور اب دونوں کی دوستی دشمنی سے تبدیل ہو گئی
اور نئی چالیں شروع ہو گئیں +

۱۷۷۱ یون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی سابق چیف کمشنر میسور اپنی کتاب
”حیدر علی و ٹیپو سلطان“ میں لکھتے ہیں کہ ۱۷۷۱ء میں حیدر علی نے بڑی
پاؤں و چست خدمات انجام دیں۔ میسور کی فوج کے ہمراہ وہ رسالہ کا افسر
تھا۔ محمد علی نے وعدہ کیا تھا کہ ترجنا پٹی اور جنوب کا ملک شرق میں گھاٹوں
تک وہ میسور کو دے دے گا۔ میسور کے کمانڈر تیج راج نے دورِ خاکام
کیا۔ یعنی انگریزوں اور فرانسیسیوں دونوں سے سازش کرتا رہا۔
لیکن آخر کار فرانسیسیوں کا شریک ہو گیا۔ چونکہ محمد علی کی دغا بازی سے
تیج راج کو ترجنا پٹی پر قبضہ نہ ملا تھا۔ اس لئے ناچار ۱۷۷۱ء میں وہ میسور
لوٹ آیا اور اس مہم میں بہت روپیہ صرف ہوا +

۱۷۷۱ صاحب موصوف نے وزیر کا نام تیج راج لکھا ہے۔ حالانکہ تیج راج
میسور کے راجہ کا نام ہے۔ جولائی ۱۷۷۱ء میں سند نشین ہوا۔ ادو میسر کے
۱۷۷۱ء کا ہے جب چٹا کرشن راج میسور کا راجہ تھا۔ اور حسب
تحریر مورخ حمات حیدری ”گوراچری نند راج“ وزیر با اختیار تھا
(دیکھو صفحہ ۵۹ حمات حیدری) +

مندراج وزیر میسور جس کو نواب محمد علی خاں کی بد عہدی نے ناراض کر دیا تھا۔ اُس نے قلعہ ترچناپلی کو بزورِ شمشیر حاصل کرنے کی نیت سے اُس کا محاصرہ کیا۔ لیکن چند اصحاب کے انتقال سے فرانسس نواب محمد علی خاں سے مل گئے اس لئے وزیر میسور کی شکست بڑھ گئی۔ اور محاصرہ کا کوئی مفید نتیجہ دیکھنے میں نہ آیا۔ اس میں وزیر کے پاس میسور سے یہ خبر پہنچی کہ مرہٹوں نے سرحد میسور پر تاخت تاراج کا طریق اختیار کیا ہے۔ اور اُن کا ارادہ میسور پر بڑھ کر میسور سے خراج لینے کا ہے تم جلد آؤ۔ اور اس کام کو سب پر مقدم جانو۔ وزیر نے فوراً قلعہ مذکور کا محاصرہ اٹھا کر مع لشکر دارالریاست میسور کی طرف مراجعت کی۔ اور کوچ در کوچ داخل میسور ہوا۔ راجہ میسور داخلہ وزیر سے خوش ہوا۔ میسور میں فوج کی تعداد بھی بڑھ گئی۔ ایک روز سب سرداروں کے مشورہ سے یہ صلاح پھیری کہ مرہٹوں کی مدافعت کو فوج بھیج جائے۔ لیکن فوج نے اپنا جانا منظور نہ کیا۔ کیونکہ اُس نے کئی مہینے سے تنخواہ نہیں پائی تھی۔ تب وزیر اور حیدر علی خاں نے نہایت حُسن تدبیر سے فوراً تقسیم تنخواہ کا بندوبست شروع کیا۔ اور تالیفِ قلوب سپاہیان فوج کی راہ نکالی۔ اور تمام سردار میسور کو جمع کر کے استفسار کیا کہ آپ صاحبوں میں مرہٹوں کی مدافعت کو کون آمادہ ہوتا ہے۔ سب جانتے تھے کہ مرہٹوں نے بڑی تعداد فوج سے چڑھائی کی ہے۔ اُن سے مقابلہ کرنا آسان کام نہیں۔

اس لئے کوئی سردار حوصلہ مندانہ طور سے اُن کے مقابلہ اور مدافعت
کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ آخر کار حیدر علی خاں کو جو اُس وقت
حفاظت سرحد ملک جنوبی میں مصروف تھا۔ طلب کیا گیا لیکن قبل
اس سے کہ فوج میسور کو فوج مرہٹہ سے، مقابلہ کا اتفاق ہو اور
مرہٹہ سردار حیدر علی خاں کی تیغ آتشبار کا معائنہ کریں ماہ اپریل
۱۷۹۲ء میں ارکان دولت میسوریہ نے مرہٹوں کو قریب دارالملک
کے پہنچا ہوا دیکھ کر اس شرط پر فیصلہ کر لیا کہ وہ بیس لاکھ روپیہ
لیکر واپس جائیں۔ اس لئے اب اس شرط کے خلاف ہنگامہ
آرائی کا موقع نہ رہا۔ اور وہ بلا بیس لاکھ روپیہ لے کر میسور سے
دفعہ ہوئے۔

ماہ اکتوبر ۱۷۹۲ء میں حیدر علی خاں اپنی فوج لیکر محال ٹنڈیکل
میں پہنچے۔ ایک مہینہ وہاں رہ کر قلعہ شولانڈن کو لے لیا جو
محال تدرائیس قریب محال ٹینوالی کے جانب شمال واقع تھا لیکن
اس مقام پر محمد یوسف کیدان لشکر انگریزی نے مقابلہ کر کے
حیدر علی خاں کو ٹنڈیکل واپس کیا۔ حیدر علی خاں نے ٹنڈیکل

۱۷۹۲ء میں یون بی بوراک صاحب سی ایس آئی چیف کسٹرمیسور لکھتے ہیں کہ مارچ ۱۷۹۲ء
میں بالاجی باجی راؤ پیشوا ایک سرنگاپتم کے سامنے ظاہر ہوا۔ اور اُس نے
تسار روپیہ جبر سے وصول کر لیا، پھر اس رقم لے پانچ لاکھ روپیہ تو نقد دیا
گیا۔ اور بقایا ۲ لاکھ کی ضمانت میں چند اسلحہ حوالہ کر دئے گئے۔

یہ جماعت فرانسیس آخر جنوری ۱۸۵۸ء میں باغی ہوئی شہر دھیکل میں پہنچی تھی علیہ رقم محال کی حوثالی ۱۰
۳۵ یون بی بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور اپنی تاریخ میں لکھتے
ہیں کہ اسی سال ۱۸۵۸ء میں جبکہ میسور کی افواج مہم سے واپس طلب کی گئیں حیدر علی
دندگیل کا فوجدار مقرر کیا گیا یہ دندگیل اب ضلع مدیرہ احاطہ مدد اس میں واقع ہے

پانڈیچری کے واقعات

سن ۱۷۵۷ء میں پانڈیچری پر انگریز اپنا اثر ڈال رہے تھے یہ مقام فرانسیسیوں کا ایک صدر مقام تھا۔ تب موشر لالی نے جو فرانسیسیوں کی طرف سے پانڈیچری کا حاکم تھا حیدر علی خاں سے مدد چاہی۔ حیدر علی خاں نے سات ہزار سوار اور پیادے مع توپخانہ اپنے براہرستی میر مخدوم علی خاں کی سرکردگی میں روانہ کئے۔ میر مخدوم علی خاں دو مہینے تک وہاں ٹھہرے اور کئی مرتبہ موشر لالی سے کہا کہ فرانسیسی فوج کو قلعہ سے باہر لا کر انگریزوں کے ساتھ میدان جنگ کرے لیکن اُس پر انگریزی فوج کا غلبہ غالب ہو چکا تھا اس لئے وہ باہر نکلنے سے خائف رہا۔ اور آخر کار وہ مضبوط قلعہ انگریزی فوج کے افسروں کو سپرد کر کے چلا گیا۔ اور تمام فرانسیسی سوار۔ اور اہل حرفہ و پیشہ ورجو وہاں رہتے

(بقیہ نوٹ ص ۸۷) اس قلعہ پر میسور نے حملہ کیا تھا۔ یہاں حیدر علی نے فرانسیسی افسروں کی نگرانی میں جن کو اُس نے پانڈیچری سے بولایا تھا۔ ایک مسلح خانہ قائم کیا اور اُس نے اپنی فوج کی تعداد کو بھی بڑھالیا۔ اور قرب و جوار کے سرداروں کو لوٹ کر اُس نے ایک بڑا خزانہ بھی قائم کر لیا اور یہی رتبہ جواب حیدر علی کو حاصل ہوا۔ اُس کے آنے والے اقتدار کا آغاز تھا۔

تھے میر مخدوم علی خاں کی فوج سے آئے۔ اور وہ میر مخدوم علی خاں کے ساتھ بنگلور کو آگئے۔ ان میں توپ ڈھالنے والے زرہ جوش بنانے والے لوہار۔ بڑھئی۔ قواعد دان ہر قسم کے آدمی تھے۔ حیدر علی خاں نے ان کو دولت غیر مترقبہ سمجھا۔ اور جو جس کام کے لائق تھا۔ اُس کو اُس کام میں لگایا۔ لیکن میر مخدوم علی خاں کی نسبت اس بات پر بڑی خشکی ظاہر کی کہ وہ بغیر لڑے کیوں واپس آئے۔ اس پر اُن کا درجہ بھی گھٹا دیا۔ آخر کو جب معلوم ہوا کہ وہ مو شیر لالی کی بُز دلی سے بھور رہے تو تمام فوج کے سامنے اُن سے معذرت چاہی اور اُن کے جاہ و منصب میں ترقی کی۔ فوج والوں کے لئے یہ ایک تازیانہ تھا۔

نوب حیدر علی خاں کی حکمرانی میسور پر
حملات حیدری کا اقتباس مع فتوح دیگر
واقعہ سال ۱۱۷۱ ہجری
مصنف حملات حیدری کا بیان ہے کہ :-

۱۔ ۱۱۷۱ میں جب بسوا جی پنڈت فوج مرہٹہ لیکر حسب تحریر سابق

۲۔ یہ عہد کتاب نشان حیدری سے کہا گیا ہے۔

سریرنگ پن کے نواح میں داخل ہوا تاکہ قرار داد کے موافق جو تھائی حصہ خراج میسوں کا حصول کرے۔ تو راجہ میسور نے انہما کے ساتھ اپنا ایک سفیر اس کے پاس بھیجا تھا۔ اور بسوا جی پر ظاہر کیا تھا کہ میں اس موزی مسلمان (حیدر علی خاں) کے ہاتھوں بڑی ذلت سے زندہ کی بسر کر رہا ہوں۔ تم مجھ پر رحم اور مذہب کا خیال کر کے اس کے چٹل سے مجھ کو چھڑاؤ میں معقول قسم پیس کرونگا۔ اس پر بسوا جی مع اپنی تمام فوج کے سریرنگ پن میں داخل ہوا۔ اب تک حیدر علی خاں کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ وہ میری گرفتاری کے قصد سے آیا ہے۔ اُس میں اتفاقاً اُس کو ایک درباری دوست نے اس راز سے آگاہ کیا لیکن اس موقع پر محبت کے ساتھ وہ کوئی زبردست تیاری نہ کر سکتا تھا۔ اور خیال تھا کہ شاید ایسی شہرت ہونے سے لوگ بسوا جی سے مل جائیں اس لئے وہ مع اپنے چند رفقاء کے چپ چاپ بنگلور کو روانہ ہو گیا جہاں اُس کی اعتباری سپاہ موجود تھی۔ اُس کے چلے جانے کے بعد بسوا جی کو معلوم ہوا تو اُس کے سواروں نے پیچھا کیا۔ لیکن شکار ہاتھ نہ آیا۔ اور وہ بنگلور جا پہنچا اور وہاں پہنچتے ہی فراہمی سامان جنگ و جمیعت میں مصروف ہو گیا میر خدوم علی خاں مع اُس فوج کے جو پانڈ پوری گئی تھی اندنوں ارکاٹ میں مقیم تھے۔ ان کو لکھا کہ تم مع فوج کے جلد آ جاؤ۔ اور

میسور کے راجہ نے اس خیال سے کہ حیدر علی خاں کو جمعیت سپاہ کی زیادہ مہلت نہ دینا چاہیے۔ بنگلور پر فوج کشی کا عزم کر لیا۔ اور کناری راڈ کو اپنی فوج موجودہ سریرنگ پٹن سپرد کر کے حکم دیا کہ وہ بنگلور پہنچ کر قلعہ بنگلور کا سخت محاصرہ کرے جو حیدر علی کا صدر مقام بن رہا ہے۔ جب کناری راڈ پہنچا تو حیدر علی نے اُس کو محاصرہ کا موقع ہی نہ دیا۔ اور اپنی فوج کو باہر لا کر ایسے پُر شوکت حملے کئے کہ فوج میسور کو شکست ہوئی۔ اور بعد معرکہ جہاں و قتال کناری راڈ پکڑا گیا۔ راجہ میسور کو اس خبر کے سُننے سے سخت پریشانی اور پشیمانی ہوئی۔ چند روز کے بعد میر محمد علی خاں بھی مع فوج قاہرہ بنگلور پہنچ گئے۔ اب تو حیدر علی خاں کا دل بہت بڑھ گیا اور اپنی سب فوج کو دست کر کے سریرنگ پٹن کو روانہ ہوا۔ اور بغیر مقابلہ و مجاہدہ کے راجہ میسور کو حرم سرا میں قید کر لیا۔ اور سپہ سالار میسور کو لوہے کے پتھر سے میں بند کر دیا۔ قلعہ میسور پر قابض و متصرف ہو کر خود حکمران۔ ریاست بن گیا۔ حیدر علی خاں کو یہ عظیم الشان کامیابی سننے کے بعد اس میں حاصل ہوئی۔

اسی کے ضمن میں دوسری بہت بڑی خداداد کامیابی کا حال سنئے کہ اس سے چند ماہ پیشتر مویشیر لالی حاکم پانڈہ بھری نے اپنا ایک بااقتدار سفیر مویشیر آیین نام بسوا جی پنڈت

سپہ سالار افواج مرہٹہ کے پاس بھیجا تھا جو اُن دنوں ارکاٹ پر
 زور ڈال رہا تھا اور اپنی شان و شکوہ کی نمائش کو تین ہزار
 سپاہی فرنگی موشر آ لین کے ساتھ کر دئے تھے۔ اور بسوا جی سے
 کمک طلب کی تھی۔ لیکن بسوا جی نے خشک جواب دیکر ٹال
 دیا۔ اس عرصہ میں موشر آ لین کو خبر پہنچی کہ پانڈ پھری پر انگریزوں
 نے قبضہ کر لیا۔ اور موشر لالی نکل گیا تو اس کا جی چھوٹ گیا اور
 وہ پانڈ پھری واپس جانے کے بدلے مع جمیعت مذکورہ سرریگ
 پٹن میں آ گیا۔ یہاں نواب حیدر علی خاں نے اُن سب کو نوکر
 رکھ لیا۔ ان لوگوں کے ذریعہ سے اُس کو اپنی فوج کو قواعد
 بنانے اور توپخانے کو آراستہ کرنے میں غیر معمولی مدد پہنچی
 اور اُس نے نہایت مستعدی سے اپنی تمام فوج کو درست
 اور تمام سپاہ کو چاق و چُست بنالیا اور خود بھی تمام قواعد جنگ
 سے واقف ہو کر پورا جزل بن گیا۔

حیدر علی خاں کی فوجی تعلیم

یوں تو حیدر علی خاں بہادر قوم کی نسل بہادر باپ کا بیٹا تھا۔
 گھوارۂ شجاعت میں جھولا۔ بہادری کی لوریاں سنیں۔ نیزہ و شمشیر
 کے کھیل کھیلا۔ مردانِ کارزار کے ساتھ رہا۔ اخلاق و ادب کی

تعلیم پائی۔ باپ کے ساتھ رہ کر بچپن سے قوانین سیاست کا مطالعہ کرتا رہا۔ قدرت نے اُس کی صورت بھی سپاہیانہ بنائی تھی۔ صورت سے رعب و جلال ظاہر ہوتا تھا۔ اُس کا اخلاق سپاہیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں خاص قسم کا تھا جس سے ہر فرقہ و ملت کا سپاہی اُس کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ وہ جا بجا کی خبریں لینے میں غیر معمولی قابلیت رکھتا تھا۔ شجاعت کے اظہار میں اُس کے اوصاف رُستمان تھے جنوبی وکن کی تاربخیں اُسکی رستخیز سے ملو ہیں۔ اُس کا نام تارتخ میں ایک خاص حصہ لیتا ہے لیکن افسوس کہ مشرقی تاریخوں میں بیوگرافی لکھنے پر بہت کم توجہ ظاہر کی گئی ہے۔ اور جب تک پوشیدہ واقعات معلوم نہ ہوں فلسفہ تارتخ کی روشنی نہیں پڑتی۔ منجملہ اُورباتوں کے ایک بڑی بات یہ ہے کہ اُس نے انگریزی قواعد کی مشق کہاں کی جو انگریزوں کے ساتھ معرکہ جنگ میں اُس نے برابر کی قابلیت ظاہر کی۔ بلکہ بعض موقع پر اُن سے بڑھ گیا۔ اُس وقت کی فارسی تاریخوں میں اس کا ذکر نہیں۔ ہاں ملا فیروز مصنف جارجیا کے اشعار سے یہ پتہ ملتا ہے کہ حیدر علی خاں تیس برس کی عمر میں اپنے

ملا فیروز نے فتوحات برطانیہ کے متعلق نظم میں یہ کتاب تصنیف کی ہے جو تہ تاریخوں میں شمار ہوتی ہے۔ اور حیدر علی کا پوری جانا لکھا ہے۔ لیکن یون بی بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کسٹریسور کی کتاب میں پانڈ پیری لکھا ہے اور فرانسیسیوں کے ہیڈ کوارٹر کا یہی نام مشہور ہے۔

باپ کے کہنے سے پچاس سوار اور دو سو پیادہ لے کر فطری گئے۔ فرانسیسوں کے قواعد جنگ انگریزی معلوم کئے۔ اور وہیں فوج کے زرق برق آلات اور قواعد جنگ کے روزانہ مشق کا معائنہ کر کے ہر بات کو دل میں جگہ دی۔ آئندہ اُسی اصول پر کار بند ہونے سے اُن کی بہادری آگ۔ سے بجلی بن گئی۔ ہم اس موقع کے چند اشعار نقل کرتے ہیں۔

نظم ملا فیروز مصنف جارجناہ

چو مے تافت زو فرہ پہادی	درا نام بہادر حیدر علی
پرورتا شد ز خوردی بزرگ	بہ زرم و بہ پیکار کردن سترگ
وہ بیت سالہ چو شد نامور	سوے فطری شد بہ گفت پد
بہمراہ او بود پیچہ سوار	دو صد ہم پیادہ و را بودیار
کہ بودہ فراسیس را یاد جنگ	پدید آور رسم دراہ پلنگ
رسیدہ بد انجایگہ سر فراز	بیاسود از رنج دراہ دراز
بمیدار آن شہر بہادہ پد	بیدہ دژ و بارہ و شہر و کوہ
ز بس گو نہ گوں ساز و سامان	ہماں راہ و آئین جنگ
سپہ ویدہ ہر روز در مشق کبر	فراواں شکفتید و کرد آفریں
درخشاں چو آئینہ آلات حرب	ہماں راہ و آئین پیکار و صر

چو بیدار بد بخت ہشیار مرد	پسندید آں رسم و راہ نبرد
خود و لشکر خویش تن نامور	دل جاں سپرداخت از خواب خور
ہنر ہا کہ آید گہ کارزار	دلیران پیکار جو را بکار
یکایک بیا موختہ آں ہنر	بہ پیش فرانسیس پر خاشخ
چنان شد کہ در ہند از ہندیا	نہ بد کس کہ با او بہ بند میاں

اقوال دیگر

ملا فیروز مصنف جا رجنامہ کے بعد انگلش مؤرخین کی تصنیف سے پتہ لگایا گیا۔ تو مسٹر چارلس اسٹوارٹ تذکرہ نواب حیدر علی خاں اور ٹیمپو سلطان میں لکھتے ہیں کہ نواب حیدر علی خاں نے انگریزی قوا کے فنون جنگ مسٹر لارنس اور کلیو کی پہلی لڑائیوں سے سیکھے تھے جن کے ساتھ اُس کو معرکہ آرائی کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد وہ ان اصول کو ترقی دیتا رہا جو بڑے بڑے معرکوں میں اُس کی کامیابی اور تفاخر کا ذریعہ ثابت ہوئے +

۱۷ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ فارسی تاریخوں میں حیدر علی خاں کی تعلیم کے ایسے مبسوط حالات تحریر نہیں جن سے نتائج کا استنباط کیا جائے۔ لیکن میں ملا فیروز یا مسٹر چارلس اسٹوارٹ کے اس بیان کو بھی حیدر علی کی تمام فتوحات کی علت قرار نہیں دے سکتا کہ صرف فرانسیسی تعلیم یا مسٹر لارنس (ملاحظہ ہو ص ۹۲)

چارلس اسٹوارٹ لکھتے ہیں۔ کہ حیدر علی نے ایک مرتبہ انگریزی فوج کی دو پلٹنیں یکبارگی جنگ میں نیست نابود کر دیں۔ اور جب کوئی انگریزی فوج اُس کے مقابلہ میں آئی وہی سربر اور چہرہ دست نظر آیا۔

۱۷۔ اگست ۱۸۵۴ء کو ترچناپلی کے پاس انگریزوں اور فرانسیسوں میں جنگ عظیم واقع ہوئی۔ اس جنگ میں طرفین نے اپنے اپنے دوستوں کو بھی اپنی حمایت کے لئے یاد کیا تھا۔ فرانسیسوں کی کمک

(بقیہ نوٹ ۹۴) اور کلیو کی لڑائیوں سے استنباط قواعد کرنے پر حیدر علی خاں لاثانی سپہ سالار بننے کا موقع ملا۔ بلکہ یہ خیال ایسا ہی ہے جیسے مغربی مصنف اکبر آباد کے لاثانی روضہ تاج گنج کو اٹالین انجینئر کی طرف بھیج لیجاتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو انگریزوں کے متعدد نامی افسروں کو بحالت موجودی فوج کثیر کے ایک وقت میں شکست دینا اور فرانسیسوں کا مغلوب کرنا جس کے واقعات آئندہ سامنے آئیں گے) اُس کی طاقت سے باہر ہوتا۔ بلکہ اُسکی فتوحات کا اصلی راز اُس کی معلومات مشرقی و مغربی دونوں سے وابستہ ہے۔ اور مغربی اور مشرقی اصناف نے مکر اُس کی بہادرانہ طبیعت اور پولیشکل دماغ میں ملک گیری اور ملکداری کا ملکہ خاص پیدا کر دیا تھا۔ یہی سبب ہے جو اس کی مکمل طاقتوں کے سامنے کسی سرواڑا افسر یا راجا و نواب یا افسران فوج انگریزی و فرنج کی نامکمل طاقتیں جو اُس وقت میں اُنکو حاصل نہ تھیں مغلوب ہو جاتی تھیں۔

کو حیدر علی خاں میسور کی طرف سے آئے تھے۔ انہوں نے پہلے اپنی فوج کو باقاعدہ انداز سے ایک مناسب موقع پر جمایا۔ انگلش افسران فوج کی نگاہیں خصوصیت سے اُن کی جانب متوجہ تھیں۔ اس میں اُس مشاق سپہ سالار نے اپنے سواروں کے ایک حصہ کو انگریزی سواروں کے بڑھے ہوئے لشکر ہراول پر آپڑنے کا حکم دیا۔ یہ سوار انگریزی فوج میں آکر غٹ پٹ ہو گئے۔ تلواروں کی بجلیاں چمکنے لگیں۔ انگریزی فوج کے سب افسر اس طرف متوجہ تھے کہ حیدر علی خاں اپنی جگہ دوسرے کو چھوڑ کر ایک کار آزمودہ رسالہ کے ساتھ پیچھے ہٹے تا معلوم ہو کہ یہ اپنی فوج کے کسی انتظام میں مصروف ہیں اور پیچھے سے راستہ کترا کر چند اول فوج انگریزی پر اچانک یوں آپڑے کہ انگریزی فوج کو باقاعدہ پھر نے اور مقابل ہونے کی مہلت نہ ملی۔ اور افسروں نے فوج کو بدحواسی کی حالت میں دیکھا۔ اور حیدر علی خاں کے دستہ فوج ہر اہی نے صف بندی کے قاعدہ کو توڑ کر ایسی ہل چل برپا کی کہ انگریزی فوج کو میدان چھوڑنا پڑا۔ حیدر علی پینتیس چھکڑے ہتھیار مع ساز و سامان جنگ کے فوج انگریزی کے قبضہ سے نکال لے گیا جو اُس وقت اُسکی فوج کیلئے بیہ عنیت تھے۔

لہ اس زمانہ کی دیسی فوجوں میں اکثر بی نال کی توڑہ دار یا چانپ دار پتھر کلا بندو کار و اج تھا۔ انگریزی یا فوجی ٹولی دار بندو قی ایسی سمجھی جاتی تھی جیسی آج کل ہٹری مارٹینی رائفل کی قدر ہے اُس لئے انگریزی ہتھیار جو لگتے تھے۔ وہ اُس وقت میں بڑی قدر کے لالچ سمجھے جاتے تھے۔

تسخیر صوبہ سرما

واقعہ سالہ ہجری

جب حیدر علی خاں میسور کے مستقل حکمران ہو گئے تو تمام محالات اُن پر گئے جو بہ سبب بد نظمی ریاست اور غفلت راجہ اور وزیر میسور کے دوسروں نے دبا لئے تھے وہ اُن سے پھیر کر شامل ریاست کئے۔ اور کانور و کرطیہ و شانور کو بھی افغانوں کے قبضہ سے نکال کر ممالک محروسہ میسور میں شامل کیا۔ زراں بعد نواب بسالت جنگ براہ نظام علی خاں صوبہ وار دکن نے جو خطہ آدھونی کے حاکم تھے حیدر علی خاں کی شرکت سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ وہ ان دنوں صوبہ سرما کی تسخیر میں مشغول تھے جو پہلے حیدر آباد میں داخل تھا پھر بالاجی راؤ پیشوا کے پاس چلا گیا تھا۔ اب جو بالاجی کے بیٹے بسواس راؤ نے پانی پھ کے میدان میں احمد شاہ ڈرانی سے نہایت سخت شکست پائی اور اُس سے مرہٹوں کی طاقت بالکل ٹوٹ گئی تو بسالت جنگ اُنکے واپس لینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن قلعہ کشائی کے ڈھنگ سے ناواقف تھا اس لئے اُسکی کوشش کامیاب نہ ہوتی تھی تب اُس نے حیدر علی خاں کو یاد کیا حیدر علی خاں نے مع فوج کا رازمودہ و لشکر فرامیس دے تو پچانہ اتسار دیاں پہنچ کر تھوڑے عرصے میں قلعہ کوٹہ کو فتح کر لیا۔ اور معاہدہ کے موافق اُس کا

سامان و آلات جنگ وغیرہ جو اُس قلعہ میں بھرے ہوئے تھے نواب
 بسالت جنگ دیکر قلعہ پر مع اُس کے پرگنات متعلقہ کے اپنا قبضہ کیا
 نواب بسالت جنگ نے حیدر علی خاں سے آئندہ دوستی و
 اتفاق کا اقرار کر کے وعدہ کیا کہ وہ بادشاہ دہلی کے حضور میں عرضداشت
 لکھ کر حیدر علی خاں کی بنیاد اخلاص قائم کر لگا۔ چنانچہ بعد گزرنے
 چند روز کے محمد شاہ بادشاہ دہلی کا سفیر مع اتحاد نامہ کے آیا اور
 سپر اور شمشیر مرصع کار اور پاکلی جھاردار اور چتر جواہر نگار اور
 ماہی مراتب اور نقارہ و نشان اور انواع و اقسام کے ہدیے اور
 نادر چیزیں حیدر علی خاں کے لئے لایا۔ اور اب سے حیدر علی خاں
 نواب حیدر علی خاں لکھا جانے لگا۔ اور بعد خیر قلعہ کھوٹہ مرہٹوں
 سے لڑ بھر کر قلعہ مرگسرا اور گھیری کو جو صوبہ سرائے کے بڑے پرگنے
 تھے بزور چپین لیا۔ اور نیز آبنگر کے خطے کو جسے یا سا بھی کہتے ہیں
 اپنے قبضے میں کر لیا۔ صاحب تاریخ نشان حیدری لکھتے ہیں۔ کہ
 سامان قلعہ مفتوحہ میں سے تین توپ کلاں نواب بسالت جنگ
 نے لے لیں۔ باقی سب سامان حیدر علی خاں کو دیدیا۔ اور نواب
 حیدر علی خاں بہادر چھاق جنگ سے مخاطب کیا۔ اور سند نظامت
 تمام صوبہ سرائے مع خراج پالیکاران ماتحت نواب حیدر علی خاں
 کے نام لکھ دی بلکہ ضلع گرم کنڈہ مع قلعہ اُس پر اور اضافہ کیا
 اور سند دیتے وقت کہا کہ تم اس ملک کی سرداری اور حکومت

کے لایق ہو۔ خدایہ ملک و دولت تم کو مبارک کرے۔ زراں بعد
و اب بسالت جنگ روانہ ادھونی ہو گئے۔ اور حیدر علی خاں نے
چٹاق جنگ کے خطاب کو تو اپنے نام کے ساتھ شامل نہیں کیا۔
لیکن نواب کا لفظ نام سے پہلے لکھنے لگا اور پندرہ بیس روز قلعہ میں رہ
کر میر اسماعیل حسین کو وہ صوبہ اپنی طرف سے سپرد کر کے مراجعت کی

نوٹ یون۔ بی۔ بورنگ صاحب اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ نظام
سلامت جنگ کے دو بھائی تھے۔ یعنی بسالت جنگ اور نظام علی
نظام علی خاں نے سلامت جنگ کو معزول کر کے قید کر دیا۔ یہ واقعہ
۱۷۶۴ء کا ہے۔ دوسرے بھائی بسالت جنگ نے جس کی سپرد
میسور کی سرحد پر آڈونی کا ضلع تھا اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ کہ
اپنے مقبوضات کو بڑھاوے۔ اس لئے اُس نے سیرا کے فتح
کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس مقام کو مرہٹوں کے قبضہ میں پاک
جنہوں نے چٹال قبل سیرا پر قبضہ کیا تھا۔ جو س کوٹ پر جو بنگلور
سے زیادہ دور نہ تھا یورش کی۔ حیدر علی نے یہ یقین کر کے کہ
بسالت جنگ اس مقام کو فتح نہیں کر سکتا اُس سے خط و کتابت
کی۔ اور یہ نتیجہ ہوا کہ تین لاکھ روپیہ سالانہ ادا کرنے کے معاوضہ
میں وہ سیرا کا نواب مقرر ہوا اور اپنے تئیں نواب حیدر علی خاں
بہادر شہر کیا۔ یہ خطاب ایسا نہ تھا جس کے عطا کرنے کا
بسالت جنگ کو اختیار ہو لیکن اس کو حیدر علی نے بطور خود

علانیہ اختیار کیا۔

بسالت جنگ کے چلے جانے پر حیدر علی نے سیرا پر قبضہ کیا اور پھر چکا بلا پور سے دروگ۔ ہرپن ہٹی اور چٹیل درگ کے پالی گرسداریوں کی طرف عنان پھیری۔ اور یہ سب حیدر علی کی اطاعت قبول کر لیں اور خراج ادا کرتے رہنے پر مجبور ہوئے۔

تسخیر بالا پور خور دو کوہ سرا سے و

نپوکٹہ وغیرہ

۱۷۷۲ء

جب نواب حیدر علی خاں نے سوہ سرا کے بندوبست سے فرست پائی۔ آٹھ ہزار سوار اور دس ہزار فوج باقاعدہ اور بارہ ہزار پیادہ کرناٹکی مع توپخانہ و دیگر سامان جنگ لیکر بالا پور خور کی جانب کوچ کیا۔ پانیکار بالا پور خور و لشکر سیر علی کے آنے کی خبر سکر قلعہ نشین ہو گیا۔ اور ہزار راکٹوں کو اپنی کمک کے لئے طلب کیا۔ وہ بارہ ہزار سوار و پیادہ لیکر آیا اور میدان غربی نندی گڑھ میں لڑائی ہوئی نواب حیدر علی خاں کی فوج نے پہلے ہی حملہ میں شکست دی۔ اور

دو ہزار گھوڑے چھین لئے۔ پھر قلعہ پر گولہ باری کر کے دروازہ توڑ دیا۔ تب راجہ نے صلح کا پیغام دیا اور سات لاکھ روپیہ پیشکش پر صلح قرار پا گئی۔ لیکن مرار راؤ کے غرور و حماقت نے اُس کو اس سے باز رکھ کر یہ صلاح دی کہ اپنے ناموس اور خزانہ اور زر و جواہر کو قلعہ سے نکال کر کوہ نندی میں چھپ جانا چاہیے۔ اور جو روپیہ نواب کو دیتے ہو۔ وہ مجھے دو تاکہ میں نئی فوج نو کر رکھ کر نواب کو شکست دوں۔ چنانچہ چار پانچ لاکھ روپیہ جو اُس نے نواب کے دینے کو رکھا تھا وہ مرار راؤ کو دیدیا۔ اور قلعہ بھی اُس کی حفاظت میں چھوڑ کر خود کوہ نندی کو چلتا ہوا جب نواب کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت زیادہ سختی سے گولہ باری کی گئی۔ اور بعد قتل و خونریزی وہ قلعہ فتح کر لیا۔ اور میر علی رضا خاں نوواں کا ناظم مقرر کر کے کوہ نندی کی طرف روانہ کیا اور خود مرار راؤ کی سر نوبی پر متوجہ ہوا۔ مرار راؤ اپنے علاقہ گوڑی بندہ میں بھاگ گیا۔ نواب نے تعاقب کر کے سات روز کی لڑائی میں گوڑی بندہ کی بھی فتح کر لیا پھر نوکندہ کو روانہ ہوا جہاں مرار راؤ کا ایک بڑا قلعہ اور تھانہ تھا۔ اُس کو ایک مہینے میں فتح کر پایا۔ یہاں قلعہ اور پہاڑ کے استحکام اور جان بازی و استعدادی فوج مخالف سے نواب کے گولہ اندازوں کو بڑی زحمت پیش آئی۔ لیکن آخر میں قلعہ دار نے لاچار و مایوس ہو کر وہ قلعہ نواب کے معتمدین کو سپرد کر دیا اور اُن کی آڑ میں پناہ لی۔ اُدھر میر

علی رضا خاں جو کوہ نندی کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اپنی تدبیرات صایب اور کوشش مردانہ سے اس فراری راجہ اور جمعیت محصور پر غالب آئے اور نواب حیدر علی خاں کے حکم کے موافق راجہ کو مع متعلق اسیر کر کے بنگلور کو روانہ کیا۔ راجہ کے لڑکوں میں سے دو لڑکے مسلمان ہو گئے۔ اُن میں سے ایک مر گیا۔ دوسرے کی نسبت جس کا نام صفدر علی خاں رکھا گیا۔ صاحب تاریخ نشان حیدری لکھتے ہیں کہ اب تک زندہ ہے۔ اور بدر الزمان کو قلعہ نو تنجیر کی قلعہ داری پر مامور کیا گیا۔

اس فتح و انتظام کے بعد نواب حیدر علی خاں صوبہ سرائے کے انتظام مزید کو واپس آئے۔

مرہٹوں کا دوسرا حملہ

جب نواب حیدر علی خاں نے صوبہ سرائے پر قبضہ پالیا۔ اور نواب بسالت جنگ کی کارروائی سے خود مختار نواب بن گیا۔ اور مرہٹوں کے کئی مقام چھین لئے۔ تو مادھوراؤ پیشوا اس توہین کو برداشت نہ کر سکا۔ اور اُس نے چاہا کہ حیدر علی کو وہ ملک واپس دینے پر مجبور کرے۔

لیون بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور اپنی

تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب حیدر علی نے ساوانور اور دھاڑ واڑ کا قلعہ بھی لے لیا جو دریا سے تنگ بھدر کے دوسرے کنارہ پر واقع ہے تو حیدر علی کی ترقی کو روکنے کے لئے، مادھور اڈے کو پال راؤ کو آگے بڑھایا جو میراج کا سردار تھا کہ ایک بڑی فوج سے حیدر علی پر حملہ کرے۔ لیکن حیدر علی نے اپنی تھوڑی فوج سے اُسکو شکست دی۔ اس میں مرہٹوں کی خاموش فوج حیدر علی کے مقابلہ کو آہنچی رتی ہلی کے قریب جو سانوانور کے جنوب میں ہے بڑی خونریز جنگ واقع ہوتی جس میں حیدر علی مغلوب ہو گیا۔ اور اُس کی فوج کا بہترین حصہ کام آیا۔ اور وہ بڈنور کے جنگل میں بھاگ کر اپنی جان بچا سکا لیکن مادھور اڈے نے دریا سے تنگ بھدر اکوہور کو کے بڑے شد و مذ سے اس کا مقابلہ کیا۔ اور پاروں طرف سے حیدر علی کو گھیر لیا۔ اور حیدر علی صلح کی درخواست پر مجبور ہوا۔ تب مادھور اڈے اس شرط سے صلح پر راضی ہوا کہ وہ تمام علاقہ جو پہلے مراری راؤ والے گٹھی کے قبضہ میں تھا واپس کر دیا جائے اور سانوانور مرہٹوں کو دے دیا جائے اور ۳۲ لاکھ روپیہ خرچہ جنگ ادا کیا جائے لیکن مادھور اڈے نے صوبہ سرایا ان علاقوں کی بابت جو اُس نے پالی گرد سے چھینے تھے کوئی تعرض نہیں کیا۔ مگر دوسری تاریخ یا بورنگ سنا کی اسی تاریخ سے کچھ پتہ نہیں ملتا کہ معاہدہ مصالحت کے بعد حیدر علی نے کیا عمل درآمد کیا اور نہ دوسری تاریخوں میں حیدر علی کی ایسی

قطعی شکست کا چند سطروں میں بیان مذکور ہے +

فتح بڈنور کے دلچسپ واقعات

۱۱۷۳ھ ہجری

یہاں تک نواب حیدر علی خاں نے کئی فتوح عظیمہ پر دسترس حاصل کیا۔ اور بتدریج قلاع و پرگنات صوبہ سرابھی مرہٹوں سے لڑ بھڑ کر نکال لئے۔ اب اُس کی یاوری قسمت نے شہر بڈنور دارالحکومت ملک کنٹرہ کو فتح کرنے کی بھی راہ پیدا کی۔ جو صوبہ سرابھی کے مضافات میں واقع تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نواب حیدر علی خاں قلعہ ہنس درگ یا آب سنگر (متعلق صوبہ سرابھی میں فروکش تھا۔ اس میں ایک نو عمر لڑکا اُس کے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔ میرا قصہ عجیب ہے۔ میں بیدر سنبھوراجہ پڈنور دارالملک کنٹرہ کا مہنتے ہوں۔ راجا مرگیا (یہ راجہ ۱۱۷۲ھ میں فوت ہوا) اس کے ملک پر اُس کی شہوت پرست اور جوان رانی حکمرانی کرتی ہے۔ اُس کے بطن سے کوئی لڑکا نہیں دونوں کو اپنے عیش کے سوا ملک کی پروا نہیں۔ برہمن دیوان سے چھٹی ہوئی ہے۔ وہ جو پاتا ہے کرتا ہے۔ ملک برباد ہو رہا ہے

۱۱۷۳ھ میں کتاب نشان حیدر می سے لکھا گیا ہے۔

میں نے رانی سے عرض کی کہ ایسی حالت میں آپ کی بدنامی متصو
ہے۔ اور ملک کی بے بند و بستی کا حال سن کر ممکن ہے کہ کوئی غنیم
اس پر حملہ کرے اور اس ملک پر قبضہ کر لے۔ رانی میری ان باتوں
سے کھٹک گئی۔ اور اپنے آشنا کے مشورہ سے میرے مار ڈالنے کی
تذہیر کی۔ اور اپنے معتمد رازدار آدمیوں کو حکم دیا کہ اس چھوکرے
کا گلا گھونٹ کر قلعہ کے باہر فلاں مندر میں دفن کر دیں۔ اُن آدمیوں
نے مجھ کو سوتے میں آدیا یا۔ اور رات کے وقت جلدی جلدی میرا
گلا گھونٹنے لگے۔ میں دم سادہ کر رہ گیا۔ گویا مر گیا ہوں۔ تب انہوں
نے ایک کتل میں مجھ کو بطور گھڑی کے باندھا اور اُس مندر میں جہاں
پہلے سے گڑھا کھود لیا تھا مجھے ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔
اور چلے گئے۔ وہاں کا جوگی اس راز سے واقف تھا۔ یا اُس وقت
یہ ماجرا دیکھ کر چُپ چاپ ہو گیا۔ اور جب وہ چلے گئے۔ تو اُس نے
مٹی ہٹا کر مجھ کو نکالا۔ اور اُس کے حکم سے اُس کے چیلے نے میری
گردن کی مالش کی۔ تب میں کئی دن میں بات کرنے کے لائق
ہوا۔ جوگی نے میرا افسانہ سُکر مجھ سے کہا۔ کہ تیرا یہاں رہنا مناسب
نہیں۔ تو یہاں سے فقیرانہ بھیس بدل کر رات کو نکل جا۔ چنانچہ میں
اُس رحمل جوگی کا شکر گزار ہو کر رات کو وہاں سے چل دیا۔ کئی
روز میں آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ اور اب آپ سے اپنا انصاف
چاہتا ہوں کہ راجا متونی کی جگہ مجھ کو دلائی جائے۔ مہا بُدیہ میرا

نام ہے۔ نواب حیدر علی خاں نے ان حالات کو بڑی دلچسپی سے سنا۔ اور کسی بہانہ سے ایچی بھیج کر رانی کو طلب کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ حیدر علی اپنے ملک کا نواب ہے۔ میں اپنے ملک کی رانی ہوں۔ وہ مسلمان ہے میں ہندو۔ میں اُس کے سامنے نہ جاؤنگی۔ جب ایچی یہ جواب لایا تو حیدر علی خاں نے رانی کی اس سرکشی و تمرد سے برا فروختہ ہو کر بڈ نور پور فوج کشی کا ارادہ کیا۔

بڈ نور کی نسبت مصنف حالات حیدری نے اپنی تحقیق میں لکھا ہے۔ کہ بڈ نور دارالحکومت کنڑہ کا مشہور شہر ہے۔ اُس زمانہ میں پچاس ہزار آدمی رہتے تھے مگر اُس کا قدیم فرسنگ سے زیادہ ہے۔ اس مناسبت سے یہ آبادی کم معلوم ہوتی ہے لیکن اکثر گوچے بہت لمبے اور مکانات بہت وسیع بنے ہیں۔ اُن مکانات کے اندر باغ اور باغوں میں خوش اور تالاب واقع ہیں۔ اور سڑکوں پر اقسام کے سایہ دار درخت لگے ہوئے ہیں۔ تمام شہر میں کوچوں کے دونوں طرف میٹھے پانی کی نہریں جاری ہیں۔ اور تمام کوچوں میں سنگین یا سنڈریزوں کا فرش ہے۔ یہ شہر ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے جسکی چوٹی پر نہایت مضبوط اور دشوار گزار قلعہ بنا ہوا ہے۔ جو چاروں طرف بیس بیس فرسنگ جھاڑی جنگل سے گھرا ہے۔ صرف ایک تنگ راستہ قلعہ کو جانے کا ہے۔ اُس کے دونوں طرف بھی چھوٹے چھوٹے قلعے غنیم کے روکنے کو بنے ہوئے ہیں۔ اور چاروں طرف کوسوں تک بانس کی جھاڑی ہے جس کا کاٹنا بہت ہی دشوار ہے۔ اور وہاں کے تنگ راستوں اور پک ڈنڈیوں کو سوائے واقفکار لوگوں کے ہر شخص نہیں جان سکتا۔

ایک ہزار سوار مع تجربہ کار فوج پیادہ کے جو دشوار گزار مقامات کو آسانی سے طے کر سکیں ہمراہ لیکر آبنگر سے بڈنور کی طرف کوچ کیا۔ مہا بدھی ساتھ تھا۔ جب یہ جمیعت سرحد بڈنور میں داخل ہوئی اور وہاں کے لوگوں نے معلوم کیا۔ کہ ہمارا متبے راجہ نواب حیدر علی خاں کے ساتھ ہے اور نواب اُس کی عقدہ کشائی کو آیا ہے تو اُن نے راستہ دیدیا بلکہ ہر طرح اُس کی خدمات پر آمادہ ہو گئے۔ جب حیدر علی خاں سوا بڈنور میں پہنچا۔ تو رانی اپنی فوج لیکر سامنے آئی۔ طرفین کی فوجوں سے لڑائی ہوئی۔ لیکن نواب کی پختہ کار فوج نے اُس فوج کو جلد مغلوب کر لیا۔ اور رانی گرفتار ہو کر نواب کے سامنے لائی گئی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ رانی اُس قلعہ میں پناہ گزین ہو گئی اور ۲۷ روز کے محاصرہ سے تنگ آ کر نواب کے سامنے حاضر ہوئی۔ اور اپنی جگہ مہا بدھی کو حکمران کرنا منظور کر لیا۔ جب مہا بدھی گدی نشین ہو گیا تو نواب حیدر علی خاں نے اپنی تھوڑی فوج واسطے ہندید و انتظام کے وہاں چھوڑی باقی جمیعت کے ساتھ منگلور کو روانہ ہو گیا اور کہہ گیا کہ مراجعت کے وقت پھر یہاں رہ کر جائے گا۔ مہا بدھی نے لڑائی سے پہلے نواب سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ وہ سند نشینی کے بعد اس امداد کے شکریہ میں بندر منگلور کو مع اُس حصہ ملک کے جو مملکت میسور کے متصل ہے نواب کو حوالہ کرے گا۔

رانی نے بعد چلے جانے نواب حیدر علی خاں کے مہا بدھی کو اپنے

جال میں پھانسا اور اُس سے کہا۔ اے بے وقوف لڑکے تو نے غضب کیا جو حیدر علی کو یہ موقع دیا۔ تو نہیں جانتا کہ وہ مسلمان ہمارے مذہب کا دشمن ملک گیری کی ہوس رکھتا ہے۔ آج تجھ کو مسند پر بٹھایا ہے۔ کل تجھ سے ملک چھین لیگا۔ اور اس طرح یہ ملک مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ جب نواب منگلور سے واپس آئے تو اُس کا کام تمام کر دیا جائے۔ مہا بدھی نے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ رانی نے جواب دیا کہ نواب راجہ کی دوستی میں ٹھیرا تھا اور جب واپس آئے گا تب بھی وہیں ٹھیرے گا۔ اُس دولت سرا کے اندر سے بڑے مندر کو راستہ گیا ہے جس سے کوئی واقف نہیں۔ اُس کو بارود سے بھرا دیا جائے۔ اور جب نواب آرام میں مصروف ہو تو ایک دم اُڑا دیا جائے۔ بد نصیب مہا بدھی نے اس کو مان لیا۔ تب اُس رانی نے اپنے آشنا پنڈت کے ذریعہ سے یہ منصوبہ پورا کیا۔ لیکن جب نواب واپس آیا تو قبل داخلہ مکان ایک رازدار پنڈت نے اُس کو اس راز مخفی سے آگاہ کر دیا۔ نواب نے اُس کے محاصرہ و تحقیقات کا حکم دیا۔ جب معلوم ہوا کہ یہ بات صحیح ہے۔ تو اُس نے رانی اور اُس کے آشنا برہمن کو وہیں قتل کر دیا۔ اور مہا بدھی کو گرفتار کر کے قلعہ لکھیری میں بھیج دیا۔ اور سارے ملک پر قبضہ کر لیا۔ ملا فیروز صاحب صنف چار جنامہ نے اس واقعہ کو نظم میں لکھا ہے۔ اس میں رانی کی

اُس سفاکی کا ذکر نہیں جو مہابدھی نے اپنی تدبیر ہلاکت کی نسبت
نواب حیدر علی خاں سے بیان کی باقی اور تمام واقعہ اس صراحت
سے درج ہے :-

اشعار جارحنامہ

شگفتے ز کردار حیدر شنو	نوائے نو آئین دیگر شنو
چو آورد بوم شرار ابدست	سر سرکشاں کردہ یکبار پست
کنار اکہ بدکشوے بس بزرگ	نشینگہ راجگان سترگ
دختش ہمہ صندل ساج و عود	کشیدہ ہمہ نرچرخ کبود
پراز مینک و فلفل جوز و ہیل	ہمہ بیشہ و دشت و راغ بیل
در انجائیکے راے بد کہ خدا	چوزین خاکدان شد بدگیر مرا
بجایش یکے خورد کبودک گزشت	بجزوے دگر جانشینے نہ داشت
پسزنا رسیدہ بدہ ز اش مام	گرفتہ بکف کار مارا ز مام
رسیدہ چو شد کودک نارسیدہ	دلش مہر پیوند شاہی گزیدہ
نشستن بجایے پدر کردے	ز مادر نشد آرزویش روئے
چوزن از غوغائی سریشاہی کشید	بجز خود سزاوار شاہی ندید
سخن بود زور استی ناپدید	ز مادر چو فرزند شد نا امید

۱۔ قلاع و محالات صوبہ سراجو مہٹوں سے لڑ بھڑا کر حاصل کئے +
۲۔ کنار یعنی کنڑہ جس کو مصنف نے فارسی تلفظ میں کنار لکھا +

بیازد از مام و پڑمردہ روے
 بگخت از بزدلی بہ بندی کمر
 سپاس ترا پاس دارم بجاں
 سپارم فراوان از آن خواستہ
 جدا کردہ از کشور منگلور
 مر آن شہر باش۔ بفرمان تو
 چو بشنید حیدر سپہ بر نشانہ
 بہ نزد دژ آمد چو از دور راہ
 دولشکر چپے راست سر بر زد
 پس از آنکہ بسیار پیکار شد
 بر خوشن خواندش آن سرفراز
 پسر را بیاورد نزدیک مام
 دل ہر دو از کینہ پرداختہ
 دل مام خوشنود شد از پسر
 نشیمن شدش جایگاہ مہی
 ز بازوے حیدر رسیدا و بکام
 چو شد رے زادہ بہ را بلند
 وفا پیش خواند و جفا کرد دور
 جدا گشتہ ز وحیدر نا بخوے
 ز حیدر از آن درو شد چارہ جو
 مرا بر نشانی بجسکا پدر
 بگنج پدر آبخہ باشد نہاں
 بگو ہر ہمہ چیز آراستہ
 بہ بخشم نہاں ز فرمانت دور
 کسے سر نہ پیچد نہ بیان تو
 بسوے کنار ا بہ تندی براند
 زن را ئی آمد بروں با سپاہ
 زمین گل شد از خون ہر دورہ
 زن از بخت و اثر وں گرفتار
 نہ کردہ دے دست برود باز
 سو ا مشتی نیز پسر وہ گام
 دو سینہ ز کینہ تہی ساختہ
 بائین بدوداد جاے پدر
 کشادہ دوستش ز فرماندہی
 ہمیش مہربان گشت آشفہ مام
 بہ عہد و پیمان شد کار بند
 پسر وں دژ و بارہ منگلور
 بدانسوے بالشکر آورد و روے

کہ آں جایگز را بگیرد بدست
 نشانند خود مرزیاں جا بجا
 چو شد حیدر از زاده رادور
 چو گفتش بگفته کہ اسے پور خام
 نہ بایست با او ترا گشت دوست
 بود او مسلمان و بیگانه دین
 مسلمان اگر چون فرشتہ بہ خواست
 بگیرد ہمہ کشورت را بدست
 شود زو تہ کشور و دین ما
 اگر تو بگردون برائی بلند
 شوی گر بدریا نہ ہمیش نہا
 چو او باز گردد بدین جایگاہ
 و گر نہ تو مرخویش را مرده گیر
 جوان چون ز ماور شنید این سخن
 بہ گفتار مادر نہادہ دو گوش
 سگالید با ہم دگر مام و پور
 بکاخے بر آورده او را فرود
 فرود آوریم آن سرا بر سرش
 سگالش بدینگونہ آمد بجاسے

بد انسان کہ شاید دہد بندوست
 گمارد ز نزد یک خود پیشوا
 بر غمش سخن راند مادر پور
 نہ دانستہ از سروری جز کہ نام
 ترا در جہاں بدترین دشمن است
 بہ بیگانہ دیناں بود پرزکین
 چو وابستگی بدتر از دیو است
 بہ پیش نیا کانت آرد شکست
 برافتد از و نام و آئین ما
 کشد بر زمینت بہ ختم کند
 چو ما ہی پشت اردت بیگان
 و را ساخت باید نہانی تہا
 سروتن بخون اندر آورده گیر
 نرد شد بہ اندیشہ سرتا بہ بُن
 سپردہ روان و دل جان ہوش
 کہ چون وار سد حیدر از منگلو
 گسستہ نہان کاخ را تا و پود
 بخاک اندر آید سر و افسرش
 میان زن و پور نا پختہ را

کنون حال زن بشنو اینگونه
 چو جو بنده کام بود هوا
 گزیده بکامش یکے برهمین
 در خواند نزد یکیش آن چاره
 برهمین پرستار بتخانه بود
 فراوان بآزین بسیار استه
 پیئے حیدر آن خانه کرد پسند
 به گفتش ز بتخانه تا آن سرا
 کشاید بزی زمین ره فراخ
 بدان سان که فرمود آن شوم
 چو حیدر سپرد اخت از منگاور
 پذیره شده پورو مام و سپاه
 به پیوسته با اوز بهرگون سخن
 که ایوان ز مردم چو ماند نئی
 کسے را که ایزد بدار دلگاه
 به فرمان دارنده جان و تن
 نشسته در آن جا بدر آن نو
 جز اینان سران سپه سرسپر
 به حیدر سخن گفتن آغاز کرد

که چون بود کارش پس از مرگ
 چنان چون بود راه نایار سا
 از و شاد و زانسانکه از بت شمن
 به گفت آنچه بودش بدل مهر سر
 به نزدش یکے خانه شامانه بود
 به زینت چو فردوس پر استه
 که بر جانش آرد بدایا گزند
 نماید زمین را سستی جا بجا
 رساند سر نقب تازی کلاه
 به انجام آورد آن برهمین
 بیامد بجائے که بد مام و پور
 در آن کاخش آورد از گردا
 همی جست هنگام آن خیر زن
 بحیدر فرود آرد از ابلهی
 نگردد ز داستان دشمن تبا
 بکاخ اندر آمد یکے برهمین
 همان مادر کشور آراستے نو
 نشسته یکے ایستاده و گر
 سر را ز پوشیده را باز کرد

<p> بر او نقب پنهان نمود آشکار بر آن مادر و پور ز گم کرده بخت بفرموده بستند و گشتند و زار در آن کار انباز و یاران برانگیزد از جان شایان رخسار فرت ده در شهر و بوم سر نشانه پیش بست استوار که آن شهید را آرتخت گاه فرمهند را شد فزونی فرهی ز رایان و نام آوران یادگار شمرده اگر کس شماره نبود ز هر گون گهر بود خردار نفایس بے توده چون کوه بود زرد و توهر آموده جاس نشست ز زرین و سیمین کیست تمام بکس هیچ اندازه پیدا نبود بداند و متن در جگر سوخته بدستش میفتاد بے رنج و درد فراوان بشد کارش آراسته </p>	<p> نهان بخیه افکند بر رو کار شنیدد روانش بر اشفت بخت کسانیکه بودند انباز کار هماندم زن و راز داران او به درخیم فرمود کز تیغ تیز به بسته به بند گران پارای برو کرده زندان یک از حصا سوے شهر یث نور شد با سپاه شدان شهر و کشور او را رهبری بدست آمدش خواسته بشمار که آن را گران و کناره نبود ندو سیم آموده انبار طرایف ز هر گون به انبوه بود نگاور میولان و پیلان مست چو الماس شمشیر زرین نیام ز صاع و زخیز خفتان و خود ز بسا کس گنج اندوخته پو فرخنده بدروز و فیروز مرد از ان کشور گنج و آن خواسته </p>
--	---

زگردون ورا بود چون یادی رسانده بہ شاہان سر ہسری
 مہان جہاں زو گرفتہ شمار ز نامش ہر اسان بسے نامدار
 چوزان بوم آمد بدستش ز مام بگروانده از رانہ بڈ نور نام
 بفرمود تا مردمان سرسبر مرآن شہر خوانند حیدر نگر
 الغرض حیدر علی خاں کو یہ خدا داد فتح ایسی حاصل ہوئی کہ اُس نے
 حیدر علی خاں کو دفعۂ کُرسی سے تخت پر بٹھا دیا ۛ

ملک انواع برکات سے بھرا ہوا پایا۔ علاوہ پیداوار جاول کے
 مرج سیاہ دار چینی۔ جاے فل۔ لونگ۔ الائچی۔ موتی۔ مونگا۔ مہندل
 عود۔ ہاتھی دانت کا معدن تھا۔ ملک کے پہاڑ۔ سونے۔ الماس۔ یاقوت
 کی جھولیاں بھرے کھڑے تھے۔ قلعہ بڈ نور کے خزانہ کی حد نہ تھی
 سونے چاندی کی اینٹیں۔ مرصع پتلیاں۔ زیورات۔ موتی اور جواہر
 کے اتنے بڑے بڑے ڈھیر لگائے گئے تھے کہ اس طرف کا سوار
 اُس طرف سے نظر نہ آتا تھا۔ اور یہ زرو جو اہر بطور غلہ کے منوں او
 پنسیر یوں سے تولے گئے۔ حیدر علی خاں نے اس لامتناہی خزانہ
 سے اپنی تمام فوج اور اپنے سب ملازموں کو ڈیڑھ ڈیڑھ برس کی
 تنخواہ بطور انعام عنایت کی۔ اور نام منگلور کا کوڑیاں یا شاہ بندر
 اور بڈ نور کا حیدر نگر رکھا۔ اور اپنے آپ کو بادشاہ کنڑہ و کارگس
 لے کارگس بھی ایک ریاست سرحد کنڑہ پر واقع تھی۔ اُس کے پہاڑ اُسکو مملکت
 کنڑہ اور میسور اور ملک طیب سے جدا کرتے ہیں ۛ

کارگس کے لقب سے لقب کیا۔

تحقیق مزید از تالیخ بورنگ صاحب

یون۔ جی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور پٹی
تالیخ "حیدر علی اور ٹیپو سلطان" میں لکھتے ہیں کہ :-

موضع کلاڈمی میں دو بھائیوں نے سنہ ۱۷۶۷ء میں ایک خزانہ پایا
تھا۔ وہ خود کو نایک کہتے تھے۔ انہوں نے موضع ایکیری میں حکومت
کی بنیاد ڈالی۔ پھر ان کے جانشینوں میں سو آٹا نایک نے سنہ ۱۷۸۷ء
میں ایکیری کو محفوظ خیال نہ کر کے بڈنور یا بڈرور کو جس کے معنی بانسوں
کا شہر ہے۔ اپنا مستقر قرار دیا۔ یہ مقام دشوار گزار پہاڑوں میں واقع
اور خیل جھارسی سے گھرا ہوا تھا۔ اور خود اس نے اس کو اور زیادہ
مستحکم بنالیا۔ اس سردار کے قبضہ میں صرف بڈنور کا کوہستانی ملک
ہی نہ تھا بلکہ پہاڑوں کے نیچے کا میدان بھی تھا جو مغربی ساحل تک
پھیلا ہوا تھا اور اب اس کا نام کنارادکنڑہ ہے۔ اس ملک میں
بے شک و شبہ دس ہزار میل زمین شامل تھی۔ اور اٹھارہ سو
میل کے شروع میں یہ نایک میسور کے راجاؤں سے زیادہ قوی تھے۔
اس محفوظ مقام پر نایک دو سو برس سے زیادہ بہ اطمینان حکومت
رہے یہ گاؤں میسور کے شمال و مغرب میں واقع ہے +

کرتے رہے۔ لیکن سوایا نایک کے انتقال کے بعد کوئی اولعزم حکمران پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے اس کے جانشینوں نے اُسی قدم ملک پر قناعت کی جو سوایا نایک نے چھوڑا اور فتح کیا تھا۔ ۵۵۷ء میں سوایا نایک نے جو اُس وقت حکمران تھا انتقال کیا۔ اور اپنے متبے بیٹے چینا بسویا کو جو کم عمر تھا اپنی رانی ورماجی کے سپرد کر گیا۔ تاکہ اس کے جوان ہونے تک اس کی پرداخت کرے اور ملک کے کاروبار کی نگراں رہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مبتلائے عیش ہو گئی اور اُس نے اپنے آشنا کے اتفاق سے چینا بسویا کو قتل کرادیا۔ لیکن دعویدار جو حیدر علی کے سامنے پیش ہوا یہی کہتا تھا۔ کہ وہ خود چینا بسویا ہے۔ اور ورماجی اور اُس کے آشنا کے ظلم سے بچنے کے لئے وہ فرار ہو کر آپ کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ بعد فتح سرادو واقعہ نواب بسالت جنگ پیتل دروگ کے قریب عیسیٰ کا لشکر بڑا ہوا تھا۔ اس میں ایک شخص آیا اور اُس نے خود کو متوفی راجہ کا متبے اور متحق ریاست بڈ نور قرار دیا اور اپنی ماں کی ناجائز حرکات کا اظہار کیا اور حیدر علی سے امداد کا طالب ہوا۔ حیدر علی نے اُس کو گدی نشین کرنے کے بہانہ سے ۱۷۶۴ء میں بڈ نور پر حملہ کر دیا۔ اور چینا بسویا کو ساتھ لیا۔ اُس کے بڑھ کر کو سہی کے ویران ملک میں راجہ متوفی کے اگلے وزیر کو مقید پایا جس کو غالباً رانی کے آشنا نے قید کرادیا ہوگا۔ حیدر علی نے اس وزیر کو رانی دیکر اپنا رہبر بنایا۔ اُس کی رہبری نے

اُس کو جنگل بھاڑی کے بیچ ہو کر ایک خفیہ راستہ بتا دیا۔ وہ اُس راستے سے ایک دم شہر بڈنور کے سر پور جا پہنچا۔ تھوڑی دیر میں ایک ظالم برپا ہو گیا۔ شہر کے آدمی شہر چھوڑ کر جنگل کو بھاگے اور رانی کا گارو خوف سے مقابلہ کی تالاب نہ لاسکا اور محل میں آگ لگا دی۔ حیدر علی نے فوراً یہ آگ بجھوائی۔ اور تمام محلات سرکاری کو مقفل کرادیا۔ اور پہرے بٹلا دئے +

کہا جاتا ہے کہ یہاں حیدر علی کے ہاتھ بارہ ملین پونڈ یعنی ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ کی دولت ہاتھ لگی۔ اور حیدر علی نے رانی کے متنبے بیٹے سو ماسک ہرا اور جھوٹے دعویدار کو مع رانی اور اُس کے آشنا کے مدگری کے کوہی قلعہ میں جو میسور کے مشرقی حصہ میں واقع ہے بھیج دیا۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حیدر علی کو ایک بڑی سازش دریافت ہوئی۔ سازش کے شرکاء میں ستے تین کو پھانسی دی گئی +

لے ہم یون۔ بی۔ بورنگ صاحب کی اس تحقیق کو مورخ حلات حیدری اور مصنف جاجہار کے خلاف اور نیز حیدر علی کی مناسب وقت سیاست کے مقابلہ میں صحیح تسلیم نہیں کر سکتے اور جو صاحب موصوف نے رانی کا مع آشنا و متنبے کے مدگری کے قلعہ میں بھیجا جانا پھر اجمالاً بلا اظہار نام تین شخصوں کو پھانسی دیا جانا لکھا ہے۔ صاحب موصوف کی تحقیق پر صحیح روشنی نہیں ڈالتا ہے۔ ہمارے نزدیک وہی روایت صحیح ہے۔ جس کے موافق رانی اور اُس کے آشنا کو قتل کرا دیا گیا۔ اور متنبے کو قلعہ میں قید کیا گیا +

پرتگیزیوں سے معاملہ

جب نواب حیدر علی خاں نے مالک کنڑہ کے ضروری انتظاموں سے فرصت پائی۔ اُن کو خیال ہوا کہ پرتگیزیوں نے مالک کنڑہ میں سے کچھ قلعے اور پرگنہ چھین لئے ہیں وہ اُن سے واپس لینے چاہئیں تب نواب موصوف نے اُن پر فوجبشی کر دی۔ اور آگے بڑھ کر علاقہ کارنٹ اور اُس کے قلعہ کو جو پہلے مملکت کنڑہ میں داخل اور اب پرتگیزیوں کے علاقہ ہند میں شامل تھا عاقلان پرتگیز کے قبضہ سے نکال کر اپنا انتظام قائم کر دیا۔ اور قلعہ رامہ کی طرف بڑھے۔ یہ قلعہ پرتگیزیوں کے صدر مقام گوا کے راستے پر واقع تھا جو دشمن کو گوا پر چڑھنے سے روکتا تھا۔ اُس موقع پر انگریز اور فرانسیسوں نے پرتگیزیوں کی طرف داری میں نواب حیدر علی خاں کو مدد دینے سے غدر کیا۔ تب مصلحت اندیش نواب نے مصالحت کا ڈول ڈالا۔ پرتگیزیوں نے بھی مصالحت کو مصلحت وقت سمجھا اور کارنٹ وارا کا علاقہ نواب حیدر علی خاں کے حق میں چھوڑ کر جان بچائی۔ اور نواب موصوف کا میاں بی کے ساتھ مراجعت فرمائے منسلک ہوئے۔

قوم مایہ کا مطیع ہونا اور قوم نامیر پر

فتح پانا

مایہ قوم مایہ خود کو عربی النسل کہتی ہے۔ اور تمام سواحل طیبہ پر لاکھوں کی تعداد میں پھیلی ہوئی ہے۔ خشکی اور تری کی تجارت پر قابض ہے۔ سود بہت زیادہ مقدار میں لیتی ہے۔ اس لئے اُس کا تنول بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ دوسری قوم

نامیر سواحل طیبہ کے قدیم باشندوں سے مرکب ہے۔ ان کی قومی رسمیات عجیب ہیں بیٹے کی جگہ بھلے بچے کو اپنا وارث کرتے ہیں۔ اور جیسے مسلمان مردوں کو چار نکاح جایز ہیں ویسے ہی اُن کی ایک عورت چار مرد اختیار کرتی ہے۔ جب ایک مرد اندر جانا ہے تو دروازہ پر آدمی کو بٹھا دیتا یا اپنے جوتے یا کوئی ہتھیار چھوڑ دیتا ہے تاکہ دوسرا مرد آئے تو اندر جانے کا قصد نہ کرے۔ ہفتہ میں ایک روز چاروں مرد عورت کے گھر میں جمع ہوتے اور ایک جگہ کھانا کھاتے ہیں۔ اور ہر مرد اپنی حیثیت کے موافق ہفتہ کا خرچ عورت کو دیدیتا ہے۔ اولاد کی پرورش عورت کے ذمہ ہے۔ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو وہ ماموں کو باپ بناتا ہے اور عورت کے چاروں شوہر

کو باپ کہتا ہے۔ یہ قوم بھی لاکھوں کی تعداد میں بستی ہے۔ اتفاق سے
 کانانور کے نایر راجہ کی لڑکی علی راجہ پر عاشق ہو گئی جو قوم ماپلہ کا نوجوان
 اور خوب صورت سردار تھا۔ جب اُس کا عشق ظاہر ہوا تو نایر راجہ
 نے باوصف اختلاف دین و مذہب اپنی خوشی اور رضامندی سے اُس
 لڑکی کی شادی علی راجہ سے کر دی۔ اور مرتے وقت علی راجہ کو اپنا جانشین
 بنایا۔ اور کانانور کی حکومت اُس کو سپرد کر دی۔ اس پر قوم نایر کے
 دوسرے سردار برا فروختہ ہوئے۔ اور قوم ماپلہ کے اداسے قرضہ میں
 تساہل اور تجاہل کرنے لگے جو قوم ماپلہ کے سخت نقصان کا باعث تھا۔
 علی راجہ کی شادی قوم نایر کی عام برا فروختگی کا سبب ہوئی۔ اور
 قوم نایر کے لوگ قوم ماپلہ کے ساتھ زیادہ شرارتیں کرنے لگے۔ تب
 قوم ماپلہ کے سرداروں نے علی راجہ کو متفق کر کے اپنا ایک سفیر نواب
 حیدر علی خاں کے پاس روانہ کیا۔ اور عرضداشت میں لکھا۔ کہ ہم
 مسلمان ہیں۔ ہماری حمایت کا خیال رہے۔ ہم سب اطاعت کو حاضر ہیں
 حیدر علی خاں نے اس سفارت کو بڑی خوشی سے قبول اور سفیروں کو
 خلعت فاخرہ دیکر رخصت کیا۔ اور قوم ماپلہ کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔
 ماپلے جہاز رانی کے کام سے بخوبی واقف تھے۔ خشکی اور تری میں
 اُن کی تجارت ترقی پر تھی۔ اور علی راجہ کے تجارتی جہاز مال بیکرا دھر
 اُدھر جایا کرتے اور دوسری جگہ کا مال وہاں لایا کرتے تھے۔ اس لئے
 حیدر علی نے علی راجہ کو اپنا امیر البحر مقرر کیا۔ اور اُس کے بھائی شیخ

علی کو اپنے ملک کے بندروں اور دریائی تجارت کا سربراہ کار بنایا اور نئے جہاز بنانے کے لئے زر کثیر عنایت کیا ۔

علی راجہ نے ایک بیڑہ جہازوں کا جمع کر کے اُن پر نواب حیدر علی خاں کے نام کا باوٹا چڑھایا۔ اور مناسب سپاہ لیکر روانہ ہوا۔ دریائے راست سے جہاں جاتا وہاں کے لوگ اُس سے بہ تنظیم پیش آتے۔ آخر کو وہ جواہر مالدیوہ میں داخل ہوا۔ یہاں بھی موپلے تجارت کرتے تھے۔ یہاں اس نے اس بہانہ سے کہ جزائر کے لوگ موپلوں پر ظلم کرتے ہیں جزائر مالدیوہ کے راجہ کو گرفتار کر لیا اور اُس کی دونوں آنکھیں نکلا ڈالیں۔ اور نواب حیدر علی خاں کی حکمرانی کا نشان بلند کیا۔ پھر جزائر کے راجہ کو جہاز پر چڑھا کر نواب حیدر علی خاں کے حضور میں منگلو رہنچا۔ تاکہ اپنی اس کارگزاری پر شاباش کا مستحق ہو ۔

نواب حیدر علی خاں نے بے قصور راجہ کی رویداد سن کر اور اُس کو دونوں آنکھوں سے اندھا دیکھ کر علی راجہ کو سخت ملامت سے یاد کیا۔ اور منصب امیر البحر اُس سے واپس لیا۔ اور راجہ جزائر مالدیوہ سے معافی چاہی۔ اور مکانات شاہی میں سے ایک مکان سکونت راجہ کے لئے خالی کرادیا۔ اور ایک جاگیر معقول اُس کی بقائے عزت اور مصارف ضروری کے لئے مقرر کر دی ۔

قوم نایر جو قوم موپلہ کی زیادہ ستانی و سخت گیری سے تنگ اور علی راجہ کی ترقیات سے خون در جگر تھی۔ اُس نے جب سنا کہ علی راجہ

کو امیر البحر کی خدمت سے معزول کیا گیا ہے۔ تو اُس نے قوم ماپلہ کے برباد کر دینے کا عزم کیا۔ یہ نہ سمجھی کہ علی راجہ کا منصب امیر البحری سے معزول ہونا اور بات ہے۔ اور قوم ماپلہ سے نواب حیدر علی خاں کا معاہدہ حمایت کرنا دوسری چیز ہے۔ اور بلا لحاظ پس و پیش نایروں نے مولوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اور جا بجا ہزاروں مولوں کو مار ڈالا۔ اُن کے گھروں کو آگ لگا دی اور لوٹ لیا۔ جب مولوں نے یہ آفت برپا دیکھی۔ اُن کے چند سردار کپڑے پھاڑ کر روتے پیتے۔ نواب حیدر علی خاں کے پاس منگلور میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی قوم کی رویداد غم بیان کی۔ نواب نے اُن کو تسلی دی۔ اور فے الفور بیس ہزار سوار و پیادہ لیکر روانہ ہوا +

اٹنارہ میں علی راجہ نے استقبال کیا۔ اور پیادہ ہو کر اُس کی رکاب کو بوسہ دیا۔ نواب نے اُس کی عزت کی۔ اور سواری کے سٹالے لے لیا۔ جب شہر کنانور کے قریب پہنچا۔ ندی کے کنارے کیمپ قائم کیا۔ ندی کے دوسری طرف نایروں نے صف آرائی کی۔ دوسرے دن صبح سے لڑائی شروع ہوئی۔ نایروں کی کیا طاقت تھی جو نواب کی فوج سے معرکہ آرا ہوتے۔ اس لئے ان کی سپاہ و جمیعت بہت جلد بھاگ جانے پر مجبور ہوئی۔ اور بہتوں کو نواب کی سپاہ نے قتل کر کے تقارہ فتح بجا دیا۔ اور نواب حیدر علی خاں نے مولوں کا دل ٹھنڈا کر کے مراجعت فرمائی۔ لیکن نایروں کی قوم میں جوش انتقام

افذ زیادہ بڑھ گیا۔ اور وہ بڑے پیمانہ پر اپنا بدلہ لینے کی تدبیروں میں مصروف ہوئے۔

کلیکوٹ کی تسخیر

۱۸۱۱ء ہجری

نواب حیدر علی خاں نایروں سے مولیوں کا انتقام لیکر کٹنا نور سے کلیکوٹ (پاے تخت ملک ملیبار) کو روانہ ہوئے۔ یہاں نایروں کا راجہ حکومت کرتا تھا۔ ساموری اُس کا لقب تھا۔ جب نواب کلیکوٹ کے قریب پہنچے تو ساموری اس خیال سے کہ تمام ملک ملیبار تو نواب کے قبضہ میں آ ہی گیا ہے۔ اب صرف یہ شہر میرے پاس رہ گیا ہے۔ ایسی حالت میں مجھے سوائے اطاعت کے اور کیا ہو سکتا ہے نواب کے استقبال پر آمادہ ہوا۔ اور شہر سے باہر نکل کر نواب کا استقبال کیا۔ اور نواب کو بڑی تعظیم و تکریم سے شہر میں لا کر نہایت آراستہ مکان میں فروکش کیا۔ اور بہت سے قیمتی تحائف نواب کے حضور میں بطور اظہار نیاز مندی پیش کئے۔ نواب ساموری کے اس طرز عمل سے بہت خوش ہوئے۔ اور راجہ کے ساتھ بتعظیم تمام پیش آئے۔ لیکن جب راجہ (ساموری) اپنے گھر گیا تو اُس کے ایک کمبخت برہمن نے اُس کو سخت لعنت ملا

کی اور کہا کہ تو ایک گائے کھانے والے مسلمان کے ساتھ اس فروتنی سے کیوں پیش آیا۔ اب تمام قوم نایر جیتے جی تیری شریک نہ ہوگی۔ اور نہ مرنے کے بعد تیرا کر یا کرم کریگی۔ اور ساموری کے دو بھانجوں نے بھی ایسی ہی باتیں کیں۔ ساموری ان باتوں سے بہت متاثر ہوا اور اس نے رات کو مکان بند کر کے مکان میں آگ لگا دی اور بی بی بچوں سمیت جل مرا۔ جب شعلے نکلے اور دھواں بلند ہوا۔ لوگ دوڑے اور خواب گاہ کی طرف گئے۔ راجہ کو خاکستر پایا۔ پھر تورونے پیٹنے والوں نے ایک قیامت برپا کر دی۔ نواب حیدر علی خاں بھی اس واقعہ کو سنکر بہت بیچین ہوا۔ اور ساموری کی افسوسناک موت پر سخت افسوس کیا۔ اور اُس ملعون برہمن اور ساموری کے دونوں بھانجوں پر جو ساموری کو ایسی سخت غیرت دلانے کا باعث ہوئے تھے نہایت غضبناک ہوا۔

نوٹ :- تخریر حلمات حیدری نے موافق :-

کلیکوٹ کے راجہ ساموری کا یوں جل کر مرنا عقل قبول نہیں کرتی۔ کیا راجہ کا محل کوئی خس پوش جھونپڑا تھا جو یوں جل گیا۔ یا راجہ کے محل میں آؤر کوئی نہ رہتا تھا جو راجہ کو محل جلا دینے اور خود جل جانے کا کافی موقع مل گیا ہو کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اور راجہ اور اُسکی رانی اور بچوں نے چپ چپاتے جلنا قبول کر لیا۔ اس لئے جب اُسکی تحقیق مزید سے کام لیا گیا۔ تو اس واقعہ کی دوسری صورت معلوم ہوئی۔ نواب حیدر علی خاں کی ایک دوسری تاریخ فتوحات حیدری میں لکھا

ہے کہ جب حیدر علی کلپکوٹ میں داخل ہوا تو راجہ چرکل اور قوم
 نایر نے مخالفت اور مزاحمت کی۔ اُس نے راجہ اور اکثر نایروں
 کو قتل کیا۔ پھر متوجہ کلپکوٹ کا ہوا۔ راجہ نے ایک وکیل ہوشیار
 مع تحائف گراں بہا کے اُس کے حضور میں بھیج کر جان کی امان
 طلب کی۔ نواب نے اُس کے پچھلے حضور معاف کر دئے اور ملازمت
 حضوری سے اعزاز بخشا۔ پھر ملک ملیبار سے گزرتا ہوا کویمبا توڑ کو
 واپس گیا۔ ممکن ہے کہ راجہ چرکل کو راجہ کلپکوٹ سمجھا گیا ہو +
 مورخ حلات حیدری نے آگے بڑھ کر جہاں اس دیان کو حسب
 تاریخ فتوحات حیدری کے دہرایا ہے یہ فقرہ لکھا ہے کہ :-
 راجہ چرکل مانند پروانہ کے شمع پر شمشیر و خشاں کے آگے
 آگرا اور جل کر خاکستر ہو گیا۔

پس عجب نہیں کہ اس استعارہ کلام نے جل کر خاکستر ہو جانے
 سے وہ روایت تصنیف کرا دی ہو۔

اُدھر قوم نایر اپنے راجہ کے اس واقعہ سے سخت متغیر اور متاثر ہوئی
 اور چاروں طرف سے کلپکوٹ میں آکر جمع ہونے لگی۔ اور کلپکوٹ کے
 سرداروں نے ٹراونکور اور کوچین کے راجہ پر اپنی بیگمسی کا حال
 ظاہر کیا۔ اور اُن سے مدد لے کر ایک بڑی جمیعت اور سپاہ
 پانیانی ندی کے کنارے جو کلپکوٹ سے بارہ فرسنگ بے جمع کی
 اور نواب پر هجوم کرنا چاہا۔ تب نواب نے اپنی فوج لے کر اُن پر حملہ

کیا۔ تلوار کے سامنے وہ سب اپنا جوش و خروش بھول گئے اور تھوڑے
 مقابلہ کے بعد بھاگ نکلے۔ اسی حالت میں نواب نے ندی کو عبور کر قلعہ
 پانیانی پر حملہ کیا اور قلعہ والوں نے بغیر جنگ کے اطاعت اختیار کر لی
 نواب بعد نواب حیدر علی خاں نے کوچین کی طرف رخ کیا۔ راجہ کوچین
 نے اطاعت قبول کی۔ پھر تو سب نایر دل شکستہ ہو کر نواب کے
 مطیع ہو گئے۔ اور نواب کو خراج دینا قبول کر لیا۔ نواب نے سالانہ
 خراج منظور کر کے جو ملک اُن سے چھیننا تھا اُن کو واپس کر دیا۔ اور
 کلیکوٹ اور قلعہ پانیانی میں اپنی مناسب فوج متعین کی۔ اور چونکہ بارش
 کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ اور سواحل ملیبار میں کثرت سے بارش ہوتی
 اور سیلاب رہتا ہے۔ اور نواب اس جدید فتح اور اندیشہ بغاوت
 نایران سے زیادہ دور جا کر رہنا مناسب نہ جانتا تھا اس لئے کوٹیاٹو
 پہنچ کر راجہ کوٹیاٹو کی دولتسرا میں فروکش ہوا (یہ راجہ ذات کا برہمن
 نواب کا خیر خواہ اور ایک ریاست واقع مضاف میسور کا حاکم تھا) تاکہ
 وہاں بیٹھ کر ہر طرف کی خبر رکھ سکے۔ اور کلیکوٹ کا جو علاقہ فتح کیا تھا وہ
 اس کے زیر اثر کر دیا تاکہ وہ راجہ اپنی حکومت سے رعایا کو راضی
 اور ملک پر قابو رکھے۔ نواب کو خیال تھا کہ اب نایر سر نہ اٹھائیں گے۔
 لیکن اُن کے دلوں میں جوش انتقام باقی تھا۔ اور راجہ ٹراونکور اور
 ساموری متوفی کے بھانجوں نے تمام نایروں کے سرداروں کو پھر پھر کایا
 اور خود کو آمادہ حمایت ظاہر کیا۔ اُدھر مایلوں نے اُن کو اور زیادہ ستانا

شروع کیا جس پر وہ برا فروختہ ہو کر "ہر کہ تیگ آمد بنگ آمد" پر آمادہ ہو
 اور سب نایروں نے صلاح کی۔ کہ یہ بارش کا زمانہ ہے۔ ہم لوگ ہر طرح
 کے کاموں میں اس موسم کی حالتوں میں واقف اور تکلیفات کے خوگر
 ہیں۔ نواب کی فوجیں ایسی حالت میں نہیں آسکتیں۔ اور آئیں تو ہم
 اُن کو بڑی مشکل میں ڈال سکیں گے۔ اس خیال پر نازاں ہو کر اُنہوں
 نے نواب کے کئی عاملوں کو مار ڈالا اور شہر کلیکوٹ اور قلعہ پانیانی کا محاصرہ
 کر لیا۔ تب قلعہ دار نے نواب حیدر علی خاں کے پاس پوشیدہ قاصد بولایا
 اور میر رضا علی خاں کو جو اپنی جمیعت کے ساتھ مادہ بکھری میں مقیم تھے۔
 اطلاع دی۔ میر رضا علی خاں مع اپنی جمیعت کے جو ناکافی تھے بہت
 جلد جا پہنچے۔ اور نایراں سے لڑتے اور اپنی حفاظت کرتے رہے۔
 ادھر نواب نے فی الفور سوار بھیج کر سرحد میسور سے فوج طلب کی
 اور اپنی فوج ہمراہی کے ساتھ شریک کر کے تین ہزار سوار اور دس ہزار
 پیادہ کا لشکر جہاز لیکر آندھی کی طرح اُس طوفانِ آب میں کوچ کیا۔ تمام
 سواروں کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر زین نہ رکھیں ننگی پیٹھ پر سوار ہوں۔
 اور پیادوں کو ایک ایک بارانی۔ اور سپاہِ فرنگ کو موم جاسے کی
 ایک ایک چھتری عنایت ہوئی۔ بارہ توپیں میدانِ مہم پر لڑائی
 گئیں یہ لشکر رات دن کی بھڑی میں کوچ کرتا۔ اور جب دھوپ نکلے
 تو اُس کی سخت گرمی برداشت کرتا۔ کوہستان کے پرزور دشور ندی
 غالوں کو عبور کرتا اور اندھیری راتوں میں ویران اور سبسان دہات

میں جن کو وہاں کے رہنے والے خالی کر کے بھاگ گئے تھے۔ ٹھیرتا ہوا
 نائیروں کی جمیعت کے سر پر جا پہنچا۔ نواب بھی ایک سپاہی کی طرح لشکر کے
 ساتھ تھا۔ نائیروں نے اپنے ایک قصبہ کو جاے پناہ بنایا۔ اور اُس میں
 ہر قسم کا سامان جمع کیا تھا۔ اُس کے گرد چاروں طرف بہت چوڑی
 اور گہری خندق کھودی تھی۔ اور نیز لشکر کے گرد خندق کھودی اور
 مورچے باندھے تھے۔ اور لکڑیوں کا احاطہ بنا کر گولیاں چلانے کے لئے
 جھانکیاں بنائی تھیں۔ اور ایک ٹیکری پر توپخانہ جایا تھا۔ اور نائیروں
 کے فوجی دستے کئی مقامات پر مضبوطی سے قائم تھے۔ جب نواب کے سواروں
 نے نائیروں کے مضبوط مورچوں کے حالات بیان کئے تو نواب نے ایک
 پرتگیز لفٹنٹ کرنل کو چار ہزار پیادوں کا افسر بنا کر داہنی طرف سے
 حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور دوسری ٹکڑی کو ایک انگریز افسر کی ماتحتی
 میں دیکر بائیں طرف سے حملہ کرنے پر مامور کیا اور خود قلب کا سپہ سالار
 بنا۔ سپاہ فرانسس اور اپنے جاں نثار طبقہ امرا و اکابر کو پیچھے رکھا۔
 اور سواروں کی جمیعت سب کے بعد رہی۔ کیونکہ اس موقع پر اُس کا کام
 نہ تھا۔ پرتگیز سپہ سالار نے اپنی فوج لیکر داہنی طرف سے حملہ کیا۔ اور خندق
 تک جا پہنچا۔ اور فوج کو گولیاں چلانے کا حکم دیا۔ فوج دو گھنٹے تک
 گولیاں چلاتی رہی۔ لیکن حصار کے اندر کا کچھ حال معلوم نہ ہوتا تھا۔
 کہ ان گولیوں سے نائیروں کا کیا نقصان ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے
 نائیر لوگ جو حصار کی جھانکیوں سے گولیاں چلاتے تھے اُن سے نواب

کے سپاہی زیادہ گرتے ہوئے معلوم ہوتے تھے +

نواب ایک بلند مقام سے یہ کیفیت جنگ مشاہدہ کر رہا تھا۔ اور سرداران فوج اُس کے دہنے بائیں حکم کے منتظر تھے۔ نواب کی صورت سے ایک غصہ کی علامت ظاہر ہوتی تھی۔ جیسے وہ اپنی فوج کی تاخیر کامیابی سے متاثر ہو۔ اس میں ایک فرانسیسی افسر نے دست بستہ عرض کی کہ اگر حکم ہو تو جاں نثار اپنی جمیعت سے آگے بڑھے۔ نواب نے منظور کر لیا۔ اور وہ افسر اپنی فرانسیسی فوج اور ویسی سپاہ کو لیکر آگے بڑھا۔ اور اپنی فوج کو خندق میں ڈال دیا۔ اور خندق کو عبور کر کے حصار کے نیچے پہنچا۔ اور اُس کی فوج نے حصار کے تختوں کو توڑ ڈالا۔ اور نایروں پر جا پڑی۔ اور نایروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں بہت سے نایر قتل کر ڈالے۔ پھر اس گاؤں میں داخل ہو کر گاؤں کو آگ لگا دی۔ اور اُن کا تو پخانہ چھین لیا۔ یہ حالت دیکھ کر ہزاروں نایر بھاگ گئے۔ اور جگ جھاری میں جا چھپے۔ اس فتح سے نواب حیدر علیاں کو بہت بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ اور تمام فوج میں بڑے زور شور سے فتح کے باجے بجانے لگے۔ جن کی آوازوں نے دور دور تک کے نایروں کے دل ہلا دئے + اور قدردان نواب نے اُس فرانسیسی افسر کو ایک دم دس ہزار سوار کا سپہ سالار اور افسر تو پخانہ بنا دیا۔ اور ہر ایک سپاہی کو تیس روپے اور ہر زخمی کو ساٹھ روپے بطور انعام مرحمت

ہوئے ۔

اس فتح سے نواب کی ہیبت اُس ملک کے چاروں طرف چھا گئی۔ اور ہر شخص نواب کے سپاہی سے ڈرنے اور اُس کو ایک خونخوار درندہ سمجھنے لگا۔ مرہٹوں کو بھی نواب کی اس کامیابی پر رشک اور اُس کی فوج قتار سے اندیشہ پیدا ہوا۔ تمام نایر اپنے گھروں کو خالی کر کے جنگل جھاڑی میں جا چھپے تھے اور اُن کے تمام دہات سنان حالت میں تھے۔ اور کتنے گاؤں نواب کی فوج نے جلا دئے تھے۔ اُن کے واپس لانے اور از سر نو آباد ہونے اور نواب کے زیر اطاعت رہنے کو نواب نے بہت سے برہمن جا بجا روانہ کئے۔ لیکن انہوں نے برہمنوں کی بات پر اعتماد نہ کیا۔ اور اپنے گھروں کو واپس آنے پر راضی نہ ہوئی۔ تب نواب نے یہ احکام جاری کئے :-

(۱) نایروں کا درجہ برہمنوں کے بعد تھا لیکن آئندہ سے وہ کمتر درجہ میں دیکھے جائیں گے۔

(۲) پہلے سب ملیاری نایروں کے جلو میں دوڑتے تھے۔ آئندہ نایر اُن کی جلو میں دوڑا کریں۔

(۳) پہلے صرف نایر ہتھیار باندھتے تھے۔ آئندہ سب ہتھیار باندھیں مگر نایر لوگ ہتھیار نہ باندھیں۔ جو نایر ہتھیار بند پایا جائے اُس کو قتل کر دیا جائے۔

یہ احکام نافذ کر کے نواب نے کوٹھاٹور کو مع رسالہ مراجعت فرمائی اور کئی رسالے اور پلٹنیں وہاں متعین رکھیں تاکہ نایر پھر اجماع کر کے فتنہ و فساد برپا کرنے نہ پائیں۔ باقی سپاہ پیادہ کو ما دیگھری کے قریب رہنے کا حکم دیا۔ جب اس سختی سے بھی کام نہ نکلا تو نواب نے یہ دستور جاری کیا کہ جو نایر مسلمان ہو جائے اُس کے خاندان پر تمام حقوق قدیمہ بحال و برقرار رہیں۔ اس حکم کو سن کر بہت سے شرفاء نایر مشرف باسلام ہوئے۔ اور بہتوں نے جلا وطنی کو برداشت کیا۔ اور کتنے اپنے گھروں کو واپس آ کر شرمگین حالت میں رہنے لگے۔

بورنگ صاحب اس واقعہ کے متعلق یوں واقعہ تحقیق دیتے ہیں کہ سرہٹوں کے دو سے حملہ کے بعد جب میسور کے مشرقی حصہ میں امن چھین ہو گیا تو اُس نے فتح علیپار کی طرف اپنی نگاہ اٹھائی اور یہ تہدید کی کہ پیشہ بلیبار ڈنور کی حکومت سے متعلق تھا۔ اب بھی اس کو اُس کے ماتحت ہونا چاہیے۔

اس ملک بلیبار کو اصل میں کریم کہتے تھے۔ اور بہ پرو مال پیرا مال نامی سردار کی زیر حکومت تھا جو پیرا خاندان کے بادشاہوں کا نائب تھا۔ ان زمینوں میں آخری نائب ۱۸۵۷ء میں سلمان ہو گیا۔ اور حج کو جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن حج کو نہ جاسکا۔ اور مرنے سے پہلے اُس نے اپنے ملک کو اپنے سرداروں

پریوں تقسیم کر دیا +

(۱) چرکل یا کوتتری کو اپنا شاہی سامان اور ملک کا شمالی حصہ عنایت کیا۔

(۲) آوتیا اور کوجو راجہ ٹراونکور کا مورث ہوتا ہے ملک جنوبی حصہ حوالہ کیا +

(۳) پرسی پاپتا کو جو اُس کا بیٹا خیال کیا گیا ہے۔ ریاست کو چھین کا مالک بنایا +

(۴) زمورن کو اپنی تلوار اور اراضی کا اُس قدر حصہ جہاں تک مرغ سحر کی آواز جائے بخشش کیا +

یہاں نایر لوگوں میں ایک طرفہ رواج ہے کہ سردار کے مرنے پر اُس کے بیٹے حق وراثت سے محروم رہ جاتے ہیں اور بھانجے جانشین ہوتے ہیں۔ اور اگر اولاد نہ ہو تو لڑکی ہی منبے کی جاتی ہے۔ اور ایک ہی عورت کئی بھائیوں کی بی بی ہوتی ہے +

حیدر علی اس ملک میں علی راجہ کنا نور کے بولانے سے اس طور پر داخل ہوا کہ حیدر علی نے زمورن (راجہ ملیبار) سے بہت سا روپیہ بقایا سے سابق میسور اور معاوضہ حمایت کا جو ایک وقت میں اُسکی فوج نے زمورن کو دی تھی طلب کیا جب اُس نے نہ دیا تو وہ فوج لیکر چڑھ گیا۔ نایر لوگوں نے بڑی بہادری سے اُس کا مقابلہ کیا۔ اور اُس کی فوج کو جنگل جھاڑی میں بڑی تکلیف اٹھانا پڑی اور

اُس کا بہت نقصان ہوا۔ لیکن باجوہ ایک بھاری نقصان اور بہت بڑی خونریزی کے کلیکوٹ جا پہنچا۔ اور زمرورن کو اطاعت قبول کرنا پڑی۔ اور چار لاکھ صرفہ جنگ دینا منظور کیا۔ حیدر علی اُس کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ لیکن اُس کے واپس آنے سے چند ہی روز بعد زمرورن اس اطاعت سے پھر گیا۔ تب اُس نے فوج کشی کر کے کلیکوٹ پر قبضہ کر لیا اور زمرورن نے مکان میں آگ لگالی اور جل کر مر گیا۔ کوچین اور پالی گھاٹ کے راجاؤں نے فاتح کے حضور میں گردن اطاعت جھکا دی۔ اور حیدر علی کا لیکوٹ کے قلعہ پر مستحکم قبضہ قائم کر کے کوئٹہ اور پربت پر بڑھا۔ لیکن اُس کو گئے ہوئے تین مہینے ہونے لگے کہ نایر لوگوں نے پھر مفسدہ برپا کر دیا۔ اور حیدر علی کے نائب رضا صاحب کو گھیر لیا۔ جب یہ خبر پہنچی تو بہت سخت بارش کا موسم تھا۔ ملک میں سیلاب آیا ہوا تھا لیکن پھر بھی حیدر علی بڑی دیر سے ملک کے اندر گھس پڑا۔ اُس کی فوج پر موسلا دھار مینہ برستا تھا اور سیلابی دریا تانگلوی پانی میں پار کرنا پڑتے تھے۔ نایر لوگوں نے خندق کے پار اپنی فوج جمع کی تھی۔ نایروں کی جمیعت نے حیدر علی کی فوج کو بڑا نقصان پہنچایا۔ لیکن ایک فرانسیسی افسر جو حیدر علی کا ملازم تھا ایک حملہ آور گروہ کو بڑی بہادری سے آگے بڑھا مالے گیا اور دشمن کا مورچہ فتح ہو گیا۔ پھر حیدر علی نے اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ پڑے یا تو قتل کروا دیا۔ یا پھانسی دیدی۔ اور بقیہ بد نصیب

لوگوں کو کھدیر کرمیسور کے میدانوں میں پہنچا دیا۔ جہاں ہزاروں بچا
مصیبت کے مارے مر گئے۔

بڈنور پر مرہٹوں کی شکرکشی۔

بڈنور والوں نے دیکھا کہ نواب آج کل نایروں کے جھاڑوں میں
اُلجھا ہوا ہے۔ اور نواب کی فوجیں اُس طرف کی جنگ اور انتظام میں
مصروف ہیں۔ اس لئے مرہٹوں سے درخواست کی کہ وہ بڈنور کو
نواب کے چنگل سے نکال لیں۔ ہم ساتھ دینے کو موجود ہیں۔ مرہٹوں
نے ۱۷۶۳ء میں ایک لشکر ساٹھ ہزار سوار اور پندرہ ہزار پیدل کا
واسطے تسخیر مالک مفتوحہ نواب حیدر علی خاں کے روانہ کیا۔ یہ خبر سنکر
نواب مع فوج مناسب بڈنور کو روانہ ہوا۔ اور اُس نے بڈنور کی
حفاظت کو سب پر مقدم جانا۔ مرہٹوں نے اپنی بیقاعدہ فوج سے
بڈنور کو گھیر لیا۔ لیکن اس سے زیادہ ان کی مجال نہ ہوئی۔ اس عرصہ
میں بارش کا زمانہ آگیا۔ اور وہ محاصرہ اٹھا کر چلتے ہوئے۔

راجہ جیتل ورگ پر فوج کشتی۔

۱۷۶۵ء میں نواب حیدر علی خاں بہادر نے پالیکاروں اور راجہ

چیتل ورگ کے علاقہ جات پر لشکر کشی کی۔ اور اُس نواح کو بہت آسانی سے اپنے تصرف میں لایا۔ لیکن قلعہ چیتل درگ پانچ مہینے تک محاصرہ کرنے پر فتح نہ ہو سکا اُس کا فتح کرنا دوسرے وقت پر موقوف رکھا گیا۔

واقعات شانور

۱۷۱۱ء

صاحب تارنخ حملات حیدری بحوالہ تاریخ فتوحات حیدری تالیف لالہ کھیم نرائین کے رقمطراز ہیں کہ اُس زمانہ میں شانور کے نواح کو اقتدار غامض حاصل تھا۔ اور نواب عبدالحکیم خاں حاکم شانور اپنے زور و طاقت پر مغرور رہ رہا تھا۔ جب نواب حیدر علی خاں نے بڈنور پر لشکر کشی کی تو عبدالحکیم خاں نے بڈنور کی رانی کو دو ہزار سوار اور چار ہزار پیادہ کی کمک بھیجی تھی اور خود بتاری ندی کے کنارے نواحیہ رعلی خاں کی رسد روکنے کے لئے مع فوج افغان کے خیمہ زد ہوا تھا۔ نواب حیدر علی خاں کو اپنے مقابلہ میں اُس کی طرف سے رانی کی اعانت ہونا سخت ناگوار گزری تھی اس لئے اُس کے انتقام کو وقت کا منتظر تھا۔ اور اپنے بخشی ہیبت جنگ کو اُس کے پیچھے لگا دیا تھا کہ وہ اُس کو اپنی طرف مصروف رکھے۔ ہیبت جنگ نے

سے یہی نشان حیدری سے لکھا گیا۔

دو برس تک اُس کو مصروف جنگ رکھا۔ لیکن بعض دقتوں سے اُس کی
 فتحیاب نہ ہو سکا۔ جب نواب حیدر علی خاں کو بڈ نور کی فتح کے بعد اُس کے
 انتظام سے فرصت ہوئی۔ تو اُس نے ایک لشکرِ جتار سوار و پیادہ کا
 ساتھ لیکر دفعۃً کوچ کر دیا۔ اور ہیبت جنگ کی فوج سے جا ملا۔ پھر
 تمام فوج کے ساتھ اچانک اُس کے سر پر جا پہنچا۔ اور توپ و تفنگ
 سے اُس کے لشکر میں ہل چل ڈال دی۔ پھر سواروں نے نیزہ او
 شمشیر سے آفت برپا کر دی۔ اور اُس کے لشکر میں بھاگڑ پڑ
 گئی۔ اور نواب عبدالحکیم خاں اپنا تمام سامان مع توپخانہ کے
 وہیں چھوڑ کر قلعہ شانور میں جا چھپا اور قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔
 نواب حیدر علی خاں نے فی الفور اُس کے محاصرہ کا حکم دیا۔ اور
 توپیں لگانے کے لئے دد مے بننا شروع ہوئے۔ عبدالحکیم نے
 دیکھا کہ میری فوج پریشان ہو گئی اور میں بُری طرح اس قلعہ میں
 محصور ہو چکا ہوں۔ اب اظہارِ محرم کے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ اُس نے
 اپنا سفیر بھیج کر اپنی پشیمانی ظاہر کی اور اپنی جان بخشی اور معاوضہ
 زحمت نواب کے لئے ایک کروڑ روپیہ دینا منظور کیا۔ لیکن اتنے
 روپے کی سبیل نہ ہو سکی۔ تب اپنا تمام سامان اور سر بلندہ ہاتھی
 اور قیمتی گھوڑے اور قلعہ شکن توپیں مع نصف روپے کے نواب حیدر علی
 کے حضور میں حاضر کیا۔ نواب نے اُس کو قبول فرما کر چند مقامات
 توابع شانور پر اپنے فوجی دستے مقرر کرنے کے بعد حصہ غربی حیدر

(بڈنور) کی جانب کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر انتظام قلاع سواحل دریا متعلق بڈنور میں مشغول ہوا اور شاہزادہ کریم شاہ کے بڑے ماموں میزنا حسین علی بیگ کو واسطے تسخیر قلعہ بسواری درگ کے مع فوج مناسب روانہ کیا۔

تسخیر قلعہ بسواری درگ

جب میزنا حسین علی بیگ مع اپنی فوج کے ساحل پر پہنچا تو دیکھا کہ قلعہ بسواری درگ دریا کے کنارے سے دو میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کے اوپر واقع اور اُس کے چاروں طرف سمندر موجیں مارتا ہے۔ اس فوج سے اُس کا فتح ہونا ممکن نہیں اور خالی واپس جانا بھی نواب حیدر علی خاں کی ناراضی کا باعث ہو سکتا ہے اس لئے کشتیاں منگو کر اپنی فوج کو اُن میں سوار کیا اور قلعہ کے نیچے پہاڑی کے دامن میں جا اترے۔ اور ایک خط قلعہ دار کے نام اس مضمون کا لکھا کہ نواب حیدر علی خاں کے نہیب صولت سے تم واقف ہو گے۔ اُن کی فوج نے بڑے بڑے نامی قلعے سر کر ڈالے ہیں۔ اور کتنے راجہ اُن کے مطیع و فرماں بردار ہو چکے ہیں۔ بڈنور کی رانی بھی ہا سیہ ہو گئی ہے۔ اور تمام ممالک بڈنور پر نواب کا قبضہ ہے۔ اس لئے اب تم یہ قلعہ ہمارے حوالہ کر دو۔ اور تم طبقہ خیر خواہان نواب مستطاب میں داخل ہو۔ ورنہ تمہارا بھی وہی

حال ہوتا ہے جو دوسروں کا ہوا۔ یہ خط لکھ کر سفیر کو حوالہ کیا اور سفیر نے قلعہ دار کو پہنچا کر ہر طرح کے نشیب و فراز سمجھائے۔ آخر کار قلعہ دار نے وہ قلعہ میرزا حسین علی بیگ کے تفویض کر دیا۔ اور رانی کے متوفی شوہر کا اسباب جو اس قلعہ میں محفوظ تھا۔ بطور پیشکش حاضر کیا:-

یا قوت و مروارید کے بھرے ہوئے صندوق ۱۰۔ جڑاؤ زیورات کے صندوق ۱۰۔ ہاتھی کی زرتار جھولیں ۲۔ ہاتھی کے پاؤں کی طلائی زنجیریں ۲۔ ہاتھی کے گلے کے مرقع گلوبند ۲۔ گھوڑوں کے مرقع زین ۲۔

میرزا حسین علی بیگ نے قلعہ دار کو پروانہ خوشنودی کا عنایت کیا۔ اور اپنی طرف سے فوج مناسب اس قلعہ میں چھوڑ کر مراجعت کی۔ نواب حیدر علی خاں نے میرزا حسین علی بیگ کی اس بہادری اور عاقلانہ کارروائی سے خوش ہو کر عطیہ معقول پیش کر سرفراز کیا۔

ماہور او پیشوا کی لشکر کشی اور

نواب کی فحتمندی

پہلے دو مرتبہ پونا کے پیشوا میسور پر چڑھائی کر چکے ہیں۔ جن کے حالات اوپر بیان ہوئے۔ اب ان کو حیدر علی خاں کی فتوحات پر

خاص غصہ آ رہا ہے۔ اور وہ اس کی فکر میں ہیں۔ تفصیل یہ کہ نواب حیدر علی خاں انتظام ممالک مفتوحہ میں مصروف تھے کہ اُن کو ایک تنہا زبردست دشمن سے معرکہ آرائی کے آثار پیدا ہوئے۔ یعنی مادھوراؤ پیشوا (خلف باجی راؤ متونی) ایک لاکھ سوار مرہٹہ اور ساٹھ ہزار پیادہ و سواران پنڈارہ اور پچاس ہزار تفنگ اندازان دکھنی اور بہت بڑا توپخانہ لیکر یونا سے اس عزم پر روانہ ہوا کہ نواب حیدر علی خاں نے جو ملک فتح کئے ہیں اُن سے چھین لے۔ پہلے شانور میں آیا۔ شانور کا نواب اُس سے مل گیا پھر سواد چٹیل درگ میں خیمہ زن ہوا۔ وہاں کے راجہ نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ زراں بعد صوبہ سر کی طرف رخ کیا اور قلعہ کو گھیر لیا۔ یہاں نواب حیدر علی خاں کی طرف سے میر علی رضا خاں ناظم تھے۔ اُنہوں نے بارہ روز تک توپ و تفنگ سے مقابلہ کیا۔ پھر وہ قلعہ مادھوراؤ کے سپرد کر کے اُس کی نوکری منظور کر لی۔ پھر مادیکھڑی کی طرف کوچ کیا۔ یہ قلعہ ایک مہینے کے جنگ و محاصرہ کے بعد فتح کر پایا۔

یہ خبریں نواب حیدر علی خاں کو وقتاً فوقتاً پہنچتی تھیں۔ آخر کار نواب نے خدا پر بھروسہ کر کے سرسنگ پٹن سے بنگلور کو کوچ کیا اور یہاں کی فوجیں جتنی فوج سوار و پیادہ ساتھ لے سکتے تھے وہ ساتھ لی۔ اور بنگلور پہنچ کر وہاں کی فوج کو شریک کر کے ایک کارآزمودہ لشکر تیار کیا۔ جو اُس تعداد کثیر کے مقابلہ میں نہایت کم معلوم ہوتا تھا۔

اور اپنے سواران رسالہ خاص اور سواران پنڈارہ کو حکم دیا کہ تم شیر
 چیتوں کی طرح ماکڑی درک کے جنگل میں چھپ جاؤ۔ اور وہیں بیٹھے
 بیٹھے مرہٹوں کے لشکر پر جب موقع پاؤ حملہ کرتے اور فوجی شکار کھیلنے
 رہو۔ اور خود مع فوج سوار و پیادہ و توپخانہ بنگلور کے قلعہ میں بیٹھ کر
 دھماکوں اور کیمین گاہوں کے بنوانے میں مصروف ہوا۔ جب مادھو
 ماکڑی درک کے سواد میں پہنچا۔ سردار خاں قلعہ دار کے نام ایک خط لکھا
 کہ تم کو میرے لشکر کثیر کا حال معلوم ہوگا۔ بہتر ہے کہ تم قلعہ میرے سپرد
 کر دو۔ اور یہ خط ایک افسر کے ہاتھ روانہ کیا۔ سردار خاں نے جواب
 دیا کہ یوں چپ چاپ قلعہ سپرد کر دینا حق نمکخواری و شیوہ مردانگی
 سے بعید ہے۔ تب مادھو راؤ نے غضبناک ہو کر افسران فوج کو حکم
 دیا کہ جو پہاڑی قلعہ کے سامنے ہے اُس پر چڑھ کر توپ و تفنگ سے
 قلعہ کو فتح کیا جائے۔ افسروں نے اُس پہاڑی پر چڑھنے کے لئے
 فوج بڑھائی۔ لیکن سردار خاں کی توپوں نے اُن کو پہاڑی پر
 چڑھنے نہ دیا اور بہت آدمی نشانہ توپ و تفنگ ہوئے۔ دوسرے روز
 فوج مرہٹہ نے اُس سے زیادہ سرگرمی دکھائی۔ اس وقت سردار خاں
 نے باہر نکل کر توپ و تفنگ اور نیزہ و شمشیر سے اُس کا مقابلہ کیا۔ اور
 اس تیزی سے بان مارے کہ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور افسران
 فوج مرہٹہ اُس روز بھی ناکام رہے۔ تیسرے روز خود مادھو راؤ پیشوا نے
 ہاتھی پر چڑھ کر اپنی فوج کو پہاڑ پر چڑھایا جانے کا ارادہ کیا۔ اور خود

قلب فوج میں رہ کر اگلے حصہ کو پہاڑی پر چڑھ جانے کا حکم دیا۔ اس موقع پر بھی سردار خاں نے حیرت انگیز بہادری اور مستعدی ظاہر کر کے اس سرعت سے گولے گولیاں برسائیں کہ فوج مرہٹہ کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اور مادھوراؤ اس شرم سے عرق عرق ہو گیا۔ راجہ چیتل درگ نے یہ حال دیکھ کر کئی جنگلی آدمیوں کو جو پوشیدہ راہوں سے واقف تھے پوشیدہ راستوں سے قلعہ تک پہنچ کر نردبان لگانے کی ہدایت کی۔ ان لوگوں نے اس ہدایت کے موافق ایک پوشیدہ حصہ کی طرف پہنچ کر نردبان لگا دئے۔ اس طور پر سردار خاں کی علمی بین فوج مرہٹہ کے سپاہی قلعہ میں اتر گئے۔ جب سردار خاں نے دیکھا کہ دشمن کے سپاہی اس دھوکے سے قلعہ میں داخل ہو گئے تو مع رقتاء کے تلوار سے لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ اُس کے زخم لگا اور وہ گر گیا۔ اور اُس کے ساتھ کے سب بہادر سپاہی وہیں لڑتے لڑتے مر رہے۔ آخر کو سردار خاں بڑی عزت سے مادھوراؤ کے سامنے لایا گیا۔ مادھوراؤ نے اُس کی بہادری اور ناک حلالی کی بڑی تعریف کر کے اُس کو اپنے کیمپ میں رکھا۔ اور کئی جراحوں کو اُس کے زخموں کی مرہم پٹی پر مامور کیا۔ اور اپنی طرف سے ایک دستہ فوج اُس قلعہ میں مامور کر کے آگے بڑھا۔

۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

اور چونکہ اُس کی بیشمار فوج چاروں طرف دور دور پہیلی ہوئی تھی اس لئے جو فوج پنڈارہ و سواران رسالہ خاص ماکڑی درک کے جنگل میں چھپی پڑی تھی اُس نے کئی مرتبہ تاخت کر کے ہزاروں آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ لیکن ایسی بیشمار فوج میں چند ہزار کے قتل سے کوئی کمی محسوس نہ ہوتی تھی +

آخر کار مادھوراؤ بالاپورکلاں۔ بالاپور خورد۔ کڑپہ۔ کولار۔ مرواکل۔ گرم کندہ پرقبضہ کرتا ہوا سریرنگ پٹن کی طرف سیدھا ہوا تاکہ قلعہ سریرنگ پٹن کا محاصرہ کرے۔ نواب حیدر علی خاں نے یہ خبر پاتے ہی اپنے سب لشکر حجاز اور فوج آزمودہ کار کو کوہ ماکڑی کے جنگل میں چھپا دیا۔ اور مادھوراؤ کا افسر فوج براول مع پچاس ہزار سوار و پیادہ فوج کے بھاری توپخانہ سمیت نواب کی اس کمینگاہ سے غافل اترتی درگ کے قریب خیمہ زن ہوا تاکہ دوسرے روز کوچ کر کے قلعہ سریرنگ پٹن کا محاصرہ کرے۔ اور مادھوراؤ چنتامنی میں ٹھیرا۔ تمام اطراف میں مادھوراؤ کی رستخیز سے ہل چل مچی ہوئی تھی۔ اور ہندوؤں میں اُس کی بیشمار فوج کے حالات پر فخر کیا جاتا تھا۔ اب خدا کی قدرت نواب حیدر علی خاں کی جسارت۔ اُس کے سوار و پیادہ کی جانبازی دیکھنے کے قابل ہے کہ نواب حیدر علی خاں نے شام سے سرداران لشکر کو استعداد رہنے کا حکم دیا۔ اور آدھی رات کو مرہٹہ فوج کے پیچھے سے شبخون مارا اور حیدری جوانوں نے مادھوراؤ

کے سوتے اور جاگتے سپاہیوں کو تلواروں پر دھر لیا۔ اور دو ٹکڑیاں دُ
 طرف سے تیر اور گولیاں ہوسا رہی تھیں۔ اس آفت خیز تہلکہ میں مادھو
 ہوش باختہ ہو گیا اور اُس کی فوج سر اسیمہ ہو کر بھاگ نکلی۔ جس کو
 جس طرف راہ ملی اُس طرف کو بھاگا۔ اور فرود گاہ لشکر سے خالی ہو گئی
 بہت سا سامان اور ہتھیار گھوڑے وغیرہ حالت اضطراب میں وہاں چھو
 گئے۔ صبح کو ازاں ہوتے ہی نواب حیدر علی خاں نے تقارہ فتح بجوایا۔
 اور اُس تمام سامان پر قبضہ کیا۔ اُس میں سے جانباز سپاہیوں کو انعام
 معقول دیا گیا باقی سرسبزنگ پتن کو روانہ کر دیا تاکہ ملک میں حیدر علی کا
 رعب قائم رہے۔ اس فوج کے علاوہ مادھو راؤ نے پانچ ہزار سوار
 باراحمال کی طرف تاخت کے لئے بھیجے تھے۔ اُن کو حیدر علی خاں کی فوج
 پنڈارہ و سواران نے جو جنگل میں چھپی ہوئی تھی اپنی تیر اندازی اور
 گولہ باری و شمشیر زنی سے بہتوں کو مار کر اُن کے ہتھیار اور گھوڑے
 لے لئے باقی بحال خستہ اُفتاں و خیزاں مادھو راؤ تک پہنچے۔ مادھو
 نے فوج کی اس بربادی اور سامان کے اتلاف پر سخت افسوس کیا۔
 اور چنتا منی سے اُٹھ کر انباجی درگ واقع دامن کوہ میں خیمہ زن ہوا
 اور رفعِ ندامت کی تدبیریں سوچنے لگا۔

جب نواب حیدر علی خاں کو معلوم ہوا کہ وہ اس معرکہ سے بہت
 بہ دل ہو رہا ہے تو اُس نے خط لکھ کر ایک شایستہ سفیر روانہ کیا۔
 اور خط میں لکھا کہ آپ کی فوج کثیر نے تمام کھیتیاں پانال کر ڈالی ہیں۔

گھاس چارہ ڈھونڈے نہیں ملتا۔ ملک کے مویشی مر رہے ہیں۔ تمام کاروبار رُک کے ہوئے ہیں۔ مجھ کو آپ کی فوج سے لڑنے میں دریغ نہیں مجھ کو اپنی بہادر فوج پر پورا بھروسہ اور ہر طرح کا سامان کثیر موجود ہے جب تک مجھ میں اور میری فوج میں دم ہے آپ کی فوج کو دم نہ لینے دیئے۔ لیکن آپ کی فوج نے لوٹ مار کا طریقہ جاری کر رکھا ہے۔ یہ طریقہ پسندیدہ نہیں۔ اور خلق خدا کی خونریزی بڑا گناہ ہے۔ اس لئے میں آپ کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ اپنے دارالملک پونا کو واپس تشریف لے جائیں اور اپنے ملک کی نگہداشت اور انتظام میں مصروف ہوں۔ اگر آپ اُس سے دُور رہے تو اُس میں طرح طرح کے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔ مگر آپ کسی معرکہ میں بھپس گئے تو آپ کو جان سلامت لے جانا مشکل ہوگا۔ اور پھر خدا جانے کیا نتائج پیدا ہوں۔ میں حتیٰ الامکان آپ سے اتحاد رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے سات لاکھ روپے مع چند نفایس اتمشہ کے بطور ضیافت پیش کرتا ہوں۔ انکو قبول کیجئے۔ مادھوراؤ تو ایک جیلہ کا منتظر ہی تھا۔ اُس نے اس پیام کو غنیمت جانا اور نواب حیدر علی خاں کے جو لوگ اُس نے قید کر رکھے تھے۔ اُن کو انعام و خلعت و بکری سفیر مذکور کے ہمراہ کر دیا اور خود اپنی فوجیں اُٹھا کر پونا کو کوچ کر گیا۔ جب یہ ملک افولج مرہٹہ سے خالی ہو گیا تو نواب اپنے دہات اور محالات کے انتظام میں مصروف و بے غم ہو گئے۔ جو مرہٹوں کی رستخیز سے تباہ ہو گئے تھے تقسیم تقاوی سے اُ

کی دستگیری کی۔ اور کتنے مقامات پر تین سال کے لئے خراج معاف
کر دیا۔

انہیں دنوں میں فیض اللہ خاں ہیبت جنگ نواب دلاور خاں
سابق صوبہ دار سدا حصول ملازمت نواب کے لئے آئے ہوئے تھے
نواب حیدر علی خاں نے اُن کو نہایت عزت سے لیا اور ہزار روپیہ
یومیہ مصارف روزانہ کے لئے مقرر کر دیا۔ پھر نواب دلاور خاں کے
بھتیجے نواب نور اللہ بشار خاں کو اپنے دامادی میں قبول فرما کر
افتخار مزید بخشا پھر چھ مہینے بنگلہ و غیرہ میں رہ کر مستقر حکومت
میں رونق افزا ہوا۔ اور یہاں پہنچ کر فوج کو نئی وردی اور نئے
بتھیاروں سے از سر نو آراستہ کیا۔ اور کئی ہزار سوار و پیادہ
اور ملازم رکھ کر اُن کو فن سپہ گری سے واقف کیا۔ اور بہت سے
ہتیار اور سامان جنگ کا ذخیرہ فراہم کیا گیا

بدولہ
اور خطیر

رگھوناتھ راؤ کا پیشوا بن کر

دست درازی کرنا اور ناکام جانا

واقعہ ۱۸۵۳ء ہجری

اب پونا کا حال سنئے کہ مادھوراؤ مر گیا۔ پھر نرائن راؤ بیٹھا اس وقت میں اُس کا چچا رگھوراؤ پیشتر سے قید میں تھا۔ اُس نے سازش کر کے نرائن راؤ کا قتل کرادیا اور خود ۱۸۵۹ء میں مسند نشین ہو گیا۔ یہ بات مرہٹہ سرداروں کو نہایت ناگوار گزری لیکن رگھوراؤ نے بہتوں کو اپنی طرف ملا لیا اور بعد چند سے فوج بٹھار اور توپخانہ آتشبار لیکر حیدر آباد کا رخ کیا اور فوجی تاخت سے نظام کے علاقہ کو تاراج کرنا شروع کیا۔ نظام کی فوجیں اس وقت آرام طلب ہو رہی تھیں اس لئے دشمن کو دفع نہ کر سکیں۔ تب نظام نے عاجز ہو کر بیدر اور نگ آباد۔ احمد آباد۔ برار ویکر رگھوناتھ راؤ سے مخلصی حاصل کی۔ اب کیا تھا رگھوناتھ کا غرور حد سے زیادہ بڑھ گیا اور علاقہ بالا گھاٹ کی طرف متوجہ ہوا جو اب حیدر علی خاں کے قبضہ میں تھا +

اس عرصہ میں نانا پھر نویں رکن اعظم پونا کا ایک ایک مخفی مہم
نظام حیدر آباد اور نواب حیدر علی خاں کے نام اس مضمون کا پہنچا
کہ رگھناتھ راؤ دیوانہ ہے وہ مدت سے قید میں تھا۔ آخر کو اُس
نے سازش کے ذریعہ سے اپنے بھتیجے کو قتل کر اگر خود کو پیشوا ظاہر
کیا ہے ہم سب اُس سے ناراض ہیں۔ آپ سے جیسے بے اُسکو
قتل کر دیں یا گرفتار کر لیں۔ اس پر پونا کی طرف سے شکر گزاری
کے ساتھ معقول معاوضہ دیا جائیگا۔ ہم سب آپ کو مدد دینے کے
لئے آمادہ ہیں۔ اور ایک ایک خط سرداران و افسران ہمراہی
رگھناتھ راؤ کے نام لکھا کہ تم کو ایسے ظالم اور غاصب شخص کی
اطاعت کرنا نہ چاہیے جو اپنے لائق اور نوجوان بھتیجے کو قتل کر اگر
پیشوا بنا ہے۔ تم اس کو چھوڑ کر یہاں چلے آؤ اور مقتول راجہ کی
رانی جو محل سے ہے اُس کی نوکری اختیار کرو۔ ان خطوط کے
آنے سے سب مرہٹہ افسر اور سواہ سپاہی اُس سے طرح طرح
کے بہانے کر کے پونا کو چلے گئے اور صرف دس ہزار پنڈارے جو
اُس نے خود نوکر رکھے تھے اُس کے پاس باقی رہ گئے۔ اُدھر سے
نظام نے اُس کو دہانا چاہا۔ تب اُس نے نواب حیدر علی خاں
سے التجا کی کہ یہ وقت آپ کی شرکت کا ہے۔ اگر آپ اسوقت
میں دس لاکھ روپے دیدیں تو اُس کے عوض میں تمام صوبہ سمرا
اور کشنا ندی کے اُس طرف بادامی و جالی مال وغیرہ تک کے

مالک آپ کو تفویض کر دئے جائیں گے۔ نواب نے اس کو منظور کر لیا تب رگھوناتھ راؤ نے باجی راؤ اپنے براہِ نسبتی کو مع تین سو سوار اور ایک پروانہ کے باپو جی سیندھیا صوبہ دار سرا کے پاس بھیجا تا کہ قلعہ خالی کر دیا جائے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں رگھوناتھ راؤ کے حکم کی تعمیل نہ کروں گا۔ وہ ہوتا کون ہے جس کے حکم سے قلعہ خالی کر دیا جائے۔ باجی راؤ نے یہ کیفیت نواب سے عرض کی اور نواب سے کمک مانگی۔ نواب نے شاہزادہ فیروز بخت کو فوج شایستہ دیکر واسطے فتح کرنے قلعہ سرا کے روانہ فرمایا۔ تین مہینے کے محاصرہ میں وہ قلعہ فتح ہو گیا۔ پھر شاہزادہ موصوف (ٹیپو سلطان) نے مد گیری۔ پچن رائے درگ کے قلعے بھی مرہٹوں کے قبضہ سے نکال لئے۔ یہ خبریں سُکر اور اپنی حالت دیکھ کر رگھوناتھ راؤ نے ارادہ کیا کہ سولہ ہزار سوار جو اُس کے پاس باقی رہ گئے ہیں۔ اُن کو لیکر ہندوستان کی طرف چلا جائے۔ لیکن پونا سے آئی ہوئی فوجیں اُس کی نگرانی کر رہی تھیں اور نظام کی فوج بھی تعاقب میں لگی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ برہمان پور۔ خاندیس ہوتا ہوا گجرات کو نکل گیا۔ نواب حیدر علی نے اس موقع کو غنیمت جان کر چند قلعوں اور چند محلات پر قبضہ کر لیا۔ راجہ سرہٹی نے اطاعت اختیار کر لی +

زراں بعد نواب موصوف نے حویلی دھاڑ وار پر فوج بڑھائی۔

یہ واقعات ۱۸۳۱ء ہجری کے بیان کئے گئے ہیں +

قلعہ حویلی دھاڑواڑ کی تسخیر

پہلے یہ قلعہ اور قطعہ ملک آصف جاہ حیدر آباد کے تحت تصرف میں تھا۔ پھر آصف جاہ کے قلعہ دار میر رستم علی خاں نے نواب حیدر علی کو تفویض کر دیا۔ اور نواب کی ملازمت اختیار کر لی۔ زراں بعد مادھوراؤ پیشوا کے تحت تصرف میں آیا۔ اب جو نواب حیدر علی خاں اس طرف سے نکلے تو ان کی جمیعت نے گوارا نہ کیا کہ اپنا ایک مشہور قلعہ مرہٹوں کے پاس دیکھیں اور لوگ کہیں کہ نواب حیدر علی خاں سے چھینا ہوا قلعہ ہے۔ اس لئے اس کا محاصرہ کم کر دیا۔ لیکن اس کا تسخیر کر لینا آسان نہ تھا۔ اس پر غور کر کے اُس دانشمند نواب نے اپا جی رام کا پر نواحی مرج کی طرف سے بسونت راؤ قلعہ دار حویلی دھاڑواڑ کے نام ایک خط لکھوایا۔ اُس کا مضمون یہ تھا کہ نواب حیدر علی خاں نے تمہارے قلعہ کا محاصرہ کیا ہے تم اس سے بد دل نہ ہونا۔ ہم تمہاری مدد کے لئے قریب فوج بھیجتے ہیں۔ اور دو ملازمان معتمد کو مرہٹی لباس پہنا کر یہ سب کچھ حوالہ کیا تاکہ بسونت راؤ کو پہنچا دیں۔ جب بسونت راؤ نے یہ خط دیکھا بہت خوش ہوا اور حفاظت قلعہ میں اور زیادہ اظہار استعداد کرنے لگا۔ چوتھے روز نواب حیدر علی خاں نے رات کے وقت دھاڑواڑ

سپاہ اور تین سو سوار مرہٹہ اور راجپوت کو اپنے لشکر سے منتخب کر کے
 تین ضرب توپ کے ساتھ ایک معتمد سپہدار کی ماتحتی میں باہر نکالا۔ اور
 حکم دیا کہ تم جنگل میں چھپتے ہوئے اُس راستہ پر جا پہنچو جو ملک مچ سے قلعہ
 کی طرف آتا ہے۔ اور ایک رسالہ اُس کے پیچھے لگا دیا۔ اس فوج کا
 سپہدار جب اُس راستہ کے ناکہ پر پہنچا۔ اُس نے حسب ہدایت نواب
 چند فیروز خالی توپ کے سرکے اور بند و قوں کی ایک بارہ آسمانی چھوڑ
 دی۔ بسونت راؤ نے جانا کہ اُس خط کے موافق کمک آگئی اور خوشی
 خوشی قلعہ کا دروازہ کھلوا دیا۔ اور سپہدار حیدری مع اپنی فوج کے
 قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور بسونت راؤ سے کہا کہ تم قلعہ کی فوج کو نواب
 کے لشکر پر شیخوں مارنے کے لئے روانہ کرو۔ ہم قلعہ کی حفاظت کرتے
 ہیں۔ بد نصیب قلعہ دار رات کے وقت اپنی کچھ خوشی اور کچھ گھبراہٹ
 میں اپنے پرانے کی تمیز نہ کر سکا اور فی الفور فوج قلعہ کو شیخوں مارنے
 کے لئے ایک افسر کی ماتحتی میں باہر نکالا۔ جیسے ہی وہ باہر نکلی سپہدا
 فوج حیدری نے دروازہ بند کر کر بسونت راؤ کو گرفتار کر لیا۔ اور
 تمام اسباب قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ صبح کو نواب داخل قلعہ ہوئے۔ اور
 اپنی سپاہ کی ایسی کامیابی پر انعام تقسیم کیا۔

مزید توجہ جانب فوج

یوں تو نواب کو ابتدا سے فوج کی آراستگی کا شوق تھا۔ لیکن مرہٹوں کی رستخیز دیکھ کر اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔ تاکہ ضرورت کے وقت بڑے سے بڑے لشکر کا مقابلہ کر سکے۔ اور ہر لحاظ سے بھروسہ کرنے کے قابل ہو۔ چنانچہ ہزاروں سوار و پیادہ اپنی نگاہ سے منتخب کر کے جدید بھرتی کی۔ اور تمام فوج کی نئی وردیاں بنوائی گئیں۔ اور ہر قسم کا سامان جنگ اور بشمار اسلحہ فراہم کئے گئے جن کی تعداد کا حصہ نہیں ہو سکتا۔ اور فوج میں ہر ملک اور ہر قوم کے آدمی نوکر رکھ کر اُن کے رسالہ یا پلٹن کو اُن کی قومیت یا جا سے سکونت سے منسوب کیا گیا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ نواب حیدر علی خاں کی آراستہ فوج جب طرح طرح کی وردیاں پہن کر اور ہتھیار لگا کر باہر نکلتی تو ایک خاص قسم کا لالہ زار نظر آتا تھا۔ اور اُس کی فوج کے بابجے جنگل کے جانوروں تک کو مست کر دیتے تھے۔ مثلاً ہجری میں اُس کی فوج اس تعداد کو پہنچ چکی تھی :- سواران جزار۔ پیادہ پلٹنیں۔ کرناٹکی برق انداز

۵۸ ہزار ۶۰ ہزار ۴۵ ہزار

باندار - گولہ انداز و فوج توپخانہ - شتران شتر تال -

۵ ہزار ۱۰ ہزار ۲۰ ہزار

مادھوراؤ پیشوا کا مکرر حملہ آور ہونا

جب مادھوراؤ واپس گیا تو صوبہ سر کے ناظم کو جو مادھوراؤ کی طرف سے مقرر تھا خیال ہوا کہ یہ صوبہ نواب حیدر علی خاں نے فتح کیا تھا اُن سے مرہٹوں نے لے لیا۔ لیکن ممکن نہیں کہ نواب اس کو واپس لینے کے بغیر دم لے۔ بلکہ وہ بڑنور وغیرہ کے انتظام کے بعد ضرور اُسکی تسخیر کا ارادہ کریگا۔ اس وقت مجھ کو سخت آفت میں مبتلا ہونا پڑیگا یہ سب خیالات جمع کر کے اُس نے مادھوراؤ پیشوا کو حفظ ماتقدم کے لئے آگاہ کیا۔ مادھوراؤ نے بھی خیال کیا کہ نواب حیدر علی خاں چپ بیٹھنے والا آدمی نہیں۔ وہ ضرور اپنے قلاع و محلات مرہٹوں سے واپس لینے کی کوشش کریگا اس لئے اُس نے حیدر علی خاں کو ایسا موقع ملنے سے پہلے سوار و پیادہ کا لشکر عظیم جمع کر کے مکرر یورش کی۔ تاکہ قلاع مقبوضہ نواب کو فتح کر لیا جائے اور اُسکی طاقت توڑ دی جائے جس سے وہ مرہٹوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہے۔ چیتل ورگ کا راجہ نواب کے ساتھ۔ اور شانور کا نواب مادھوراؤ کے ساتھ تھا۔ نواب نے اس کے آنے کی خبر پا کر تمام فوج پیادہ و سوار کو ساتھ لے اور دیہاتے تنگ بھدر اکو عبور کر چمولی نوزلی اور چراگی کے مقام پر کیمپ قائم کیا۔ جس کی پشت پر

ایک بہت بڑا گھنا جنگل تھا۔ اور مادھوراؤ نے دو میل کے فاصلہ پر
 ڈیرہ ڈالا۔ اُس کی بیشمار فوج کو سوں میں پھیل تھی۔ چار چھ روز
 معمولی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور نامہ و پیغام آتے جاتے رہے۔ پھر
 مادھوراؤ نے اپنے زبردست توپخانہ کے فیروں سے اُس زمین پر زلزلہ
 ڈال دیا۔ اور حیدر علی کے لشکر پر گولے اولوں کی طرح برسے لگے۔
 اس سے حیدر علی کی فوج کے بہت لوگ کام آئے تب وہ حجاب شب
 میں پانچ ہزار بندو قچی اور پندرہ سو سوار اور چار توپیں میدان لیکر
 جنگل کے اندر اپنی کینگاہ میں پہنچا۔ ارادہ تھا کہ پہلے مادھوراؤ
 کے توپخانہ پر شیخوں مارا جائے لیکن جنگل سے نکلتے نکلتے رات تمام
 ہو گئی۔ اور نواب کو ناکامی سے اپنے لشکر میں آجانا پڑا۔ اُدھر صبح
 ہوتے ہی پھر گولے گولیاں برسے لگے۔ اور مادھوراؤ کی فوج بڑھتے
 بڑھتے نواب کی فوج پر آگری۔ نواب نے اپنے گولندازوں کو
 توپیں مارنے کا حکم دیا۔ لیکن اتفاق سے ایک توپ بھی نہ چلی۔ نواب
 نے خود مہتاب دکھائی۔ لیکن اُس سے بھی کام نہ نکلا۔ تب بندو قچیوں
 نے مرہٹہ فوج کو بڑی تیز بارہیں ماریں لیکن فوج کی یہ کثرت تھی کہ
 سو گرتے تھے تو دوسو آ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ نواب کے لشکر کا
 بہت نقصان ہوا اور بہت جانباز کام آئے۔ جو باقی رہے وہ غلط
 طور سے بھاگ نکلے۔ کیونکہ فوج مرہٹہ کے داخل سے صف بندی ٹوٹ
 چکی تھی۔ نواب ایک درخت کے نیچے عاجزی سے کھڑا ہوا خدا سے

مدد مانگ رہا تھا۔ اور اپنی فوج کے تتر بتر ہونے سے ناخوش تھا۔ اس میں کچھ طنبورچی اس درخت کے سامنے سے نکلے اور اپنے مالک کو درخت کے نیچے کھڑا دیکھ کر آداب بجالائے۔ نواب نے فی الفور طنبور بجانے کا حکم دیا۔ طنبورچیوں نے اس غضب کا طنبور بجایا کہ سارے جنگل میں اُس کی آواز گونج گئی۔ مرہٹوں نے جب سنا کہ پیچھے سے طنبور کی آواز آرہی ہے۔ وہ سمجھے کہ نواب کی اور فوج ملک کو آگئی اس لئے وہ اسی حالت پر قناعت کر کے اپنے لشکر کو لوٹ گئے۔ اور نیز نواب کے لشکر کے سر اسیمہ سوار اور سپاہی اُس طنبور کی آواز پر وہاں پہنچنے لگے۔ اسی عرصہ میں حسن اتفاق سے بخشی ہدیت جنگ تازہ دم لشکر اور نو پچا نہ لیکر بطور ایلغار کے آ پہنچا۔ نواب نے فی الفور مخالفوں کی فوج کا پیچھا کیا۔ اور مرہٹوں کے لشکر پر توپوں کے گولے اور بندوقوں کی گولیاں برسنا شروع ہوئیں۔ پھر رفتہ رفتہ تلوار پر نوبت پہنچی اور قتل عام کا حکم دیا گیا۔ اور فوج مرہٹہ کے ہزاروں آدمی کام آئے۔ یہ حالت دیکھ کر مادھوراؤ نے خیال کیا۔ کہ اس بلاے بے درماں سے نجات پانا مشکل ہے ہم ایک طرف سے اُسکو برباد کرنا چاہتے ہیں وہ دوسری طرف سے ہم کو تباہ کرتا ہے۔ اور یوں پونا کو واپس جانا بھی شرم کی بات ہے اس لئے مادھوراؤ نے وہاں اپنا کیمپ اٹھا کر بنکا پور میں نصب کیا۔ اور نواب نے اُسکے کیمپ کی جگہ اپنا کیمپ قلم کیا۔ اور بنکا پور میں بیٹھ کر مادھوراؤ

نے گوپال راؤ حاکم مرچ کے نام حکم بھیجا کہ جس طرح سے ممکن ہو دیہات سے
تنگ بھدرا کو عبور کر نواب کے ملک کو تاراج کرے۔ گوپال راؤ نے
فوج لیکر دریا کو عبور کیا اور نواب کے جودہات اور علاقے سامنے آئے
ان کو ٹوٹا اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور راجہ ہرپن پٹی اور راسے
دک سے بجز ریشم وصول کر کے چیتل ورگ کے علاقہ پر زور ڈالنے لگا۔
جب یہ خبریں نواب حید علی خاں کو پہنچیں نواب بہ نفس نفیس
چھ ہزار سوار جرار اور چار ہٹن پیادہ اور دو ہزار سوار ان خاصہ اور
چھ ضرب توپ لیکر اُس بارش کے زمانہ میں برق و رعد کی طرح اچانک
گوپال راؤ کے سر پر جا پہنچا۔ اور توپچاند سے آگ برسانا شروع کر دی
آخر کار گوپال راؤ اپنا اور دوسرے راجاؤں اور زمینداروں کا
ٹوٹا ہوا سامان وہیں چھوڑ کر مح اپنے رفقا کے بھاگا۔ اور قلعہ سیرامیں
پناہ گزین ہوا جو مادھور او کے قبضہ میں تھا۔ یہاں پانچ ہزار گھوڑے
انہیں ہاتھی توڑے اونٹ مع سامان دیگر نواب کے ہاتھ لگے۔ جب
مادھور او نے دیکھا کہ یہ گولی بھی خالی گئی تو صلح پر آمادہ ہوا۔ اور
دو لاکھ روپیہ پر مصالحت کر لی۔ اس طرح ایک سال چند ماہ خراب
خستہ ہو کر اور اپنی بیشمار فوج اور بھیر و بنگاہ سے دوسرے علاقوں کو
پامال کر اگر دار الحکومت پونا کو واپس گیا۔ اور نواب بامین و عافیت
حیدرنگر (بڈنور) ہوتے ہوئے سریرنگ پٹن میں داخل ہوئے۔

لے لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی سابق چیف کمشنر یسور نے اسی طرح

اس واقع کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مرہٹوں نے چوتھی مرتبہ زبردست حملہ کی تیاری کی۔ اس وقت حیدر علی نے گورنمنٹ مدراس سے اعانت طلب کی۔ لیکن اُس کو کچھ مدد نہ دی گئی اور وہ مرہٹوں کا صدر برداشت کرنے کو تنہا چھوڑ دیا گیا۔ حیدر علی کو خوب معلوم تھا کہ وہ کھلمیڈان میں مرہٹوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس لئے وہ اپنے پاسے تخت کی طرف ہٹا گیا۔ اور جیسا ہٹا گیا ملک کو ویران کرتا گیا اور اپنی حالت نازک دیکھ کر اُس نے صلح کے لئے وکیل بھیجا۔ مادھوراؤ نے اس خیال سے کہ حیدر علی نے لوٹ کاروپہ خوب جمع کیا ہے۔ اور نیز میسور کے خراج کا بقایا باقی تھا ایک کروڑ روپیہ طلب کیا لیکن اُس نے انکار کیا۔ تب مادھوراؤ ملک پر قبضہ کرنے کو بڑھا۔ اور شمالی اور مشرقی اضلاع کو برباد کر دیا۔ اور ضروری مقامات پر فوجیں متعین کر دیں اور جو کچھ اس کے سامنے آیا سب کو فتح کر لیا۔ لیکن پنج گل کے مقام پر اس کو شکست فاش ہوئی۔ پنج گل کا قلعہ بنگلور کے شمال و مغرب تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ لیکن تین ماہ کے محاصرہ کے بعد یہ قلعہ بھی چیتل ورگس کے پالی گر کی رستمانہ شجاعت سے جو اپنے بیدر والوں کے ساتھ زمین

لے مصنف حملات جدیدی نے بنگل کے نام کی جگہ ماکڑی ورک کے تحت میں سردار علی قلعہ دار کی بہادری اور جات بازی کا حال مادھوراؤ کے حملہ گزشتہ میں لکھا ہے جس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

لگا کر قلعہ کی فصیلوں پر چڑھ گیا محتاج ہو گیا۔ قلعہ کی باقی ماندہ فوج کو
مادھور اڈے نے ناک کان کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ مگر سردار خاں قلعہ ارض
اپنی دلیری اور شجاعت کی وجہ سے جو اُس نے اس موقع پر ظاہر
کی محفوظ رہا۔ اور مادھور اڈے برابر کامیاب ہوتا رہا۔ لیکن آخر میں
بیمار ہو کر پونا کو لوٹ گیا اور اپنے ماموں ترمیک راڈ کو اپنا قائم مقام
سپہ سالار چھوڑ گیا۔ اس سردار نے کئی مقام جدید فتح کئے۔ لیکن
اس اثنا میں حیدر علی نے سواروں اور پیدلوں کی بڑی جرار
فوج قائم کر لی تھی۔ اس لئے اُس نے اس یورش کے روکنے
کا عزم بالجزم کر لیا۔

سرتھکا پٹم سے ۲۰ میل شمال میلوکوٹ ایک تیرہ گاہ ہے۔
حیدر علی سادون دروگ کے زبردست کوہی قلعہ کے قریب بیجاپور
کو شمش کر کے میلوکوٹ کی پہاڑیوں کے مشرقی درہ میں گھس
پڑا اور اپنی فوج کو ہلالی وضع سے قائم کیا جس کا مغرب کو رخ
تھا اور اُس کے بازو پر حفاظت کے واسطے نہایت ہی بے گزر پہاڑ
واقع تھے۔ مگر اتفاق سے داہنی جانب ایک پہاڑی سب سے
میلحدہ کھڑی ہوئی تھی جہاں سے مرہوں نے برابر آٹھ روز تک
گولے برسائے۔ حیدر علی کے پاس پہاڑی تو ہیں نہ تھیں وہ اُسکا
جواب نہ دے سکا اور آخر میں اُسکو ایسا نقصان پہنچا کہ کوہتان
کے پہاڑیوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ پٹم چلے جانے کا عزم کیا اُسکی

فوج نے رات میں کوچ کیا۔ اتفاق سے ایک توپ سر ہو گئی جس سے مرہٹوں کو معلوم ہو گیا کہ میسور کو فوج جاتی ہے۔ اور فوراً تعاقب کا حکم دیا گیا۔ مرہٹہ سواروں نے چند توپوں کی مدد سے جو دشمن کے تعاقب میں ان کے ساتھ تھیں موتی ٹال سے گولہ باری شروع کر دی اور حیدر علی کی بیدل سپاہ کو پریشان کر دیا۔ اور وہ بڑی دقت سے چر کوئی کو پہنچی۔ یہاں بڑی اتاری پھیلی ہوئی تھی اور اسی پریشانی کی حالت میں مرہٹہ سواروں نے فراریوں پر حملہ کر کے ان کا قتل عام کیا۔ یہ دیکھ کر کھیل سب بگڑ گیا۔ حیدر علی تنہا سریرنگ پٹن کو فرار ہو گیا۔ یہاں سے سریرنگ پٹن ۱۱ میل تھا۔ یہ واقعہ ۱۷۹۲ء میں واقع ہوا۔

واقعات تسخیر کوڑک اور کلکیوٹ

واقعہ ۱۷۹۲ء ہجری ۱۲

اگلے زمانے میں کوڑک اور کلکیوٹ سلاطین بیجاپور کے ماتحت تھے۔ اُن کے بعد نواب آصف جاہ حیدر آباد (صوبہ دار بادشاہ دہلی) کے قریب جگزار ہوئے۔ جب آصف جاہ پر مرہٹوں نے قابو پایا تو آصف جاہ نے نشان حیدری میں یہ واقعات ۱۷۹۲ء ہجری میں لکھے ہیں۔

کے محبوبہ دارسرا نے رشوت لیکر اس نواح کے راجوں کو بحال خود چھوڑ دیا۔ وہ بطور خود راجہ بن گئے۔ خراج دینا موقوف کر دیا۔ جب یہ ملک نواب حیدر علی خاں کے قبضہ میں آیا تو حیدر علی سے اظہار نیاز مندی شروع کیا۔ لیکن جب مرہٹوں نے حیدر علی کو دوسری طرف متوجہ کر دیا تو یہ اس سے منحرف ہو گئے۔ اور سرکشی کا اظہار کرنے لگے۔ نواب حیدر علی خاں کو یہ بات کیونکر گوارا ہو سکتی تھی۔ اُس نے فوج جمع کر کے تسخیر کورگ اور کلیکوٹ اور سرکو بی زمینداران و راجگان متروک دس کرش کا عزم بالجزم کر لیا اور فوج پیادہ سوار مع توپخانہ لیکر اس طرف کو روانہ ہوا۔ پہلے بیل کے راجہ کی خبر لی۔ اُس نے اپنے اہل عیال کو مع سامان نقد و جنس قلعہ سے نکال کر جنگل میں بھیج دیا اور اپنی فوج لیکر نواب کا مقابلہ کیا۔ اور کئی روز بہت سختی سے مقابلہ کرتا رہا۔ مہنوز دونو فوجیں لڑ رہی تھیں کہ شاہزادہ شیو سلطان نے جو باپ کے ساتھ تھا اپنی فوج کے ساتھ جنگل میں راجہ بیل کے بھیجے ہوئے اہل عیال اور بدرتہ سپاہ ہمراہی پر تاخت کی۔ اور اچانک اُن کے سر پر پہنچ کر سب کو مع سامان گرفتار کر لیا۔ اور اسی طرح اُن کو نواب کے کیمپ میں باندھ لایا۔ نواب اس کارروائی سے بہت خوش ہوا۔ بیٹے کو جو اُس وقت اٹھارہ برس کا تھا چھاتی سے لگایا۔ جب راجہ بیل نے اپنی عورتوں کی گرفتاری اور تمام مال و متاع کے ہاتھ سے نکل جانے کا حال سنا بتقرار ہو کر لڑائی موقوف کی اور نواب

کے حضور میں حاضر ہو کر معافی چاہی۔ اور اپنی جان بخشی کے عوض میں
پچاس ہاونٹ خزانہ سے لے کر ہوئے پیش کئے۔ نواب نے اُسکی معذرت
قبول فرما کر اُس کے ناموس کو اُس کے حوالہ کیا۔ اور آئندہ کے لئے
عہد اطاعت بہ حلف لیکر اُس کا ملک اُس پر بحال رکھا۔ کوڑکے کے راجہ
نے راجہ بیل کا یہ حال سن کر قبول اطاعت کو مناسب جانا اور بہت
سے تحایف گراں بہا اور زر نقد پیش کر کے پناہ حاصل کی۔ نواب نے
اُس سے قلعہ بڑکڑا جس سے بہتر اس نواح میں کوئی قلب مقام نہ تھا
لیکر اُس میں مناسب سپاہ متعین کر دی اور آگے بڑھا۔ تو کنا نور کے
مقتدر حکمران علی راجہ نے بڑی طمطراق سے اُس کا استقبال کیا۔ نواب
نے اُس کو اس ملک کا واقف حال سمجھ کر اپنے ساتھ لیا۔ ساوہ و دین
دن سپاہ کو آرام دیکر کلیکوٹ میں داخل ہوا۔ بہت سے نایر جو تہا
سہرکش ہو رہے تھے قتل کئے۔ راجہ چرکل مقابلہ میں آیا اور لڑائی کے
اتناء میں مارا گیا۔ نواب نے اُس کا مال و اسباب ضبط کر کے اُس کے
فرزند ہفت سالہ کو قید کر دیا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ اور ایاز خاں خطاب
دیا گیا۔ اور نواب راجہ مقتول کے ملک کا انتظام کر کے قلعہ کلیکوٹ کے
محاصرہ پر متوجہ ہوئے۔ راجہ کلیکوٹ نے خود کو نواب کے مقابلہ کے لائق
نہ پایا۔ اور نند و پیشکش بھیج کر طالب امان ہوا۔ نواب نے مجدد احمد
کر کے اسکی عزت افزائی کی اور اپنے دربار میں جگہ دیکر عطا بخشش سے
شکر گزار کیا۔ نواب کا شہرہ کرم سنکر قوم ماہلہ اور قوم نایر دونوں نے نواب

کی اطاعت اختیار کر لی۔ اور اس طور سے وہ نواح سرکشوں سے بالکل پاک ہو گئی۔ اور نواب نے کچھی بندرت تک جا کر بمبیار کا عزم کیا۔ وہاں کے حاکم نے اٹھائیس ہاتھی اور سات لاکھ روپے نقد بطور پیشکش حاضر کر کے اپنے ملک کو نواب کی داروگیر سے بچا لیا۔ تب نواب نے بعض نایروں کو جو کویمبا پور کی طرف پہاڑوں میں چھپ کر شراتیں کر رہے تھے نیست و نابود کرنے کے سردار خاں کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کیا اور بہت سی فوج انتظام کے واسطے چھوڑی۔ زراں بعد مدکل کے سرکشوں کی تنبیہ و استیصال کو روانہ ہوئے +

شکر کشتی کرنا ترمیک راؤ مانا کا

واقعہ ۱۸۲۷ء بمبئی

جب مادھوراؤ پیشوا کو مالک بالالگھاٹ میں دو مرتبہ ناکامی ہوئی۔ اور نواب حیدر علی خاں سے بازی نہ لے جاسکا تو پونا میں واپس جا کر بیچ و تاب کھاتا رہا اور اسی حالت میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ اُس کے بعد اُس کا بھائی ناراین راؤ مسند نشین ہو کر پیشوا بنا۔ اور اُس نے ترمیک راؤ مانا کو جو اُس کا ماموں تھا ایک لاکھ بیس ہزار سوار نیزہ گزار اور ساٹھ ہزار پیادہ اور ایک سو ضرب توپ قلعہ شکن کیواسطے

لے مکان حیدری میں یہ واقعات شہر بمبئی میں لکھے ہیں۔

تسخیر ملک میسور اور تمام دیار بالا گھاٹ کے روانہ کیا۔ جب وہ سرحد بالا گھاٹ میں پہنچا۔ اُس کے اس جاہ و اقشام کو دیکھ کر راجگان چیل در حد تن گیری و مرگسی و کاستری اوزیر نواب شاہ نور جو مارتے کے پیچھے اور بھاگتے کے آگے رہنے کے خوگر تھے اُس سے مل گئے۔ تب ترمیک راؤ واسطے تسخیر قلعہ سریرنگ پٹن کے روانہ ہوا۔ جس زمین پر اُس کے لشکر کا گزر ہوا۔ گھاس کا تنکا تک دیکھنے کو باقی نہ رہا۔ اور تمام سرسبز کھیتیاں پامال کر ڈالیں۔ گاؤں کو طرح طرح کے ظلم سے برباد کیا۔ اتفاق سے اُس وقت نواب حیدر علی خاں کی اتنی فوج جو اس ٹیڈی دل کو روک سکے اس موقع پر موجود نہ تھی۔ اسلئے نواب نے جلد جلد جا بجائے فوجیں اور سامان جنگ طلب کر کے چنیل پٹن کی راہ سے دامن کوہ مکڑی ورگ میں کیمپ قائم کیا تاکہ جب فوج مرہٹہ دارالحکومت کے محاصرہ میں مشغول ہو تو پیچھے سے حملہ کیا جائے۔ ترمیک راؤ کو اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی اور وہ سیدھا نواب کی طرف بڑھا۔ نواب نے اُس کو آتا دیکھ کر اپنے لشکر کو کوہ میلکوٹہ پر چڑھا دیا۔ تب ترمیک راؤ نے اس پہاڑ کا محاصرہ کیا۔ لیکن نواب ہر روز پہاڑ سے اترتا اور اپنے بہادر سواروں کے ساتھ مرہٹہ فوج کو کانٹ چھانٹ کر واپس جاتا۔ کبھی پہاڑ پر سے گولے اور گولیاں برساتا۔ بیس روز تک یہ حال رہا۔ اس میں سپاہ مرہٹہ کا بہت نقصان ہوا۔ تب ترمیک راؤ نے محاصرہ کے حدود

کو اور بھی تنگ کر دیا۔ اور اس پہاڑ کو اپنے لشکر کی گود میں لے لیا۔ اور چاروں طرف سے رسد بند کر دی۔ جب یہ حال دیکھا۔ تو نواب نے اپنے لشکر سوار و پیادہ کو مع توپخانہ کے پشت کوہ کی طرف سے جنگل کی راہ ہو کر نکال لینا چاہا۔ اور کئی کوس نکل گیا۔ تب ترمیک راؤ کو خبر ہوئی کہ نواب مع فوج کے نکلا جا رہا ہے۔ ترمیک راؤ نے فوراً اپنے توپخانہ کو مع چند رسالہ کے سیدھے راستہ سے جا کر ناکہ روکنے کا حکم دیا۔ اور آگے بڑھ کر آٹھ ضرب توپ موتی تالاب کے بند پر لگا دی گئیں۔ لیکن لشکر حیدری کی یلغار نے کچھ پرواہ نہ کی اور تیر و تنگ سے فوج مرہٹہ کو تتر بتر کر کے وہ توپیں چھین لیں۔ اور دارالامارہ کی طرف جوتین چار کوس رہ گیا تھا کوچ کر دیا۔ جب یہ خبر ترمیک راؤ کو پہنچی اُس نے فوراً دوسرا توپخانہ مع فوج سوار و پیادہ کے پشتہ کو ب روانہ کیا۔ اور اس توپخانہ نے نواب کے لشکر پر علے الاصل گولے برسانا شروع کئے۔ اتفاق سے ایک گولہ نواب حید علی شاہ کی فوج کے اونٹوں پر آگرا جن پر بان لدے ہوئے تھے اور ایک اونٹ کے بانوں میں آگ لگ گئی پھر کیا تھا۔ ایک سے دوسرے میں اور دوسرے سے تیسرے میں یہ آفتناک سلسلہ ترقی کر گیا۔ اس پر یہ آور غضب ہوا کہ کئی بان اڑا اڑا کر بارود کی گاڑیوں پر جا پڑے اور بارود کے اڑنے سے ہنگامہ محشر برپا ہو گیا۔ اور ان واحد میں کئی ہزار پیادہ و سوار لقمۂ اجل ہوئے۔ پیچھے سے فوج

مرہٹہ کے سواروں نے کئی ہزار آدمیوں کو مار لیا۔ گویا ایک لشکر کا شکر
 فنا ہو گیا۔ لالہ میاں داماد شہباز صاحب بھی لڑتے لڑتے کام آئے او
 میر علی رضا خاں اور علی زمان خاں جو رفقاے حیدری میں داخل تھے
 مرہٹوں کے دام کند میں اسیر ہو گئے۔ یسین خاں نام ایک جاں نثار
 خاص تھا اور اُس کی صورت نواب کی صورت سے ملتی جلتی تھی۔ وہ
 زخم کھا کر گرا۔ غنیم کے سوار جو ذی وجاہت صورتوں کے زخمیوں کو
 ڈھونڈتے پھرتے تھے جب اُس کے قریب آئے تو اُس کی شکل و
 صورت دیکھ کر ٹھٹھکے اور نام و نشان دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ نواب
 حیدر علی خاں میں ہی ہوں پھر وہ تجس مزید سے باز رہے۔ اور اُس کو
 ترمیک راؤ کے پاس بھجوا دیا۔ اور خود مال و اسباب کی لوٹ میں مصروف
 ہوئے۔ اور تمام لشکر کی چیزوں کو لوٹ کر لے گئے۔ نواب اس
 اتفاقی حادثہ کو دیکھ کر سخت ملول تھا۔ خصوص اس لئے کہ اس کا بیٹا
 شیو سلطان جو اُس وقت اُس کے ساتھ تھا۔ اس دھواں دھار تاریکی
 میں اسکی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ لیکن خدا پر بھروسہ کر کے اس
 رستخیز سے نکلا اور کوہ چمر کو لی پر چڑھ گیا۔ یہاں صرف چودہ سوار اُس کے
 ساتھ تھے۔ ان کو لیکر متصل قلعہ سریرنگ پٹن کے پہنچا اور میر اسمعیل
 قلعہ دار کو اپنے آنے کی خبر دی اور خود قادیوالی کی درگاہ میں ٹھہر کر
 خدا سے ابداد غیبی چاہنے لگا۔ تھوڑی دیر میں شاہنشاہ شیو سلطان
 مرہٹہ لباس پہنے ہوئے سامنے آیا۔ نواب نے گلے لگایا اور خدا کا

شکر ادا کرتا ہوا قلعہ مبارک میں داخل

ہوا۔ اودیہاں آتے ہی خزانہ کا
دروازہ کھل دیا۔ یہ
ایک محلہ۔

رہیادہ سپاہی کو ایک مٹھی اشرفی اودھر سوار کو
س اور پانچ مٹھی اشرفی انعام دینا شروع کیں۔ اور جو لوگ

اس حادثہ میں کام آئے اُن کے تمام اہل و عیال کی خبر گیری کو احکام
نافذ کئے۔ کئی روز تک محتاجوں کو روپے اشرفی تقسیم ہوتے رہے۔

پھر تمام فوجی عہدہ داروں اور ملکی افسروں کی ایک مجلس ترتیب دیکر
جو کلمات زبان سے ارشاد فرمائے اُن کو ملا فیروز نے نظم میں ادا کیا
ہے۔ ہم اُن اشعار کو ناظرین کی دلچسپی کے لئے نقل کرتے ہیں۔

ازاں صنیں وارم بستے قلعہ پڑ

ندارم غم از سوخت باروت باں

ہو ادا رفت کلاہ من اند

بپاسم بفرق یلاں وقت کار

شود دشمن ما دودل بید رنگ

کہ ترکمت جو کر مک شود پایال

کہ از جان اعدا برابر اند شور

کہ ترکمت جو کر مک بسوزد راں

بود خیمہ ام آسماں روز جنگ

بمرداں بسیط زمین جنگ نیست

عروس ظفر بایدم در کنار

اگر سوخت باروت بان و شتر

چو باشد بعالم خدا محسوباں

امیراں من نیک خواہ من اند

خواین من دادہ حق بشمار

چو یکدل شتابیم در روز جنگ

چنان زخہ بندیم بر بد سگال

فراہم کنم لشکر تازہ زور

بغیر وزم آتش ز تیغ و سناں

نباشد اگر خیمہ ام نیست ننگ

وگوش نمود ازاں ننگ نیست

بہ حور بہشتی مرا نیست کار

اگر تن نیار استم نیست غم	بود زینت مرد تیغ و علم
نماید اگر دشمنم خبری	نمایم باو حمله چیدری
سویاے دشمن به بند آورم	بچرخ ار رود در کند آورم
ز اموال رفته نه گردم و ذرم	ز کاتے گراز مال کم شد چه غم
دگر گنج و گوهر بدست آورم	به زنجیر فیلان مست آورم
گراں خواب را بر عدو بشکنم	سر نیزه در چشم او بشکنم
اچو اول مدد کرده اقبال من	به آخر همایوں بود فال من

یہ کہہ کر اپنی فوج اور سرداران لشکر سے کہتا ہے :

الا اے سواران شیر زن	جوانان شیر افکن و سیلتن
سواری برا سپان تازی کنید	ز فرق عدو گوے بازی کنید
بر آید شیر کیں از نیام	کہ از خصم لازم بود اتمام
به پنجر گرم آرید او	بفتراک بندید فرق عدو
به بندید بر باره برگستوان	بگیرید بردوش گرز گراں
پوشید خفتان خود و زره	بگیرید پس ناچھ ناگرہ
به بخشید طعمه ز تیر و سنان	جلو بند دشمن به زاع گماں
حرام است آرام در روز جنگ	برائید از خانہ ماچوں خدنگ
سنان ما بروے فساں بر کشید	شر بہ دفع خساں بر کشید
به بندید پر خیم به زین و درفش	سیاہ و سفید و کبود و بنفش
بفوج عدو تیر باران کنید	ہوار اچو ابر بہاراں کنید

بہیلیاں بہ بندید کوس ودرے کرتا گا دو ماہی بجند زجلے
 چومر بر کشد آفتاب بریں من و ترکہ تیغ میدان کہیں
 نواب کی اس تقریر نے سرداران فوج کے دلوں میں ایک نئی رُوح
 پھونک دی اور سب نے آگے بڑھ کر دست بستہ عرض کی کہ غلاموں کے
 تن میں جب تک جان ہے نشان حیدری کے سائے سے ہٹنے والے
 نہیں۔ اب اُس آفت زدہ لشکر کے پسماندوں کا حال سُنے جو جلنے مرنے
 سے بچ رہے تھے۔ انہوں نے جیتے جی مرہٹوں کے ہاتھ میں پڑ جانا
 قبول نہ کیا۔ اور باوصف تین روز کی بھوک اور بے انتہا لکان کے محمد علی
 کیدان کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ مرہٹوں نے پہاڑ پر چڑھنے کا قصد
 کیا تو محمد علی نے بندوقوں کی تیز بارہیں مارنا شروع کیں۔ ترمیک راؤ
 کو محمد علی کیدان کی یہ جسارت اور دلیری بہت پسند آئی اور اُس نے
 اپنی فوج سے اُس کے ہمنام محمد علی اور محمد یوسف کیدان کو سفیر کے طور
 پر اُس کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس کو مع بہادران ہمارا ہی عزت سے
 اپنے ساتھ لے آئے۔ اُن دونوں نے جا کر محمد علی کیدان کو ترکہ را
 کا پیغام پہنچایا۔ اور محمد علی کیدان مع سولہ سوار کے ترکہ راؤ کے
 سامنے حاضر ہوا۔ ترکہ راؤ نے سب کے ہتھیار لیکر اُن کو کھانا تقسیم
 کیا اور محمد علی کیدان سے پیشوا بہادر کی ملازمت اختیار کر لینے کو کہا۔
 محمد علی نے جواب دیا کہ میں پہلے اپنے اہل و عیال کو سریرنگ پٹن سے
 نکال لاؤں تب کچھ عرض کر سکتا ہوں۔ ترکہ راؤ نے اُسکو اجازت

دیدے۔ دوسرے روز محمد علی کبیدان مع سوار بے ہتھیار کے
 شام کے وقت سریرنگ پٹن کو روانہ ہوا۔ اور مرہٹوں پر ظاہر کیا۔ کہ
 میں بے ہتھیار ہونے کی شرم سے رات کو جا رہا ہوں۔ صبح سے پہلے وہ
 اُس مقام پر پہنچا۔ جہاں مرہٹوں نے دو ہزار سپاہیوں کا بکٹ قائم کر رکھا
 تھا۔ اُن سپاہیوں نے اپنی اپنی بندوقیں سے پایہ بنا کر کھڑی کر دی
 تھیں اور آرام کی نیند سو رہے تھے۔ چند سپاہی برائے نام پہرہ پر
 اُونگھ رہے تھے۔ محمد علی نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ جھٹ پٹ ان کی
 بندوقوں پر قبضہ کر کے ان کا کام تمام کر دو۔ چنانچہ وہ فی الفور بندوقوں
 پر جا پڑے اور بندوقیں بتیا کر اُن کے فیر داغنا شروع کر دئے۔ ان
 میں سے جس نے سر اٹھایا اُسی کے بندوق مار دی یہاں تک کہ اُن
 سب کو وہیں ڈھیر کر دیا اور اُن کے ہتھیار اور اُن کا سامان اپنے
 ہمراہیوں کو تقسیم کر کے سریرنگ پٹن پہنچا اور نواب حیدر علی خاں کے
 حضور میں حاضر ہوا۔ نواب نے اُس کو عطائے خلعت فاخرہ اور جواہر
 سے سرفراز کیا۔ اور سب کو نئے ہتھیار مع انعام مرحمت ہوئے۔ اور
 ہر ایک کو شاباش دی کہ بہادر سپاہی ایسے ہی وفادار ہوتے ہیں۔
 اور محمد علی کبیدان اور فوج کے تمام بخشوں کو نئی فوج بھرتی کرنے کا
 حکم دیا۔ اور ہر سوار و پیادہ کو تنخواہ پیشگی دئے جانے اور ہتھیار سکاری
 سلخا نہ بے عطا کئے جانے کا ارشاد فرمایا۔

اس انتظام کے بعد نواب حیدر علی خاں نے گھوڑے پر سوار ہو کر

چاروں طرف سے قلعہ کا معائنہ کیا۔ اور تمام بُرجوں پر توپیں چڑھوا دیں اور ہر طرف بندو قوں کی جھانکیاں درست کی گئیں۔ اور ہر مقام پر حربہ کا ضروری سامان فراہم کر دیا گیا تاکہ ضرورت پر ہر چیز وہیں میسر آ سکے قلعہ کے اندر کھانے پینے کا سامان بھی ضرورت سے زیادہ بھر لیا گیا۔

اُدھر مادھوراؤ نے محمد علی کمیدان کا حال سنا کہ اُس نے دو ہزار سپاہیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس پر میر علی رضا خاں کو طلب کر کے اُن کے اور محمد علی کی نسبت کلمات ناشائستہ زبان سے نکالے اور کمال غضب سے میر موسوف اور دوسرے اسیران لشکر نواب کو جو اُس کے ہاتھ پڑ گئے تھے پونا کو روانہ کر دیا گیا۔ جب یسین خاں کا نمبر آیا جو نواب سید رعلیٰ خاں سمجھ کر علیٰ غیر میں رکھے گئے تھے اور اُن کے بھیجنے کا بھی حکم دیا اور اُس کے ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ یہ نواب حیدر علی خاں نہیں بلکہ اُن کے ہم شکل اُن کا ایک فردی جاں نثار ہے۔ تب تو وہ شرمِ ندامت سے پانی پانی ہو گیا۔ اور اپنی حماقت سے متاثر ہو کر دم بخود رہ گیا۔ پھر اپنی تمام فوج قلعہ سر رینگ پٹن کے گرد پھیلا دی۔ اور بڑے بڑے دمدے اور مورچے قائم ہو کر زلزلہ خیز توپ داغی گئی۔ قلعہ پر سے بھی توپ کا جواب دیا گیا۔ کئی روز تک یہ گولہ باری ہوتی رہی۔ اس میں ترکم راؤ کی فوج کے کئی سردار نواب حیدر علی خاں کی تدبیر دانی اور بخشش کا حال شکر نواب سے آئے اور بارہ ہزار سوا اور میں ہزار پیدل نے بھرتی ہو گئے۔ ایک روز محمد علی کمیدان نے

دو ہزار برق انداز لیکر میسور کے دروازہ سے باہر عہدہ گا۔ کے متصل راجہ
چیتل ورگ اور مرار راؤ پر جو دو ہزار پیادہ اور ایک ہزار سوار اور
چار ضرب توپ کے ساتھ ناکہ رو کے پڑے تھے اچانک ناخست کی اور
پہنچتے پہنچتے گولیاں برسانا اور تلواریں مارنا شروع کیں۔ اُن میں
اکثر مارے گئے بہتیرے بھاگ نکلے۔ باقی ماندوں کو گرفتار کر لیا۔ اور
مقتولوں کے ہتھیار اور اسباب اُن کے سروں پر رکھوا کر ثواب کے
حضور میں حاضر کیا۔ اس واقع سے ترک راؤ نے پیچ و تاب کھا کر
کوہ کڑی گٹھ کی طرف دمہ وسیع اور بلند بندھوایا اور مورچہ خاص نام
رکھا اور بڑی بڑی توپیں چڑھوا کر گولہ باری شروع کی۔ اس گولہ باری
سے قلعہ کے اندر نقصان محسوس ہونے لگا۔ تب پھر محمد علی کیہ ان میں
سپاہی بار آور اور ایک ہزار پیادہ کرناٹکی ساتھ لے جنگل کے راستہ
سے ہوتا ہوا اس خاص مورچہ کی پشت پر ظاہر ہوا اور افسر مورچہ سے
یہ کہا کہ ترک راؤ نے ہم کو واسطے تباہ سپاہ کے مورچہ کے بھیجا ہے۔
سپاہ تعینہ مورچہ اس خبر سے بے خوش ہوئی۔ کیونکہ وہ ہر وقت توپوں
کی زد پر رہتی تھی۔ اور ترک راؤ کا شکریہ ادا کر کے مورچہ سے باہر
نکلی اور مورچہ اس جعلی سپاہ کے حوالہ کر دیا۔ پھر کیا تھا محمد علی کیہ ان
نے ان سب کو وہیں مار لیا۔ تھوڑے لوگ بھاگ گئے۔ اور اس مورچہ
کی بڑی بڑی توپوں کو زمین میں دفن کر دیا اور اس مورچہ خاص
کو کھدوا کر زمین کے برابر کر دیا اور چھوٹی چھوٹی توپوں کو ہمراہ لے

نواب کے حضور میں حاضر ہوا۔ ترکم راؤ نے جب اس چالاکی سے موچ
خاص نکل جانے کا حال سنا مورچہ بندی چھوڑ کر پنڈاروں کی فوج کو
علاقہ جات متعلقہ بالا گھاٹ کی تاخت و تاراج کا حکم دیا اور خود مع فوج
کثیر دامن کوہ جہتر باسی میں خیمہ زن ہوا۔ یہاں دو تین روز بعد وہ موقع
آیا جب ہندو لوگ دو دریاؤں کے سنگم پر اشنان کرتے ہیں۔ اور ترمیک راؤ
کے کیمپ میں اشنان کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اور نواب کے پرچہ نویس
نے ظاہر کیا کہ کل ترمیک راؤ اور اس کی اکثر فوج اشنان میں مصروف
ہوگی۔ نواب نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کو مع سپاہ کے رات
کو قلعہ سے نکل کر مانا منڈف کے قریب قایم کیا۔ اور شاہزادہ ٹیپو سلطان
کو مع سواران جنگ آزمودہ کے ایک دوسری کمینگاہ میں بٹھایا۔ اور
محمد علی خاں کیدان کو غازی خاں سردار مع فوج پنڈارہ اور دلیر خاں
کابلی کو مع چار پلٹن اور چار ضرب توپ کے ہراول کے طور پر آگے
بھیجا۔ اور یہ سب اپنے اپنے تجویز کردہ نشیبوں اور جنگلوں میں چھپ
رہے۔ جب صبح کا وقت ہوا۔ ترمیک راؤ مع سردار ان ہمراہی ہاتھیوں
پر بیٹھ کر اشنان کو روانہ ہوا۔ اُس کے پیچھے اُسکی مرہٹہ فوج اور ہندو
سپاہ بے فکری کی حالت میں آہستہ آہستہ ہنستی بولتی چلی آتی تھی۔ جب
ندی کے کنارے میدان میں یہ لالہ زار جمع ہو گیا۔ غازی خاں نے
مع فوج پنڈارہ بڑھ کر بسم اللہ کی۔ اور تیز فیرواں غے۔ فوج مرہٹہ گھونگٹ
کھا کر اُس کی طرف لوٹی تو وہ محمد علی کیدان کی کمینگاہ پر لگا لایا۔ محمد علی

کیدان نے کینگاہ سے مع فوج باہر آ کر توپوں اور بندوقوں سے آگ برساتنا شروع کی۔ جب مرہٹہ فوج بھاگی تو شاہنرادہ ٹیپو سلطان نے اسکا تعاقب کیا۔ اور اس طور سے کئی ہزار سپاہی فوج مرہٹہ کے مارے گئے اور پانچ ہزار سوار اور دو ہزار پیادے اسیر کر لائے گئے۔ ترمیک راؤ اس آفتناک رستخیز کو دیکھ کر بھیگی دھوتی پہنے ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور بھاگ کر جان بچائی۔ پھر اس نے موتی تالاب کے سواہ میں اپنی پریشان فوج کو جمع کیا۔ اور نواب حیدر علی خاں شادیا نہ فتح بھوجتے ہوئے قلعہ مبارک میں داخل ہوئے۔ اور ترمیک راؤ سپاہ نواب کی ایسی تاخت سے تنگ آ کر محاربہ اور مقابلہ سے باز آیا۔ اور نواب کے علاقہ جات پائیں گھاٹ اور بالاکھاٹ کی ٹوٹ پر آمادہ ہوا۔ اور ہر طرف اُس کی فوجیں ٹوٹ مار کے لئے پھیل گئیں۔ جہاں گزر ہوا اُس نواح کو خاک سیاہ کر کے چھوڑا۔ سینکڑوں گاؤں بے چراغ ہو گئے۔ علیا گاؤں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئی۔ اور سینکڑوں آدمی نواب کے پاس فریاد لیکر آئے۔ تب نواب حیدر علی خاں نے ٹیپو سلطان کو آٹھ ہزار سوار جوشن پوش اور ہائیل ضرب توپ دیکر آگے بڑھایا۔ اور محمد علی کیدان کو چار ہزار سپاہی بار آور اور دو ہزار پیادہ کرناٹکی اور چھ ضرب توپ دیکر روانہ فرمایا۔

ٹیپو سلطان نے میدان کاویری میں خیم نصب کرائے۔ اور محمد علی کیدان نے کٹن گری میں کیمپ قائم کیا۔ اس اثنا میں نہبانی

جاسوسوں کی معلوم ہوا کہ ترمیک راڈ کی فوج نے جو مال و اسباب پائیں گھاٹ میں اور بالاکھاٹ میں لوٹا ہے اور جو خزانہ اور اسباب لشکر نواب سے ہاتھ لگا۔ وہ پانچ ہزاروں کی حفاظت میں پونا کو جا رہا ہے۔ اور کتنے سا ہوا کا رہی مع نقد و جواہر اس بدرقہ کے ساتھ ہیں اس خبر کو سکر محمد علی کیدان مع اپنی نصف سپاہ کے کنکڑی کی راہ سے کرن پٹ کے ایک پہاڑ کے دامن میں کینگاہ کے برجوں میں جا بیٹھا جو پہلے سے تیار تھے۔ یہ برج ندی کے کنارے شارع عام کے قریب واقع تھے۔ اور ادھر کے سب لوگ نواب کے حلقہ بگوش تھے جب دوسرے روز جماعت غنیم کے ساتھ مال و اسباب سے لدے ہوئے اونٹ اور گھوڑے کینگاہ کے سامنے آئے محمد علی کیدان او اس کی جانباز سپاہ اور دوسرے لوگوں نے جن کو محمد علی نے ملا لیا تھا۔ بندوقوں کی شلکوں سے آگ برساتا شروع کی۔ ہراہیاں قافلہ ایسے ہوش باختہ ہوئے کہ ان سے بعد تھوڑے مقابلہ کے سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ آیا۔ تب محمد علی خاں نے ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو ہلاک کیا۔ اور جو بچے وہ جنگل جھاڑی میں چھپ کر نکل گئے اور کچھ گرفتار ہو گئے۔ زراں بعد محمد علی کیدان وہ سب نقد و جنس اور گھوڑے اونٹ مویشی وغیرہ مع اسیروں کے حلقہ فوج میں لیکر اپنے کیمپ میں کشن گری میں داخل ہوا۔ اور ٹیپو سلطان کو اطلاع دی۔ ٹیپو سلطان نے وہ سب اسباب سریرنگ پٹن کو روانہ کر دیا۔ جب ترمیک راڈ کو یہ خبر معلوم

ہوئی وہ سخت پریشان ہوا۔ اور اُس نے خیال کیا کہ کرن پاٹ صوبہ
ارکاٹ سے متعلق ہے۔ نواب اربکاٹ کے سپاہیوں کا مزاحم نہ ہونا۔
تعجب کی بات ہے۔ ایسا نہ ہو جو وہ بھی نواب حیدر علی خاں سے مل جائے
یامل گیا ہو۔ اب یہاں رہنا ٹھیک نہیں اس لئے وہ وہاں سے
کوچ کر کے قصبہ اوتال گیر کے سواد میں جا ٹھہرا +

ٹیپو سلطان نے اُس کے نقل و حرکت کی خبر پا کر چار ہزار سوار
پاشے کو بے تعاقب کیا۔ آگے بڑھ کر دیکھا کہ فوج مرہٹہ دھرم پوری کو
لوٹ رہی ہے اور کسی گاؤں کی لوٹ کا سامان ہاتھی گھوڑوں پر لدا
ہوا اُس کے ساتھ موجود ہے۔ یہ حال دیکھ کر خود بھی لوٹ میں شریک
ہو گیا۔ گویا وہ بھی فوج مرہٹہ کا کوئی سردار ہے۔ جب وہ لوگ لوٹ
سے فارغ ہو کر بہت سے گھوڑوں۔ اونٹوں اور ہاتھیوں پر سامان
لیکر چلے۔ شاہزادہ والا جاہ نے اپنی فوج سے اُن پر گولیاں برساتا
شروع کیں۔ اور بہادر سپاہیوں نے سینکڑوں کوتلواریوں سے
کاٹ ڈالا۔ آخر کو عنینم کی حمیت سب اسباب کو وہیں چھوڑ کر اپنے
شکر کی طرف بھاگی۔ تب شاہزادہ ٹیپو سلطان نے چار ہزار گھوڑے
اور سینکڑوں بیل اور اونٹ جن پر ترمیک راڈ کے تو شکنانہ کا لوٹا
ہوا سامان لدا ہوا تھا مع بیس ہاتھی کے اپنے حلقہ اثر میں لے کر
صحراے ہاکڑی درک کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور اپنے خیمہ گاہ
میں آرام فرمایا +

جب ترک راؤ نے سنا اُس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور وہاں سے اُٹھ کر کاویری تپن کے سوا دیں خیمہ کیا۔
 محمد علی کیدان جو اپنی جمیت کے ساتھ اُس طرف چھپا ہوا تھا اُس رات کو اچانک شیخوں مارا۔ اس شیخوں سے فوج مرہٹہ کے ہزاروں آدمی ہلاک و مجروح ہوئے۔ ترمیک راؤ کے تو شکنہ پر قبضہ کر لیا۔ جو لوگ نواب حیدر علی خاں کی طرف کے اُس کے پاس اسیر تھے اُن کو چھوڑا لیا۔ اور خیمہ گاہ کو آگ لگا دی۔ ترمیک راؤ بھاگ گیا۔ محمد علی کیدان پانسو گھوڑے۔ چھ ہاتھی اور گیارہ اونٹ خزانہ سے لدے ہوئے اور جملہ اسیر اپنے ہمراہ لیکر طلوع آفتاب سے پہلے اپنی خیمہ گاہ راس کوٹہ میں داخل ہو گیا۔ پھر دن بھر آرام کر کے رات کو مع فوج انی گل میں پہنچا۔

اس واقعہ سے ترمیک راؤ بالکل ہوش باختہ ہو گیا۔ لیکن اظہار بہادری اور دفع ندامت کو اپنی فوج لیکر محمد علی کیدان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ محمد علی نے ایک چھوٹے سے قلعہ میں پناہ لی۔ ترمیک راؤ نے اُس کی محافظت کو فوج مقرر کی اور اپنی فوج کے ایک ایک سپاہی کو آگاہ کر دیا کہ محمد علی کیدان بڑا چالاک شخص ہے۔ اُس کی چالاکی سے ہوشیار اور ہر وقت کمر بستہ رہیں۔ لیکن محمد علی نے دن میں اُس قلعہ کے پشت کی طرف سے نکل کر جنگل میں چلے جانے کی راہ تجویز کر لی اور اپنے ہمراہیوں کو بتا دی تھی اس لئے جب رات ہوئی تو اُس نے

کچھ سفید کپڑے قلعہ کے بڑجوں اور دیواروں پر پھیلا دئے۔ اور گھاس
 لکڑی جمع کر کے آگ لگوا دی۔ اُس کے شعلے اُٹھنا شروع ہوئے
 غنیم کے لوگوں نے جانا کہ قلعہ کے اندر سپاہی کھانا پکا رہے ہیں۔ کل
 صبح ہوتے ہی دھاوا کر کے گرفتار کر لیں گے۔ اُدھر محمد علی کئید ان مع
 اپنی جانباز سپاہ کے قلعہ کے پیچھے سے اُتر کر جنگل میں ہوتا ہوا فوج
 غنیم کے سر پر آپڑا جو کچھ کھانا پکا رہی تھی اور کچھ کھانا کھا کر سونے
 کے لئے دراز ہو چکی تھی۔ اس شخصوں سے فوج مرہٹہ میں بڑی گڑبڑ
 پڑ گئی مگر جلد ہوشیار ہو گئی اور پانچ چھ ہزار فوج مخالف نے محمد علی کو
 گھیر لیا محمد علی لڑتا بھڑتا ان کی توپوں تک پہنچ گیا۔ اور انہیں کی توپوں
 میں گراب بھر کر ایسے نیردائغے کہ ہزاروں آدمی مرغ بسمل کی طرح لوٹنے
 لگے۔ محمد علی کی فوج سے بھی پانچ چھ سو آدمی کام آئے۔ لیکن اُس کی
 طرف سے جانفشانی میں قصور نہ ہوا۔ یہاں تک کہ فوج مرہٹہ کے
 بقیۃ السیف بھاگ نکلے اور محمد علی کئید ان سب مال و اسباب سمیت
 کر سریرنگ پٹن پہنچ گیا۔ نواب نے عطائے جواہر اور خلعت فاخرہ
 سے اُس کی عزت افزائی فرمائی +

ترجمہ رائے نے جب دیکھا کہ قلعہ سریرنگ پٹن کی تسخیر ممکن نہ
 ہوئی۔ اور جو سامان لوٹا تھا۔ وہ بھی یہاں کا یہیں رہا۔ اور میری
 فوج کے ہزاروں آدمی ضائع ہوئے۔ اور سوائے مظاہر قتل و فحشیت
 میری کامیابی کی کوئی شکل نہ نکلی۔ اور اس طور سے پونا کو واپس

جانا نہایت شرمناک بات ہے۔ تو اُس نے بڈنور کی تسخیر کا ارادہ کیا۔
نواب حیدر علی خاں کو جب اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو نواب نے
اس مہم کا سپہ سالار بھی محمد علی کیدان کو بنایا۔ اور چھ ہزار بند و قچی
اور بارہ ہزار سوار خاصہ اُس کے ساتھ کئے اور میں ضرب توپ
لے جانے کا حکم دیا۔ جب وہ کوڑک کی سرحد میں پہنچا۔ وہاں کے راجہ
نے جو نواب کی اطاعت سے منحرف ہو کر مرہٹوں سے مل گیا تھا جنگ و
پیکار سے سدا راہ ہونا چاہا۔ لیکن محمد علی نے اس کو آئندہ کا نشیب و
فراز سمجھا کر اپنے نکل جانے کا راستہ پیدا کر لیا۔ اور چونکہ جنگل کے
راستہ سے تو پہچانہ کا لے جانا دشوار تھا۔ اس لئے وہ توپیں اسد خان
کیدان اور جہاں خاں رسالدار کے ساتھ مع بدرقہ مناسب واپس
کر دیں۔ اور خود مع جمیعت روانہ ہو کر جب فوج مخالف کے قریب
پہنچا تو ایک پہاڑی کے عقب میں ٹھہر رہا۔ ترمیک راؤ نے جب
سنا کہ سر سینگ پٹن کو تو پہچانہ جاتا ہے تو اُس نے ایک دستہ فوج
کو حکم دیا کہ اُس تو پہچانہ پر تاخت کر کے توپیں چھین لائے۔ اور وہ
دستہ روانہ ہو گیا۔ محمد علی نے فوری اطلاع پائی۔ اور اپنی فوج
کے بند و قچیوں کو حکم دیا کہ سو دو سو بند و قیں بھر کر خالی چھوڑ دیں
اور چار ہزار سپاہیوں کو ایک نشیب کی کمینگاہ میں بٹھایا اور خود مع
سواروں کے جنگل کی طرف چل نکلا۔ بند و قوں کی آواز سننے ہی سواروں
کا وہ دستہ اس جانب پھر پڑا اور ترمیک راؤ بھی میدان میں جا پہنچا

جب مرہٹہ فوج اس کینگاہ کے سامنے ہو کر گزری۔ چار ہزار سپاہیوں نے ایسی تیز بارشیں ماریں کہ فوج مرہٹہ کی صفیں ٹوٹ گئیں اور کئی ہزار آدمی زمین پر لوٹ گئے۔ پیچھے سے محمد علی کبیدان مع سواروں کے فوج مرہٹہ پر آگرا اور فوج مرہٹہ کو تلواروں پر دھر لیا۔ تھوڑی دیر میں فوج مرہٹہ بدحواس ہو کر بھاگنے پر مجبور ہوئی۔ ترمیک راؤ نے تو بیخانہ آگے بڑھا کر شلک کا حکم دیا۔ محمد علی نے حکم دیا۔ کہ فوج مرہٹہ کے تمام مقتولوں کی لاشیں جمع کر کے دمدہ بنایا جائے۔ اور اسکی آڑ سے گولیاں برسائی جائیں۔ اس تدبیر سے دو فائدے پہنچے ایک تو آڑ مل گئی۔ دوسرے فوج مرہٹہ کے سپاہی اپنی فوج کے مقتولوں کا دمدہ دیکھ کر دل باختہ ہونے لگے۔ شام تک لڑائی جاری رہی۔ شام کو ترمیک راؤ اپنی لشکر گاہ کو واپس گیا جو اُس موقع سے تین کوس پر تھی۔ اور محمد علی کبیدان مع سب سوار و پیادہ کے میسور کو روانہ ہو گیا۔ اور جو زخمی اسکی فوج کے میدان میں پڑے تھے اُن سے کہہ گیا کہ میں استارہ کی طرف جاتا ہوں۔ وہاں سے تمہارے لینے کو ڈولیاں بھیجنے کا بندوبست کرونگا۔ جب صبح کو ترمیک راؤ مع تازہ دم فوج کے پھر نمودار ہوا اور محمد علی کو وہاں دہایا تو اُن زخمیوں سے استفسار کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ استارہ کی طرف گیا ہے۔ ترمیک راؤ نے اپنی فوج کو استارہ جا کر محمد علی کی فوج پر تاخت کا حکم دیا۔ اور اُس نے وہاں جا کر ہیفایدہ کی خدمت

اٹھائی۔ اس ناکامی کے ساتھ اسی روز دوسرا واقعہ یہ پیش آیا۔ کہ
 صحرائے ماگرہ میں ٹیپو سلطان مع چھ ہزار سوار۔ اور تین ہزار پیادہ
 اور توپخانہ آتشبار کے خیمہ زن تھا۔ اور رائے پٹن کی ندی کے قریب
 غنیم کی رسد کا قافلہ آکر اُتر اٹھا۔ اس قافلہ میں اڑتیس ہاتھی اور کئی
 اونٹ خزانہ سے بھرے ہوئے مع سیکڑوں بیل گولے باروت کے
 دس ہزار پیادہ اور سات ہزار سوار کی محافظت میں جا رہے تھے
 اور کئی سوداگر اور ساہوکار مع اشیاء و اجناس گراں بہا اُسکے
 ساتھ ہو لئے تھے۔ شاہزادہ بید از تخت نے اچانک رات کو اس
 قافلہ پر شجھون مارا۔ اور قتل عام شروع کر دیا۔ صبح ہوتے ہوتے سب کچھ
 کاٹ ڈالا۔ بہت بھڑے لوگ بھاگ سکے۔ کیونکہ اُن کے پیچھے نامعلوم
 گنجان جنگل تھا۔ جس میں ایک دفعہ بہت سے آدمی نہیں سما سکتے اور
 نہ غیر واقف لوگ راہ پاسکتے ہیں اور سامنے ندی واقع تھی۔ آخر کار
 صبح ہوتے ہی اُس تمام سامان اور بار برداری اور اسلحہ وغیرہ پر
 ٹیپو سلطان نے قبضہ کر کے سریرنگ پٹن کو روانہ کر دیا۔ اور خود بڈنور
 کو روانہ ہو گیا۔

جب یہ خبر ترمیک راؤ کو پہنچی۔ اُس کے ہوش و حواس جاتے
 رہے۔ اور فکر و تردد سے ہوش باختہ ہو گیا۔ اسی عرصہ میں پونہ سے
 ایک دیباری افسر آیا اور یہ پیغام لایا کہ تمہارے بھانجے ناراین راؤ
 پیشوا کو اُس کے چچا رکھنا تھ راؤ عرف راگھوجی نے قتل کرا دیا اور خود

پیشوا بن بیٹھا۔ اور ناراین کے امیروں پر نہایت سختی کر رہا ہے۔ یہ خبر
 سننے ہی اُس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ اور نواب حیدر علی خاں
 کے وکیل حاضر باش وہ بار سے کہا کہ اس خونریزی اور رستخیز ہر روز سے
 صلح ہو جانا بہتر ہے۔ نواب کو لکھو کہ تادان جنگ دیکر صلح کر لیں وکیل
 نے نواب کو لکھا۔ نواب نے جواب دیا کہ تمہاری لڑائیوں میں دو
 کثیر خرچ ہو گئی اور تمہاری فوجوں نے میرے ملک کو برباد کر دیا۔
 اس پر اُلٹا تادان جنگ مانگتے ہو۔ آخر کار دو لاکھ روپیہ دینے پر
 صلح قرار پا گئی۔ اور ترمیک راؤ مع اپنی جمیعت کثیر کے پونا کو روانہ
 ہو گیا۔ اور نواب کو اس بلا سے بے درماں سے فرصت حاصل ہوئی۔

یون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کسٹرن میور اس بات
 کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ ترمیک راؤ نے سرنگاپٹم کا محاصرہ کیا۔ اور
 ناکام رہا۔ لیکن دوسری سطر میں لکھتے ہیں کہ فوج مرہٹہ نے ایک سال
 سے نواب حیدر علی خاں کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر رکھا تھا۔
 اس لئے نواب نے مایوس ہو کر صلح کا پیغام دیا اور جون ۱۷۸۲ء
 میں صلح ہو گئی۔ حیدر علی نے ایک دفعہ سے پندرہ لاکھ روپیہ دیئے
 کا وعدہ کر لیا۔ اور اسی قدر بعد کو دیئے کا اقرار کیا۔ اُس کے
 بعض نہایت زرخیز اضلاع ضمانت میں لے لئے گئے۔ مگر یہ دونو
 باتیں واقعات تاریخ سے ثابت نہیں ہوتیں۔ نہ بورنگ صاحب
 نے واقعات کا بیان کیا ہے۔

نظام حیدر آباد اور انگریزوں کی موافقت

اور

نواب حیدر علی خاں اور انگریزوں کی جنگ

نواب نظام علی خاں ناظم حیدر آباد اور انگریزوں کے درمیان جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ نظام علی خاں کو انگریزوں کے غلبہ سے سخت اندیشہ تھا۔ اور انگریز نظام علی خاں کے ملک پر دانت لگائے ہوئے تھے۔ اُس وقت کی طاقت اور مصلحت کے موافق ٹھیک ٹھیک کر ہاتھ نکالتے اور پاؤں بڑھاتے تھے۔ اور جس سے لڑتے تھے اُس سے تھوڑا کام نکال کر ایک عارضی مصالحت کو پسند کر لیتے تھے۔ چنانچہ جب نظام علی خاں بعض کشاکش سے مجبور ہوئے تو انہوں نے سیکا گول اور راج بندری کا ملک جمعی میں لاکھ روپیہ انگریزوں کو تفویض کر دیا۔ اور انگریزوں نے اُن کو اپنا دوست بنا لیا۔ تب جنرل اسمتھ نے حسب تحریک نواب نظام علی خاں ملک بالاکھاٹ مقبوضہ نواب حیدر علی خاں کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اور اپنی فوج باقاعدہ و فتیاب کو جمع کر کے نواب محمد علی خاں واسطے کرناٹک کو بھی مع اُسکی فوج کے ساتھ لیا۔

نواب حیدر علی خاں نے بھی فراہمی لشکر کی تیاریاں شروع کیں۔ اور ایک لشکر جتار اپنے زیرِ کمان رکھ کر اور کئی لشکر مرتب کئے۔ ایک لشکر ٹیپو سلطان کے ماتحت رکھا۔ دوسرا ہدایت جنگ بخشی کے سپرد ہوا تیسرا اور چوتھا میر علی رضا خاں اور محمد علی کمیدان کے زیرِ کمان رکھا گیا۔ اور نواب نے اپنی جمیعت سے فوج انگریزی اور اُسکی بہیرو بنگاہ پر جنگل کی اوٹ میں رہ کر تاخت شروع کی۔ کبھی دن کو اُسپر تاخت کرتا۔ کبھی رات کو شبنوں مارتا۔ اور سپاہیوں کو قتل کر کے مالِ اسباب لوٹ لے جاتا۔ اُس میں ہر کارے خبر لائے کہ انگریزی رسد اور بہت سا سامان نتھزنگر کی طرف سے ایک پلٹن انگریزی اور چار سو سوار اور دو ضرب توپ کے ساتھ انگریزی فوج کے لئے جا رہا ہے۔ اور بہت سے مویشی اُس کے ساتھ ہیں۔ نواب نے فی الفور مع سواروں کے اُس پر تاخت کر اُس جمیعت کو پریشان کر دیا اور سب سامان رسد اور مویشی کو بیجا کر جنگل میں محفوظ کر دیا۔ تب جنرل اسمتھ نے نواحِ تریپا توڑ میں مقام کر کے سامان رسد مع بدرقہ فوجی کے مدد سے اس سے منگوا یا۔ اسی عرصہ میں خبر آئی کہ فوج انگریزی نے بمبئی سے ایلغار کر کوڑیاں بندر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور قلعہ مگر پر بڑھنے والی ہے۔ اور ایک زبردست فوج راجہ ملیبار کی سازش اور شرکت سے اُس ملک کی تسخیر پر کمر بستہ ہو رہی ہے۔ تب نواب حیدر علی خاں نے شہزادہ ٹیپو سلطان کو نگر کی جانب جانے کا ارشاد کیا۔ ٹیپو سلطان

مع دو ہزار سوار اور چار ہزار سپاہ اور ایک ہزار پیادہ کرناٹکی کے فزول
 مقصود کو روانہ ہوا۔ اور بخشی ہیبت جنگ کو مع چار ہزار سوار کے
 واسطے مقابلہ اور حفاظت ملک کو ٹمباٹور اور کلیکوٹ کے روانہ کیا گیا۔
 جب شہزادہ بندر کوڑیال میں پہنچا۔ معلوم ہوا کہ سردار لشکر انگریزی
 آذوقہ اور ذخیرہ جنگ کے فراہم کرنے اور قلعہ کو مستحکم بنانے میں مصروف
 ہے۔ اور انگریزی فوج بھی کافی مقدار میں جمع ہے۔ تب ٹیمپو سلطان
 نے نواب حیدر علیاں کو عرضداشت لکھی کہ میں اپنی اس جمیعت کے
 فوج انگریزی کو شکست نہیں دے سکتا۔ اس پر نواب نے چار ہزار
 تفنگچی قادر انداز اور دو ہزار سوار منتخب و آزمودہ کار اور چودہ ضرب
 توپ ساتھ اور باقی سامان اور لشکر میر علی رضا خاں اور محمد علی کیدان
 کے سپرد کر بڑی تیز روی سے قلعہ نگر میں داخل ہوا۔ اور دو ہفتہ میں
 آٹھ ہزار بندوق چوبیس آنسو سی تیار کر کر آٹھ ہزار سپاہی نوکر رکھے
 اور وہ بندوقیں ان کو دیں تاکہ ایک بڑی نمود کا سامان ظاہر ہو۔
 اور رنگ برنگ کے پھریرے علموں اور نشانوں پر لگو کر کوڑیال بندہ
 کی طرف روانہ ہوا۔ یہ فوج جہاں جاتی۔ دور دور تک لالہ زار معلوم
 ہوتا۔ جیسے رنگ برنگ کے نشانوں کا دریا لہریں مارتا چلا جاتا
 ہے۔ اور کوڑیال بندہ میں پہنچ کر انگریزی ددموں کے سامنے اپنا
 کیمپ قائم کر دیا اور مورچے تیار ہونے لگے۔ اور نواب نے ٹیمپو
 سلطان کو انگریزی ددمہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ انگریزوں نے قلعہ

پر دور بین لگا کر دیکھا تو حیدر علی خاں کے چوبین بندوچی دوسری فوج
 کے ساتھ ملکر ہیت کا باعث ہوئے۔ اور انہوں نے خیال کیا۔ کہ
 حیدر علی خود اس عزم سے آیا۔ اور ہمارے مورچوں کے سامنے
 کیمپ لگایا اور اپنے بیٹے کو آگے بڑھایا ہے تو یہ جسارت بغیر استحکام
 خاص کے نہیں ہے۔ اس عاتلانہ خیال سے باہر کے سب عہدہ دار
 انگریز قلعہ کے اندر چلے جانے کو آمادہ ہوئے۔ انگریزی فوج کے
 دو سپاہیوں نے اس راز سے شیو سلطان کو آگاہ کیا۔ شیو سلطان نے
 اُن کو انعام کا متوقع کر لشکر میں رکھا۔ اور خود سواروں کا رسالہ لیکر
 قبل داخل ہونے اُن کے قلعہ میں جا داخل ہوا۔ اور جو لوگ وہاں
 تھے اُن کا قتل شروع کر دیا۔ جب نواب نے بیٹے کی اس جسارت
 کا حال سُنا فی الفور مع سواروں کے گولیاں مارتا اور تیر برساتا قلعہ
 میں داخل ہوا۔ اور تو پچانہ نے ددموں پر آگ برسانا شروع کی۔
 سپہ سالار فوج انگریزی یہ حال دیکھ کر سب بیرون قلعہ کے انگریزوں
 کو لیکر ساحل کی طرف روانہ ہو کر جہاز پر سوار ہو گیا۔ جو اسی احتیاط
 کے لئے پہلے سے تیار تھا۔ وہ جہاز سب انگریزوں کو لیکر بستی کو چلتا
 ہوا۔ اور نواب نے قلعہ پر قبضہ کر کے سوارو پیادہ کی مقتول فوج اپنے
 ایک سردار کی ماتحتی میں قلعہ کی حفاظت کو متعین کی اور ڈیڑھ مہینے
 میں یہ نمایاں کامیابی حاصل کر کے مع فرزند ارجمند واپس آکر سواد
 بنگلور میں خیمہ زن ہوا۔ اس درمیان میں جنرل آسمتھ اور دوسرے

افسران انگریزی کو اپنی پیش قدمی کے لئے کافی موقع مل گیا تھا اسلئے انہوں نے اس وقت سے فائدہ اٹھایا۔ اور قلعہ جاٹ و انہماڑی تڑپا توڑ۔ لنگن گڑھ۔ چکدیو۔ دھرم پوری۔ ہوزو باسنی۔ مورڈا کر۔ کوتلار۔ ہکوٹہ کو فتح کر ڈالا۔ اور عبدالرشید خاں دیوان نواب محمد علی کو انتظام بارہ محال کے لئے مامور کیا۔ اور خود نواب محمد علی خاں نے کوتلار میں بیٹھ کر انتظامی کام شروع کئے۔ اور مرار راؤ حاکم گنی کو اپنے پاس بلالیا۔ تاکہ وہ ہر طرح کے امور انتظامی میں اُن کی مدد کرے۔ اس عرصہ میں نواب حیدر علی خاں بہادر بنگلور سے روانہ ہو کر اُس لشکر سے جا ملا جو میر علی رضا خاں وغیرہ کے ماتحت چھوڑ گیا تھا۔

لے نواب محمد علی خاں کا یہ ایک کینہ خیال تھا کہ اُس نے کوتلار سکن آبائی حیدر علی خاں میں بیٹھ کر بے حقیقت مرار راؤ کے ہاتھوں نواب حیدر علی خاں کے مقبوضات مفتوحہ کا انتظام شروع کیا تاکہ حیدر علی خاں پر اسکا اثر پڑے اور وہ اپنے حریفوں کے ہاتھ میں یہ انتظام دیکھ کر مایوسانہ متاثر ہو۔ لیکن نواب حیدر علی خاں پر یہ باتیں اثر کرنے والی ہی نہ تھیں وہ ایسے پھمورے خیالات سے متاثر ہونے والا آدمی نہ تھا۔ اُس اس بات سے وہ ضرور متاثر و متاسف ہوا ہو گا کہ نواب محمد علی خاں نے مسلمان ہو کر اور اُس سے دوستی کا ہتھ پیمان کر کے کیسا دھوکا دیا اور وہ آج انگریزوں کی دوستی پر کیسا اترا رہا ہے۔ اور مرار راؤ کو اپنا معین بنا کر کیسے غیر متوقع خیال میں مصروف ہے۔ وہ اپنی راسے میں بھی کمزور پایا جاتا ہے۔ جو حیدر علی خاں کے زور و جبروت اور عزم و رزم اور پیش و پیش کا صحیح اندازہ نہ کر سکا۔

اور جنرل اسمتھ نے سواد نرسی پور میں کیمپ قائم کیا۔ اس کے بازو پر
 مرار راؤ اپنی فوج کے ساتھ خیرہ زن ہوا۔ ایک شب کونواب نے
 اچانک مرار راؤ کے لشکر پر شیخون مارا۔ اور بہتوں کو قتل کر کے تمام
 لشکر کو بدحواس کر دیا۔ مرار راؤ بھی زخمی ہوا۔ اس رستخیز میں کچھ
 آدمی لشکر انگریزی کے اور بہت سے سوار نواب محمد علی خاں کے بھی مارے
 گئے۔ اور نواب کے سپاہی بہت سامان و اسباب لوٹ کر نواب کے
 ہمراہ اپنے مقام پر واپس آئے اور مرار راؤ اپنے زخموں کی موم
 پٹی کے بہانہ سے چلتا ہوا۔ اور نواب حیدر علی خاں کچھ روز دم لینے اور
 اپنی سپاہ کو آرام دینے کے لئے سات گزہ میں جا بیٹھے اور اپنے
 نایب کو بھی بارامحال سے اپنے پاس بولالیا۔ یہاں خبر پائی کہ لشکر
 انگریزی نے ڈنڈیگل۔ کونجیاٹور۔ بالاگھاٹ۔ داہڑوڈ۔ دھاراپور
 پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اب اُس کا ارادہ بعد پہنچنے رسد اور سامان
 حرب کے جو قلعہ کڑوڑ میں جمع ہے۔ کھل ہٹی کے معبر سے اتر کر میسور
 پر تاخت کرنے کا ہے۔ اس خبر کو سُننے ہی نواب نے اپنا تمام لشکر
 شاہزادہ ٹیپو سلطان کے سپرد کیا اور خود دس ہزار سوار و پیادہ اور
 پندرہ ضرب توپ لیکر دھرم پوری پر تاخت کی اور توپوں کے گولیاں
 سے قلعہ کی دیوار توڑ ڈالی۔ قلعہ کے سپاہی دو پہر تک دادر و اگلی پتے
 رہے۔ لیکن جب دیوار ٹوٹ گئی۔ تو قلعہ سے نکل بھاگے اور نواب نے
 اُس پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں انگریزی رسد کے چار ہزار میل لوٹ

لئے۔ اور جو سوار و سپاہی اُن کے ساتھ تھے۔ اُن میں سے بہتوں کو
توپ کے پھترے اور بند وقوں کی گولیوں سے ہلاک کیا۔ اور فی الفور
ہڑوڑ کی طرف کوچ کر دیا۔ آگے برہمہ گرا ایک انگریزی فوج سے ڈبھڑکی
جو چھ سو سپاہی اور دو سو سوار اور چار ضرب توپ پر مشتمل تھی۔ اُس کو
توپوں کے گرا ب سے مبتلا سے آفت کیا۔ آخر کو کرناٹکی پیادوں نے پتہ
مانگی تو اُن سے ہمتیار لیکر اُن کو رخصت کر دیا گیا۔ لیکن دو سو سپاہی
ولایتی قتل کر دئے گئے۔ اسی رستہ میں نو دس برس کے دو لڑکے سفید
رنگ اسیر ہوئے۔ نواب نے اُن کی بڑی خاطر کی اور بڑے آرام سے
رکھ کر اُن کو چھوڑ دیا۔ اور چلتے وقت کچھ اشرفیاں دیکر اُن سے کہا کہ
تم کپتان فوج انگریزی کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ تمہاری سب
رسد لوٹ لی گئی۔ اور تمہارے بہت سے سوار و سپاہی کام آئے او
دو سو ولایتی سپاہی قتل کر دئے گئے۔ اب اپنی خیر چاہتے ہو تو میرے
پاس آکر صلح کے طالب ہو۔ ورنہ صبح ہوتے ہی آفت برپا ہوگی۔ اور
تمہارے آنے سے تم کو کچھ گزند نہ پہنچے گا۔ جب لڑکوں نے کپتان سے
یہ پیغام کہا اور تمام سرگذشت بیان کی تو وہ بالکی پر سوار ہو کر مع مختار
مردقہ کے نواب کے کیمپ میں چلا آیا۔ نواب نے اُس کی بڑی عزت
کی۔ اور علیحدہ خیمہ میں اُس کو ٹھہرایا گیا۔ بعد آرام پانے کے یہ پیغام
دیا گیا کہ قلعہ کڑوڑ مجھ کو دیدیا جاوے۔ اس کے قبول کرینے میں کپتان
کو بہت کچھ ہیں ویش ہو اور کٹی طرح کی باتیں بنائیں۔ لیکن کوئی بات

منظور ہوئی۔ آخر کار جب کپتان نے دیکھا کہ ہماری رسد لوٹ لی گئی اور
تازہ رسد پہنچنے کا سامان نہیں۔ اور ہم پنجہ اجل میں اسیر ہیں تو قلعہ دار
کے نام چٹھی لکھ کر نواب کے معتمد کو حوالہ کی وہ قلعہ دار کے پاس لے
گیا۔ اور پانچ ہزار سپاہ اور چار ضرب توپ ساتھ لیتا گیا۔ قلعہ دار نے وہ
چٹھی دیکھ کر اور یہ حال مشاہدہ کر کے قلعہ مع تمام سامان کے نواب کے
معتمد کو سپرد کر دیا اور خود باہر نکل آیا۔ پھر نواب نے بعد انتظام قلعہ
انگریز قیدیوں کو جو ان مواقع پر اسیر ہوئے تھے۔ جا بجا دوسرے قلعوں
پر روانہ کر دیا۔ اور خود مع لشکر ہمراہی روانہ ہوا اپنے شہزادہ سے آملا۔
زاں بعد دو تین روز میں سب سامان درست کر جنرل اسمتھ کے مقابلہ
کو روانہ ہوا +

جنرل اسمتھ سوا دقصبہ کولار میں خیمہ زن تھے۔ اور دو پلٹنیں اور
چار سو گوریے ہسکوٹھ سے رسد لانے کو بھیجے گئے تھے۔ نواب نے یہ خبر
پاتے ہی محمد علی کیدان کو مع چار ہزار سپاہی اور چند ضرب توپ کے قلعہ
ہسکوٹھ کی تسخیر کو روانہ کیا۔ اور خود اپنے سواروں کی جمیعت لیکر اُس جگہ
پر جاگرا۔ جو رسد لے ہسکوٹھ سے آتی تھی۔ اور گولیوں کی بارش سے

سے عقل قبول نہیں کرتی کہ کپتان فوق انگریزی صرف دو ہزار کون کے کہنے سے
نواب کے کیمپ میں چلا آیا ہو۔ مکن کہ نواب نے اپنا کوئی معتمد ان ہزاروں کے
ساتھ بھیجا ہو اور اُس نے کپتان کو کیمپ کے آنے پر ابھارا۔ اور جان کی امان
کا اطمینان دلایا ہو +

اُس کو تیرہ کر سب سامان چھین لیا۔ اُدھر محمد علی کیدان نے ہسٹور کا قلعہ فتح کر لیا۔ اور بہت لوگ اسیر کر ڈالے۔ زراں بعد مناسب تعداد کے سپاہی مع ایک افسر کے وہاں چھوڑ کر اسیران قلعہ کو نواب کے حضور میں حاضر لایا۔ پھر دوسرے قلعہ پر متوجہ ہوا جو انگریزوں کا خاص مامن تھا۔ اُس قلعہ پر گولہ باری کرنا شروع کی۔ آخر کو انگریز لوگ گھبرا کر باہر نکلے اور بڑی بہادری اور باقاعدہ صف بندی سے ہندو قوتوں کی بارٹھیں مارتے۔ جنرل اسمتھ کے لشکر سے جا ملے۔ اُدھر نواب حیدر علی خاں نے قلعہ ہسکوٹ کا محاصرہ کیا۔ جس سے انگریزوں کو بڑی مدد ملتی تھی۔ اور وہ اُن کا پشت و پناہ بن رہا تھا۔ میجر ٹون نے اپنا باقاعدہ فوج سے سخت مقابلہ کیا۔ اور ہرجوں پر توپیں لگا دیں۔ جن سے نواب کے لشکر پر گولہ باری ہوتی تھی۔ اور دیوار کی جھانکیوں سے قلعہ نشین سپاہی ہندو تیں مارتے تھے۔ باایں ہمہ نواب نے اُن کو سخت تنگ کر رکھا تھا۔ جب جنرل اسمتھ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ اپنی فوج کو سواد کو لار سے اٹھا کر قلعہ ہسکوٹ کی حفاظت اور قلعہ نشین لوگوں کی حمایت کو آگے بڑھا۔ نواب حیدر علی خاں نے جنرل اسمتھ کے آنے کی خبر پا کر شیو سلطان اور میر علی رضا خاں کو مع فوج و توپخانہ کے آگے بڑھ کر جنرل اسمتھ کی راہ روکنے کو حکم دیا۔ اور قلعہ ہسکوٹ کو جلد فتح کر لینے کے لئے اور مناسب تدبیریں ہونے لگیں۔ صبح سے کچھ پہلے محمد علی کیدان نے قلعہ کے پیچھے ایک موقع پا کر میٹرھی لگا دی اور

کچھ فوج قلعہ میں اتار دی اور توپوں تک جا پہنچا۔ قلعہ کے باہر چاقوں
 طرف نواب کی سپاہ کا لالہ زار نظر آیا۔ تب قلعہ والوں نے امان طلب
 کی اور محمد علی کمیدان نے قلعہ کے برج سے انگریزی نشان اتار کر حیدر
 نشان قایم کر دیا۔ قلعہ والوں کی جان بخشی کی گئی۔ اور ان سب کو
 بے ہتھیار کے قلعہ سے نکال کر حیدری بند و بست قایم کیا گیا۔ پھر
 نواب مع فوج جنرل اسمتھ کی فوج سے مقابلہ کرنے کو متوجہ ہوا۔ حیدر
 کے میدان میں تو پخانہ قایم کر دیا۔ اور کچھ فوج مع چند توپوں کے
 دوسرے ایک نشیب میں پوشیدہ بٹھادی تاکہ جب جنرل اسمتھ کی
 فوج سامنے سے گزے تو گولے اور گولیوں کی بارہ سے اُسکی خبر
 لے۔ چنانچہ جب انگریزی فوج دھاں پہنچی۔ تو ایک بڑے دھاوے
 سے فٹکی ہوئی تھی۔ سوائے اس کے اُس کو اچانک جنگ ہو پڑنے
 کا خیال نہ تھا اس لئے حیدری فوج کی توپ و تفنگ سے بہت
 لوگ کام آئے۔ اس موقع پر جنرل اسمتھ نے بہت بڑی لیاقت اور
 دلیری ظاہر کی۔ اور ایک خاص طور کے قواعد جنگ سے کام لیا۔
 یعنی اپنی فوج کے کچھ حصہ کو مختلف نشیبوں میں بٹھا دیا۔ اور سامنے
 کی فوج کو زمین پر لٹا دیا۔ اس سے جو گولے گولیاں پڑتیں وہ اویکھا
 اوپر ٹکل جاتیں۔ تب وہ فوج اٹھ کر نواب کی فوج پر بارہ مارتی اور
 پھر لیٹ جاتی۔ اس طور پر کار آزاں جنرل نے شام تک لڑائی جاری
 رکھی۔ شام کو دونوں فوجیں علیحدہ ہو کر اپنے اپنے خیمہ گاہ میں واپس

آئیں۔ ابھی تک جنرل کو قلعہ ہسکوٹھ کے فتح ہو جانے کی خبر نہ تھی۔
 کو نواب نے قلعہ ہسکوٹھ کے کئی اسیروں کو چھوڑ دیا تاکہ وہ قلعہ مذکور
 کی فتح کامل سے جنرل اسمتھ کو مطلع کر دیں۔ جب یہ لوگ جنرل اسمتھ
 کے پاس پہنچے اور سب سرگزشت بیان کی۔ تو جنرل اسمتھ کو بہت افسوس
 ہوا۔ کہ اُس کے پہنچنے سے پہلے قلعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور اپنی فوج
 پھر کو لار کو واپس لے گیا۔ اور نواب نے اس مقام سے اپنا کیمپ اٹھا کر
 نرسہی کے سوا دیں قایم کیا۔ دو تین روز کے بعد نواب کو معلوم ہوا۔ کہ
 ایک ہزار سوار اور دو پلٹنوں کی حفاظت میں انگریزی رسد جنرل اسمتھ
 کے لشکر کو جا رہی ہے۔ نواب نے دور سارے مع دو توپ کے ہمراہ
 لیکر سرسین ہٹی کے گھاٹ پر اُسے جا ملا یا۔ اور اُس انگریزی بد مذقہ کو
 قتل اور مشرق کر کے وہ سب سامان چھین لیا۔ اور اپنی خیمہ گاہ میں
 لے آیا۔ جنرل اسمتھ کو اس رسد کے نکل جانے اور نواب کی بار بار
 تاخت سے اپنی بدنامی محسوس ہوئی۔ اور انگریزی فوج کی تکلیف کا
 خیال کر کے چند روز کو جنگ موقوف کرنے کی تجویز کی۔ اُدھر جنرل اسمتھ
 نے چند روز لڑائی موقوف رکھ کر انتظامی حالتوں کو درست کر لیے۔
 ارادہ کیا۔ اُدھر نواب حیدر علی خاں نے خیال کیا کہ انگریزوں نے بالا گھاٹ
 کے علاقوں میں بہت کچھ پاؤں جمائے ہیں۔ اور روز بروز پاؤں بڑھانے
 کی نیت ہے۔ اسلئے ہم بھی علاقہ جات پائین گھاٹ پر یورش کرنے
 میں کمی نہ کریں۔ جو نواب محمد علی خاں اور انگریزوں کے پاس ہے۔ تمام

سرور ان فوج اس خیال کی تائید پرستہ ہو گئے۔ تب نواب حیدر علی
 اپنی فوج سوار و پیادہ کے ساتھ اُس طرف متوجہ ہوا۔ اور علاقہ پائیں گھاٹ
 میں ایک تہلکہ برپا کر دیا۔ اور کرشن گری۔ قلعہ ترپا تود۔ وانم ہارسی۔ انہوں
 سات گڑھ۔ اُپی ایلورا۔ دھونی گڑھ کے علاقوں میں لوٹ مار کرتا اور
 اُن پر اپنا قبضہ جاتا تر نالی میں جا پہنچا۔ اور وہاں اپنا فوجی کیمپ
 قائم کیا۔ پھر شاہزادہ ٹیپو سلطان کو مع فوج مناسب کے بدر اس کو
 روانہ کیا۔ اور میر علی رضا خاں کو مع لشکر تنجا اور اورنتھرنگر پر روانہ
 کیا۔ اور غازی خاں کو چتور اور مہامیرزا کو نیلور کی جانب جانے
 کا حکم دیا۔ ہر ایک کے ساتھ جمیعت مناسب مع سامان جنگ روانہ
 کی گئی۔ ان سروروں نے اُن اطراف کے علاقوں کو اپنی لوٹ مار
 سے بالکل تاراج کر دیا۔ تب نواب محمد علی خاں کی آنکھیں کھلیں۔ اور
 اُس نے جنرل اسمتھ سے کہا کہ نواب حیدر علی خاں کی رستخیز سے
 تمام علاقہ برباد ہو گیا اور ہو رہا ہے۔ بہتر ہے کہ اُس سے صلح کی جائے
 جنرل اسمتھ نے جواب دیا کہ میں صرف تمہاری وجہ سے اُس سے
 لڑتا ہوں ورنہ مجھ کو کوئی ضرورت نہیں اور نہ میرے خلاف اُس کے
 کوئی کام ظہور میں آیا ہے جس کا اُس سے بدلہ لیا جائے۔ جب
 جنرل اسمتھ نے یہ جواب دیا تو نواب محمد علی خاں نے حیدر علی خاں کے
 نام ایک محبت نامہ تیار کیا۔ اُس میں لکھا کہ آپ کی رستخیز سے خلق
 خدا پریشان ہے۔ اور علاقے بے چراغ ہو رہے ہیں۔ اس لئے میں

چودہ لاکھ روپیہ مع چند تحائف دیگر کے ارسال کرتا ہوں۔ اب آپ اپنی تلوار کو میان میں کر لیں۔ یہ خط مع نقدی و تحائف نجیب خاں اور دانشمند خاں کے ہاتھ روانہ کیا گیا جو محمد علی خاں کے خاص معتمد تھے۔ جب یہ سفیر حیدر علی خاں کے پاس پہنچے اور خط دیا تو وہ پڑھ کر بہت خوش ہوا اور وہ پیشکش منظور کر لیا۔ اور ان معتمدین کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور دونوں کو خلعت و کیر رخصت کیا۔ اور اس خط کا جواب لکھ کر علی زمان خاں اور مخدوم علی خاں کو اپنا سفیر بنایا اور محمد علی خاں کے پاس بھیجا اور صلح کی کارروائی ہونے لگی۔ نواب محمد علی خاں نے علاوہ علاقہ جات منضبطہ کے کڑوڑ کا علاقہ بھی نواب حیدر علی خاں کے حق میں چھوڑ دیا۔ اور جو لوگ نواب حیدر علی خاں کے نواب محمد علی خاں کے پاس قید تھے وہ سب چھوڑ دئے گئے۔ اور جو لوگ نواب محمد علی خاں کے زیر اثر رہنے پر راضی نہ تھے۔ اُن کو نواب حیدر علی خاں نے اپنے ساتھ لے لیا۔ اور اس نتیجہ کو امداد بھیج کر مع فوج دریا موج ملک بالا گھاٹ میں داخل ہوا۔ اور وہاں کی خوف زدہ رعایا کو ہر طرح پر تسلی دی +

یون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کسٹرن میور ۱۷۶۷ء
سے ۱۷۶۹ء تک کے واقعات کی یوں توضیح فرماتے ہیں کہ حیدر علی
کارسوخ دیکھ کر نظام حیدر آباد نے انگریزوں کو چھوڑنا اور حیدر علی خاں
سے مل جانا چاہا۔ تاکہ پائیس گھاٹ کے ملکوں پر حملہ کرے۔ اس وقت

نظام، اور حیدر علی خاں کی متحدہ فوجوں میں ۴۲ ہزار سوار ۲۸ ہزار
 پیادل ۱۰۹ توپیں تھیں۔ اور انہوں نے نشیبی ملک میں اتر کر زینت
 کی فوج پر حملہ کیا۔ اور حیدر علی نے رسد پہنچنے کے راستے بند کر دئے
 مگر وہ نقصان کے ساتھ پسپا ہوا۔ اسی اٹنا میں مدراس سے کرنل
 وڈ کو حکم پہنچا۔ کہ ترچنا پٹی سے ترمالی کو چلا جائے۔ جہاں نواب
 محمد علی خاں رئیس ارکاٹ نے کافی رسد کا یقین دلایا ہے لیکن
 یہاں کچھ سامان نہ ملا۔ اور نہ یہ مقام محفوظ پایا گیا۔ تب کرنل آسمتھ
 حیدر علی سے پہلا مقابلہ کرنے کے بعد ترمالی کو روانہ ہوا۔ تاکہ
 وہاں پہنچ کر سامان حبیب فراہم کرے۔ اور وہ یہاں کرنل وڈ
 سے مل گیا۔ ان دونوں کی متحدہ فوجوں میں سوار ۱۰۲۳۔ پیادل ۵۰۰۰
 توپیں ۶ تھیں۔ اس حالت میں نظام اور حیدر علی انگریزی فوج
 پر حملہ کرنے کو آگے بڑھے اور ترمالی سے چھ میل کے فاصلہ پر خمیدہ
 ہوئے۔ یہاں حیدر علی نے ایک بڑا دمدمہ باندھا۔ ۲۶ ستمبر ۱۷۹۷ء
 کو نہایت ہی سنگین واقعہ کا آغاز ہوا۔ جس کے نتیجے میں انگریزوں
 کو فتح کامل حاصل ہوئی۔ اور نظام اور حیدر علی کے بارہ سو آدمی
 کام آئے۔ اور ۳۷ توپیں انگریزی فوج نے چھین لیں۔ لیکن
 انگریزوں کا بھی بہت نقصان ہوا۔ زراں بعد حیدر علی نے تروپاٹر
 اور وینم بادی کو پھر فتح کر لیا۔ اور بارہ محال میں قلعہ امبر کو مستحکم
 محاصرہ میں لایا۔ لیکن کپتان کال ورٹ نے بہادری سے اُسکی

حفاظت کی اور یہاں تک اُس کو بچا سے رکھا کہ اسمتھ کی ماتحتی میں ویلور سے مدد آ پہنچی۔ اور انگریزوں نے پروتیم بادی میں حیدر علی پر حملہ کیا۔ حیدر علی نے اُس کو خالی کر دیا۔ اور نہایت دلیری سے ایک بڑی جماعت پر جا پڑا جو سامان حرب اور رسد لئے ہوئے انگریزی فوج کی شرکت کو آرہی تھی۔ یہ حملہ سنگار مٹپا میں واقع ہوا۔ اس میں حیدر علی کے چند افسر کام آئے اور اُسکا گھوڑا اُسکی ران کے نیچے مارا گیا۔ لیکن وہ بال بال بچ گیا۔ اس سے متاثر ہو کر اُس نے زیادہ پھیڑ موقوف کر دی۔ اور اُس کے رفیق نظام نے بھی اُسکی دوستی میں خطرہ دیکھ کر انگریزوں سے خط و کتابت شروع کر دی۔ اور اُس کو چھوڑ کر شمال کی جانب چل دیا۔ تب حیدر علی نے اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کو مع فوج و توپخانہ کے آگے بڑھایا۔ وہ کوہستان میں جا کر اپنے مقبوضات کی حفاظت کرتا رہا۔ اس عرصہ میں نیر (نایر) لوگوں نے ملیبار میں مقصدہ برپا کیا۔ اور سمبٹی سے انگریزوں کی مدد حاصل کی جنہوں نے منگلور لے لینے کو ایک علیحدہ فوج اور بھی روانہ کی تھی۔ اس وقت حیدر علی نے منگلور اپنے وفادار نایب فضل اللہ خاں کی حفاظت میں چھوڑا اور خود تیردھا دے کرتا ہوا ملیبار پہنچا اور اپنی فوج کے ساتھ منگلور کے سامنے نمودار ہوا اور اُسے باسانی اپنے قبضہ میں کر لیا۔ قلعہ کی فوج نے بلا شراہ اپنے تئیں حیدر علی

کے سپرد کر دیا اور اپنی توپیں خزانہ اور سامان کے ذخیرے سب فاتح کے حوالہ کر دئے۔ اس کے بعد حیدر علی پھر اپنے مقام پر واپس آیا۔ اور راستہ میں بدلتور کو دیکھتا آیا جس کے زمینداروں نے انگریزوں کو سامان رسد بھیجا تھا اُس کی پاداش میں اُن کے بہت بڑا جرمانہ وصول کیا۔

جب حیدر علی مشرقی سرحد سے ہٹ گیا تو مدراس کی گورنمنٹ نے اُن سب مقامات کو جو حیدر علی نے بارہ محال میں فتح کئے تھے۔ اور اُن کے علاوہ ”دندی گل“ تک ملک فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے ایک فوج کرنل وڈ کی ماتحتی میں روانہ کی۔ کرنل وڈ کی فوج کے سامنے کسی قلعہ کی فوج نہ ٹھہری اور وہ اس مہم کا ایک جزو پورا کر کے کرنل آسمتھ کی فوج سے مل جانے کو روانہ ہوا۔ کرنل آسمتھ نے کرشنا گری کے قلعہ پر حملہ کر کے جس کی فوج نے کرنل کی اطاعت قبول کر لی میسور کے سطح مرتفع پر یورش کی۔ اسی اثناء میں کرنل آسمتھ کے نام حکم آیا کہ مفتوحہ اضلاع کی مالگزار می محمد علیاں نواب ارکاٹ کی رضا مندی سے چوں کی جائے۔ محمد علی اس موقع پر وہ تمام ملک جو حیدر علی سے چھینا گیا۔ اپنے قبضہ میں لانا چاہتا تھا۔

حیدر علی نے بڑی کوشش کی کہ کرنل وڈ کی فوج کرنل آسمتھ کی فوج سے نہ پائے۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ ہوا اور جب دونو

کر نلوں کی فوجیں مل گئیں تو حیدر علی گرم کنڈا کو فرار ہو گیا اور
وہاں اپنے بہنوئی علی رضا خاں کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ
اپنی قواعد ان فوج کے ساتھ اُس کے جھنڈے کا شریک ہو جائے
اب اس طرح قوی ہو کر حیدر علی کو لار کی جانب واپس آیا۔ لیکن
اب اس کو یہ خوف پیدا ہوا کہ انگریزی فوج بنگلور کا محاصرہ کر لے گی
اس خوف سے اُس نے صلح کا پیغام بھیجا۔ اور انگریزوں کو
بارہ محال اور دس لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن اُس نے
محمد علی کو کوئی قطعہ ملک دینا نہ چاہا۔ کیونکہ محمد علی سے اُس کو بلا کی
نفرت ہو گئی تھی۔ حیدر علی کو دبتا ہوا دیکھ کر گورنمنٹ مدراس نے
بڑے بڑے دعاوی پیش کر دیئے۔ ایک تو اپنے لئے اُس کے ملک
کا ایک بڑا حصہ طلب کیا۔ دوسرے نظام کو بھی خراج دلانا چاہا۔
اس لئے اس وقت کے نامہ و پیغام کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور از سر نو
جنگ کی تیاریاں پھر شروع ہوئیں۔

مول یا گل مع مقامات دیگر کرنل اسمتھ کے قبضہ میں تھا۔ مگر
کرنل اس وقت غیر جانہ تھا۔ اس لئے مدراس کے دکنائے
صلح نے چاہا کہ اس مقام کی انگریزی فوج ہٹا کر محمد علی کی فوج
کا ایک حصہ یہاں متعین کر دیں۔ لیکن حیدر علی نے گرم کنڈا سے
واپس آ کر یہاں کی فوج کے کمانیر کو توڑ لیا اور قلعہ پر قابض
ہو گیا۔ اُس کے چھیننے کو کرنل ووڈ فور آر وائے ہوا۔ لیکن اُس کو

خبر نہ تھی کہ حیدر علی کی فوج قریب ہی موجود ہے۔ دوسرے روز حیدر علی اُس پر آٹوٹا۔ حیدر علی کے عقب میں پیدل فوج بہت کثرت سے تھی۔ بڑی خونریز جنگ واقع ہوئی جس میں حیدر علی کی توپوں نے بڑی تاثیر کے ساتھ کام کیا۔ قریب تھا کہ انگریزی فوج کو شکست ہو جائے۔ لیکن اُسی وقت کپتان بروک جو حقائق سامان کے متعلق چار کمپنیوں کا افسر تھا بڑی سخت محنت کر کے ایک مخفی راستے سے دو توپیں ایک پہاڑی پر چڑھا لے گیا۔ اور حیدر علی کی فوج پر گولے برسانا شروع کیا۔ اور اسمتھ کا نام لے لے کر شور مچایا۔ حیدر علی کی فوج نے جانا کہ اسمتھ آگیا اور وہ تھوڑی دیر تک پیچھے ہٹتی رہی۔ اس مہلت میں کرنل ووڈ نے اپنی فوج کو ترتیب دے لیا۔ لیکن حیدر علی نے پھر حملہ کیا اور اپنے رسالوں سے بروک والی پہاڑی پر دھاوا کیا۔ لیکن بڑے نقصان سے بچا ہونا پڑا۔ اور طرفین کا سخت نقصان ہوا۔ کرنل اسمتھ کے پاس بڑی تیزی سے سوار دوڑاٹے گئے کہ کمک کو پہنچے لیکن اسمتھ کے آنے تک حیدر علی اور اُس کی فوج غائب ہو گئی۔

انگریزی کمانڈروں کو معلوم ہو گیا کہ اُن کی فوجیں بظہورِ فتح کرنے کے لئے بالکل ناکافی ہیں۔ اور حیدر علی باقاعدہ جنگ پر آمادہ نہ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن مدد اس کی گورنمنٹ نے جو محمد علی کی باتوں پر فضول بھروسہ رکھتی تھی۔ کرنل اسمتھ پر خفگی ظاہر کی کہ اُس نے

بنگلور کی فتح میں کیوں دیر لگائی۔ اور کرنل اسمتھ کو مدراس طلب کر کے اُس کی افواج کو کرنل وڈ کی ماتحتی میں چھوڑا گیا۔ اُدھر اسمتھ مدراس روانہ ہوا۔ اُدھر حیدر علی نے فوراً حضور کا محاصرہ شروع کیا۔ تب کرنل وڈ بال گور کے راستہ سے حضور کی حفاظت کو نکلا۔ حیدر علی نے خبر پا کر راستہ روکا اور کرنل وڈ کی فوج کو زک پہنچا کر بھاری توپوں اور سامان پر قبضہ کر لیا اور پھر وہ سامان بنگلور کو بھیج دیا۔ اب پیچھے ہٹنے پر کرنل وڈ کو معلوم ہوا کہ حیدر علی کی فوج نے اُسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور بدقسمتی سے اس موقع پر فوج کو بہت ہی آفتاک بربادی میں مبتلا ہونا پڑا۔ آخر کو میجر فز جیرلڈ جو دین کا ناگری میں متعین تھا کرنل وڈ کی مدد کو چھپٹا اور پیچھے سے آکر اُس کی فوج کو تمام و کمال برباد ہونے سے بچا لیا۔ اس بد قسمت جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ کرنل وڈ بھی واپس طلب کر لیا گیا۔ اور کرنل لینگ اُسکی جگہ بھیجا گیا۔ جس زمانہ میں بنگلور فتح کرنے کی بیکار کوششیں ہو رہی تھیں۔ حیدر علی نے اپنے نائب فضل اللہ خاں کو نئی فوجیں بھرتی کرنے کے لئے سرینگ پٹن کو بھیجا تھا۔ جب وہ تیاریاں پوری ہو چکیں۔ تو حیدر علی نے نومبر ۱۷۶۷ء میں فضل اللہ کو ایک بڑی زبردست فوج اور توپخانہ کے ساتھ انگریزوں سے انتقام لینے کے لئے درہ گجل ہٹی کی طرف آگے بڑھایا۔ جو اس وقت انگریزوں کے قبضہ میں تھا فضل اللہ

نے جاتے ہی اُس پر قبضہ کر لیا۔ اور اُس نے آسانی سے درہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے پیچھے خود حیدر علی خاں ایک فوج جہاز اور توپخانہ لیکر روانہ ہوا۔ اور ضلع کوئٹہ میں داخل ہو کر کوئٹہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ایروڈ کی جانب بڑھا۔ اُدھر جاتے ہوئے کپتان نکسن سے مقابلہ ہو گیا اور اس کو فاش ہزیمت ہوئی۔ اس کی فوج میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو یا تو مارا نہ گیا ہو یا زخمی نہ ہوا ہو۔ آخر کو حیدر علی نے ایروڈ فتح کر لیا۔ انگریز اسر جو دینم باڈی کا کمانیر دوم تھا۔ اُس نے پچھلے سال حیدر علی سے یہ قول کر لیا تھا کہ اُس کے خلاف جنگ میں کام نہ کرے گا۔ لیکن اب جو کمانیر پایا گیا۔ توحید رحلی نے دینم بادی کی تمام فوج کو مع کاویری پورم کی فوج کے گرفتار کر کے سرننگاپٹم کے محبس میں گھل گھل کر مرنے کو روانہ کر دیا۔ پھر حیدر علی نے گھاٹوں کے جنوب میں وہ تمام اضلاع فتح کر ڈالے جو انگریزوں نے اُس سے چھین لئے تھے۔ اور اب وہ مشرق میں مدراس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس فوج کشی پر مدراس کی گورنمنٹ بہت سراسیمہ اور پریشان ہوئی اور کپتان بروک کو صلح کے کام پر مامور کر کے صلح کا پیام دیے کو بھیجا۔ اس ملاقات میں حیدر علی نے صلح پر رضامندی ظاہر کی لیکن اُس نے ارکاٹ کے دغا باز نواب محمد علی کو کسی قسم کی رعایت دینے سے انکار کیا۔ اس پر صلح ملتوی ہو گئی۔ لیکن نواب حیدر علی خاں نے

اپنے نڈر عزم و ہمت سے جس کے لئے وہ ممتاز تھا اب وہ تدبیر
 کہیں کہ مدراس کی گورنمنٹ خوف سے کانپ جائے۔ یعنی اُس نے
 اپنی فوج کے اصلی حصہ کو اہتور درہ سے ہو کر مغرب کی جانب
 کوہ کرنے کا حکم دیا اور چھ ہزار چیدہ سوار اور تھوڑے پیدل
 لیکروہ خود روانہ ہوا اور ساڑھے تین دن میں ۳۰ میل کا دھاوا
 کر کے کوہ سینٹ طامس پر مدراس سے پانچ میل پر جا پہنچا۔
 اب کیا تھا۔ نے الفور مسٹر ڈیو پھیری اُس سے صلح کی گفتگو کرنے
 کے لئے متعین ہوا۔ حیدر علی نے پہلی یہ شرط چاہی کہ آئندہ فریقین
 ایک دوسرے کے مواقع جنگ دشمن پر مددگار ہوں۔ گورنمنٹ
 مدراس نے اس شرط کو منظور تو کر لیا۔ لیکن ضرورت کے وقت گورنمنٹ
 نے حیدر علی کی مدد نہ کی۔ ۲۹۔ مارچ ۱۷۶۹ء کو یہ جملہ برخاست ہوا
 اور فریقین نے اپنے اپنے مقبوضہ مقامات جو دوران جنگ میں انہوں
 نے فتح کئے تھے اور اپنے اپنے قیدی ایک دوسرے کو واپس کر دیے
 ان مقامات میں ایک مقام کڑوہ بھی تھا اور میسور کا اُس پر پڑانا
 قبضہ تھا۔ اور یہ مقام اس وقت محمد علی کے قبضہ میں تھا۔ وہ بھی
 حیدر علی کو دیدیا گیا۔ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ اپنی نقل و حرکت
 سے جو اس صلح سے قبل عمل میں آئی میسور کے سردار حیدر علی نے
 اپنی سلیقہ شکاری اور مادر زاد مدبر کی ذکاوت کے اعلیٰ صفات
 کا اظہار نہیں کیا۔ برخلاف اس کے مدراس کی گورنمنٹ نے

کم نہی اور اپنے بودے پن کا ثبوت دیا اور نادانی سے دغا باز
محمد علی پر بھروسہ کیا۔ مگر حیدر علی نے ایسا نہ کیا بلکہ اُس نے محمد علی
کی فریب دہی کا پورا اندازہ کر لیا تھا +

کڑپہ کرنول - بلاری پر شکرتی

وقایع ۱۱۸۵ ھ ہجری

جب نواب حیدر علی خاں انگریزوں کے ساتھ جنگ میں مصروف
تھے تو نواب عبدالحکیم خاں حاکم کڑپہ اور نواب منور خاں حاکم کرنول
اور راجہ بلاری نے نواب کے علاقوں کو لوٹا اور راجا کو تنگ کیا تھا۔
اُس کا انتقام لینا ضرور تھا۔ اس لئے جب انگریزوں سے مصالحت
ہو گئی۔ تو نواب حیدر علی خاں چھ ہزار سوار و پیادہ مع توپخانہ کے لیکر
شکار کھیلنے ہوئے سوا کڑپہ میں داخل ہوئے۔ اور سواروں کو دیہات
کی ٹوٹ کا حکم دیا۔ حاکم کڑپہ نے یہ حال دیکھ کر ایک سفیر مع پانچ
لاکھ روپیہ نقد اور دو ہاتھی اور چار گھوڑوں کے نواب کے حضور میں
روانہ کیا اور عفو قصور کی درخواست کی۔ نواب نے پیشکش منظور
کر کے قصور معاف کر دیا +

لے نشان حیدر علی میں ان واقعات کا مشہد ہجری میں واقع ہونا لکھا ہے +

پھر نواب نے سپکین ہلی کی طرف کوچ فرمایا۔ یہاں میر غلام علی قلعہ دار نے نواب پر گولہ چلایا۔ اُس پر نواب کی فوج نے قلعہ کے اُس پاس کے کئی دیہات کو تاراج کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر میر غلام علی نے ایک وکیل کے ذریعہ سے دو لاکھ ہون اور پچاس ہزار روپے بابت جرمانہ اُس حرکت بیجا کے نواب کے حضور میں ارسال کئے اور اپنے تصور پر ندامت کا اظہار کیا۔ اس پر نواب نے وہ جرمانہ قبول کر کے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اور کرنول کو روانہ ہو گیا۔ وہاں کے حاکم نے بھی سب سے بہتر ذریعہ رستگاری کا پیشکش اور معذرت کو سمجھ کر دو لاکھ روپے حضور میں ارسال کئے۔ اور انتقام گذشتہ سے امان پائی۔ زراں بعد نواب حیدر علی خاں منافق مرار راؤ کے علاقہ سے ہوتے ہوئے کرنول پہنچے۔ نواب کرنول پہلے اپنی فوج لے کر مقابلہ کو سامنے آیا۔ کیونکہ مسکین شاہ درویش نے اُس سے کہا تھا کہ ہم تیرے ساتھ ہیں تجھ کو شکست نہ ہوگی۔ لیکن جب مسکین شاہ نے نواب حیدر علی خاں کے جبروت و جلال کو دیکھا۔ تو نواب کرنول کو صلح کر لینے کی ہدایت کی۔ نواب منظور خاں حاکم کرنول نے پچاس لاکھ روپے نقد مع تقایس گراں بہا نواب کے حضور میں روانہ کئے۔ نواب نے قبول فرما کر اُس کو انتقام سے معاف کیا۔ اور دوسرے روز وہاں سے کوچ کر بنی کنڈہ اور پنڈی کنڈہ کی راہ سے سوا دہلاری میں داخل ہوا اور فوج کو قلعہ دہلاری پر گولے برسانے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ گولہ انداز

نے بڑے بڑے پتھر غباروں میں بھر کر غباروں کو قلعہ کی طرف چھوڑا۔ یہ پتھر باروت کے زور سے ہوا میں اُڑ کر قلعہ میں گرے جس سے حمہ سرائے کے لوگ زخمی ہوئے اور عورتوں میں ایک کھرام پڑ گیا۔ اور سب عورتوں نے راجہ کو گھیر کر فریاد کی کہ جو کچھ تیرے پاس ہے نواب کو دیکر غصہ قصور کی درخواست کر۔ اس پر راجہ نے منظر ہو کر ایک وکیل مع قطعہ عریضہ اور دو لاکھ روپے نقد کے نواب کے حضور میں بھیج کر امان طلب کی۔ نواب نے اُس کی پیشکش کو قبول فرما کر انتقام سے درگزر کی +

یہیں نواب کو معلوم ہوا۔ کہ تانیا مرہٹہ ناظم مرچ بہ سبب اغوا گونبد ^{راؤ} اور امرت راؤ کے نواح دھارواڑ اور بادامی میں جو دولت خداداد نواب سے متعلق ہیں۔ لوٹ مار کر رہا ہے۔ نواب فی الفور تنگ بھدراندی کو عبور کر کے ایلغار کے طور پر قریب بنکا پور کے جانکلا۔ سردار مرہٹہ وہ نواح چھوڑ کر اپنے مستقر کو چلا گیا۔ تب نواب نے سوادشا نور میں قیام فرمایا۔ نواب عبدالحکیم خاں جو کئی بار زک پاچکا تھا۔ اس مرتبہ خاص نیا زمینی سے پیش آیا۔ اور ایک لاکھ ۳۵ ہزار روپیہ خرچ یکروزہ لشکر ظفر پیکر اندازہ کر کے حاضر کیا۔ جو نواب نے خوشی سے قبول فرمایا۔ پھر سرہٹی۔ ڈاٹل۔ کپل کے راجوں سے پیشکش لیتا ہوا بیجا نگر عرف اناگندی کے سوادیش خیمہ زن ہوا۔ اور راجہ متراج کو جو وہاں کا حاکم تھا طلب فرمایا۔ یہ راجہ قوم سے چھتری تھا اور دستور کے موافق کسی کو سلام نہ کرتا تھا۔ اس لئے اپنے بیٹے کو ایک لاکھ ہون دیکر نواب کے حضور میں بھیجا اور اپنے حاضر

ہونے سے معافی کا خواستگار ہوا۔ نواب نے اس کی درخواست منظور فرمائی۔ اناگندی کے سواد سے اٹھ کر بوکا پتن کی راہ سے سواد لاکل واڑی میں نزول اجلال فرمایا۔ یہاں کا راجہ سفاہت اور حماقت میں ضرب الثقل ہو رہا تھا۔ اُس کو تفریح خاطر کے لئے حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔

یہ راجا فیون کا غیر معمولی حریص و شائق تھا۔ اپنے ملک کے تمام محاصل کی فیون لے لیتا تھا۔ کوٹھے کے کوٹھے فیون سے بھرے ہوتے تھے۔ کبھی گھر سے باہر نہ نکلتا تھا۔ ہر دم فیون کا خواہاں اور اسکی پینک میں غرق رہتا تھا۔ اس کے محل کی پشت پر ایک تالاب وسیع اور تالاب کے اُس طرف ایک پہاڑ واقع تھا۔ جب وہ بتقریب سیر اپنے کوٹھے کی چھت پر بیٹھا اور اُس تالاب اور پہاڑ کا نظارہ کرتا تو اپنے دربار والوں سے کہتا کہ کاشش یہ پہاڑ فیون ہو جائے اور اس تالاب میں گھول کر کسو بنا بنایا جائے اور لوگ چاروں طرف

سے ایام سابق میں تہائی ماہک کرنا ملک اور ملیبار کنارہ رود کر شناسک بیجا نگر عرف اناگندی کے راجوں کے پاس تھے آخر کار سلاطین قطب شاہیہ اور عادل شاہیہ اور نظام شاہیہ کی لڑائیوں میں بہت ملک اُن کے قبضہ تصرف سے نکل گیا۔ پھر اورنگ زیب کے عہد میں اور کمی ہوئی۔ نواب خلیفہ کے وقت میں چند پرگنات پر قانع ہو کر ایام حیات بسر کرتے تھے۔ اب یہ ریاست نظام حیدر آباد کے ماتحت ہے۔

بیٹھ کر نوش کریں۔ اور جب اُس کی رانی محل میں جلاتی۔ تو
 لونڈیاں باندیاں گھنٹوں مت سماجت کرتیں کہ ہمارا ج اٹھے
 رانی صاحب یاد کر رہی ہیں۔ آخر میں ہاتھ پکڑ کر زبردستی اٹھا
 لیتیں اور گرتے پڑتے کھینچے لے جاتیں۔ تب رانی کے پاس
 بیٹھ کر قدرے قلیل شیر برنج کھاتا اور اگر کبھی باغ کی سیر کو جی
 چاہتا جو اُس کے محل سے ایک تیر کے پڑ پرتا تو صبح سے چلتا او
 اُونگھتا ہوا دوپہر تک باغ میں پہنچتا۔ اور اگر آنکھ کھل جاتی تو
 خادموں سے دریافت کرتا کہ ہم کو محل سے نکلے ہوئے کتنے روز
 ہوئے ہیں۔ دیکھئے اب کب تک گھر پہنچنا ہو۔ لوگ کہتے کہ آپ جلد
 قدم اٹھائیں تو گھر پہنچنا چند قدم سے زیادہ نہیں۔ یہ سن کر ہنستا او
 کہتا کہ جلد چلنا جانوروں کا کام ہے +

الغرض جب نواب کے سلام کو حاضر ہوا تو نواب نے اُس کی عجیب ہیئت دیکھ کر
 اور دنیا سے گیا گذرا سمجھ کر اُس کی بڑی خاطر کی۔ اور پوچھا کہ آپ کے
 علاقہ کا کیا حال اور خزانہ کی کیا حقیقت ہے اور آپ مجھے کیا نذر دینگے
 کہنے لگا کہ آپ کے اقبال سے کئی سو من افیون بھری پڑی ہے۔ اور
 دودھ پینے کے لئے کئی سو گائیں موجود ہیں۔ اور میری رانی آپ کی
 کنیز ہے۔ وہ ننگی نہیں۔ کچھ زیور بھی اس کے پاس ہے۔ جو حکم ہو
 حاضر کیا جاوے۔ نواب یہ باتیں سُکر ہنس پڑا۔ اور اُس راجہ کے
 افیون کے خرچ کو ایک گاؤں سیر حاصل علیحدہ کر کے باقی علاقہ پر

دیانت دار عملہ اور ناظم مقرر کر دیا۔ تاکہ وہ سب کا سب افیون کے نام سے برباد نہ ہو۔ اور اس کی رانی کو منتظم کر دیا۔ پھر پوری کامیابی سے بفتح و فیروزی خنداں خنداں سریرنگ پٹن کو واپس آیا۔

شہزادہ ٹیپو سلطان کی شادی مع

شادی ہائے دیگر

واقعہ ۱۸۵۷ء ہجری

جب نواب حیدر علی خاں نے بعض لڑائیوں سے فرصت پا کر برائے چندے سریرنگ پٹن میں آرام کرنا چاہا۔ تو انہیں دنوں میں شہزادہ والاتبار اور خاندان کی دوسری شادیوں سے فرصت پانا مناسب جانا۔ اور ٹیپو سلطان کے لئے امام صاحب بخش نایطہ مرحوم کی لڑکی تجویز کی جس کے باپ کو اسی غرض کے لئے آرکاٹ سے لایا تھا لیکن خواتین محض نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ کیونکہ وہ خاندان کی لڑکی نہ تھی۔ بلکہ انہوں نے رقیۃ بانو صبیتہ میاں لالہ شہید چرکولی کو جو برہان الدین سپہ سالار کی ایک حقیقی بہن تھی واسطے مناکحت شہزادہ ٹیپو سلطان کے تجویز کیا۔ نواب کو اپنی رائے سے ہٹنا پسند نہ آیا۔

آخر کار یہ تجویز ٹھہری کہ ایک شب میں دونوں لڑکیوں کے ساتھ ٹیپو سلطان کا نکاح پڑھایا جائے۔ چنانچہ نہایت شان و شوکت سے مجلس شادی ترتیب دی گئی۔ اور ایک مہینے تک تمام شہر اور لشکر میں نواب کی طرف سے سامان و عیش و دعوت مہیا کئے گئے۔ ارہاب نشاط گلی کوچے رقص و سرود پر مامور ہوئے۔ تمام شہر آراستہ کیا گیا محتاجوں اور مسکینوں کو ایک مہینے تک کھانا تقسیم ہوتا رہا۔ غرض تکلف شانہ اور اظہار فیاضی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا۔ پھر ایک شب کو تمام شہر کے گلی کوچوں میں چراغاں کیا گیا۔ اور ساعت سعید میں شہزادہ ٹیپو سلطان کو پہلے امام صاحب بخشی نایطہ مرحوم کے دروازہ پر لے گئے۔ وہاں ان کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح پڑھا گیا۔ پھر نوشہ کا ہاتھی لالہ میاں کے دروازہ پر آیا۔ یہاں ان کی صاحبزادی کے ساتھ رسم نکاح خوانی ادا ہوئی۔ اور دونوں طرف سے مبارک سلامت کی دھوم مچ گئی۔ پھر شہزادہ والا تبار کی دونوں بیگیوں کو نہایت جاہ و احتشام سے رخصت کر کر شہزادہ کی حرم سرا میں پہنچایا گیا +

زاں بعد نواب نے شہباز صاحب مرحوم کی ایک لڑکی کو تربیت علیاں نایطہ سے اور دوسری کو یسین صاحب بن یعقوب صاحب جمعدار سے بیاہ دیا۔ اور اپنی صاحبزادی کی شادی حافظ سید علی خلف شاہ صاحب دکنی کے ساتھ کر دی۔ اور چند ماہ میں ان سب شادیوں سے فارغ ہو گیا +

شکر کشی کرنا تانتیا مرہٹہ ناظم مرچ کا باتفاق دیگر اور تسخیر کرنا نواب حیدر علی خاں کا ملک بلاری کو

نواب حیدر علی خاں کی روز افزوں فتحندیوں کو دیکھ کر نواب
بھالت جنگ ناظم ادبونی۔ اور مرارہ راؤ نواب حیدر علی خاں
کے خلاف طرح طرح کی کوششیں کیا کرتے تھے کہ کسی طرح اس کو
مات دے سکیں۔ آخر کار نواب بھالت جنگ نے اپنی کم عقلی سے
مالک مفتوح حیدر علی کے تسخیر کا ارادہ کیا اور نظام حیدر آباد کو اس
مضمون کی عرضی بھی لکھ بھیجی کہ یہ کام آسانی سے انجام پذیر ہو جائیگا
اور ابراہیم خاں کو جس کا دھونس لقمہ تھا اور وہ اپنی بہادری کا
بڑا گھنڈہ رکھتا اور خود کو سب سے بڑھ کر مرد میدان جانتا تھا۔ اس
مہم پر روانہ کیا۔ اور جاسوسوں کی زبانی نواب کو معلوم ہوا کہ نواب
بھالت جنگ نے صفدر جنگ کو سپہ سالار بنایا ہے۔ اور مویشیرالی
فرانسیس کو جو رستم جنگ کے خطاب سے مخاطب تھا قلعہ بلاری کی تسخیر

کا حکم ملا ہے۔ اور یہ دونو اس قلعہ کا محاصرہ کر رہے ہیں اور وہاں کا راجہ توپوں سے جواب دے رہا ہے۔ اور اب ابراہیم خاں بھی انکا شریک ہونے کو آ رہا ہے۔ نواب نے یہ خبر سن کر محمد علی کمیدان کو پانچ ہزار سپاہی اور سات ہزار سوار اور باجی راؤ خسر پورہ ترکہ کو (جو ایک مدت سے زمرہ ملازمان میں داخل تھا) مع جمعیت مناسب واسطے مقابلہ کے روانہ کیا۔ چنانچہ محمد علی کمیدان ایلغار کر پندرہ روز میں دھاڑواڑ پہنچ گیا۔ اور اپنی کچھ فوج کو مع توپخانہ ایک نالہ میں چھپا دیا۔ باقی فوج کے ساتھ ایک میدان میں خیمہ گاہ قائم کی اتفاق سے وہ دن دسہرے کا دن تھا۔ جس روز مرہٹے اپنے گھوڑوں کو رنگین اور زرین ساز و سراق سے آراستہ کرتے اور ان پر سوار ہو کر وسیع میدان میں پھرتے اور ناچ رنگ کا تاشاد دیکھتے ہیں۔ اپنے دشمن کو نقصان پہنچانے یا گاؤں لوٹنے کو فال نیک جانتے ہیں ابھی محمد علی اپنے کیمپ کو اچھی طرح قلم بھی نہ کر پایا تھا۔ جو مرہٹوں کا۔ دہائی میں ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیادے اور سولہ ضرب توپ بے مع اطفال و نسوان زیور پوش گھوڑیوں پر سوار خراماں خراماں اُس میدان میں ظاہر ہوا۔ اور بایکد گیر جھپٹتے پھٹنے لگے۔ محمد علی نے کیننگاہ کے سپاہیوں سے کہا بھیجا۔ کہ یہ شکار سلسلے سے جانے نہ پائے۔ پھر کیا تھا توپوں سے گولے اور بندوقوں سے گولیاں برسنا شروع ہوئیں۔ اور دوسری طرف سے خود محمد علی اپنے سواروں کو

لیکر ان میں گھس پڑا اور تلواروں پر دھریا۔ جس سے ہزاروں ہزار
 خاک پر گر گئے۔ اور وہ مرغزار لالہ زار ہو گیا۔ اس ہنگامہ میں سب
 مرہٹوں کا سردار تانتیا بہادر بھی زخم کھاکر نیچے گرا اور محمد علی کے
 سواروں نے اس کو مع بارہ اور سرداروں کے گرفتار کر لیا۔ اور
 تمام لشکر کو ٹوٹ لیا۔ کئی ہزار گھوڑے پکڑے گئے۔ بقیۃ السیف سوا
 بھاگ نکلے۔ بہت سی عورتیں بھی گرفتار ہو گئیں۔ آخر کو محمد علی نے
 فتح کا اقرارہ بخوایا۔ اور اس اتفاقیہ موقع کی خدا داد فتح پر خدا کا
 شکر بجالایا۔ اور ٹوٹا ہوا سامان نصف فقیروں پر جو لشکر کے ساتھ
 رہتے تھے اور فوج والوں پر تقسیم کر دیا۔ اور دوسرا نصف جو اعلیٰ
 قسم کا تھا نواب حیدر علی خاں کے حضور میں مع عرضداشت روانہ
 کیا۔ نواب اس فتح سے بہت خوش ہوا اور محمد علی کو عطاۃ خلعت فاخرہ
 اور جواہر سے سرفراز کیا۔ اور لکھا کہ بھالت جنگ کی طرف سے
 دھونسا آ رہے تم گھونسا بن کر جاؤ۔ اور دھونسا کے منہ کو توڑ دو
 میں بھی لشکر لے کر آتا ہوں۔ محمد علی نے بغور رد و دشتقاہراہیم خاں دھونسا
 کے لشکر پر تاخت کی۔ اور دھونسا اب اپنی فوج بیکر بطریق یلغار دور آ
 دن میں جنگ کی راہ طے کر کے تیسرے دن کی شب کو دفعۃً اچانک
 نواب بھالت جنگ کے لشکر پر جا پڑا۔ اور بندوقوں سے گولیاں
 اور تیرہرسانا شروع کئے۔ گولوں کے بدلے بان مارے گئے۔ بھالت
 جنگ کے لشکر میں ہل چل پڑ گئی۔ اور سپاہ ہتیار اور گھوڑے

چھوڑ چھوڑ کر بحال پریشاں بھاگ نکلی۔ اور اُس لشکر کا سپہ سالار
 ننگے سر گرتے پڑتے مو شیر لالی (زرانیس) کے دستہ فوج میں پہنچ گیا۔
 فرانسیسوں نے اُسے اپنے حلقہ میں لیکر محفوظ رکھا۔ اور نواب حبیب علی خان
 نے فتح کا تقارہ بخوا دیا۔ جب راجہ محسور نے ان واقعات کی خبر پائی
 تو وہ اس خیال سے کہ اب نواب حیدر علی کے ہاتھوں نہ ا جانے میرا
 کیا حال ہو۔ اپنا ٹھوڑا خزانہ لیکر مع عورات کے جنگل کو بھاگ گیا
 پھر اس راجہ کے بیٹے یا مرنے کی کچھ خبر نہیں ملی۔ جب نواب حبیب علی
 کو معلوم ہوا کہ قلعہ خالی ہے تو اُس نے اپنے معتمد کو واسطے جمع کرنے
 سامان مغرورہ لشکر کے وہیں چھوڑا اور خود مع ایک دستہ فوج کے
 قلعہ میں داخل ہوا اور بے رحمت اموال و اسباب بشمار جورا جگان
 گزشتہ نے قرونوں سے اُس قلعہ میں جمع کیا تھا نواب کے ہاتھ آیا۔
 تب نواب نے اُس قلعہ پر اپنے قبضہ کا انتظام کر کے نواب بھالت
 جنگ کی خبر لینے کو کوٹھیا کیا۔ اور سوا آدھونی میں پہنچ کر کیمپ قائم
 کر دیا اور اپنے ایک معتمد کے ذریعہ سے نواب بھالت جنگ کے
 پاس یہ پیغام بھیجا کہ سپاہ دو مہینے سے مصایب سفر برداشت کر رہی
 ہے۔ اور دارالامارہ سے خزانہ منگانا وقت کی بات ہے۔ اور ضروری
 مسارفہ کو روپیہ ہونا لازمی ہے۔ اس لئے تم بالفعل دس لاکھ روپیہ
 بھیج دو۔ نواب بھالت جنگ نے اس کو غنیمت جانا اور فوری طور
 روپیہ پیش کر دیا۔ تب نواب نے ابراہیم خاں دھونساکو دھونس

دینے کے لئے اُس کی طرف گوجی کیا۔ اس موقع پر محمد علی کمیدان بھی مع اپنی جمیعت کے آئے۔ ابراہیم خاں نواب کی آمد کی خبر پا کر حیدر آباد کو چلتا ہوا۔ لیکن اُس کا لشکر پیچھے رہ گیا تھا۔ اُسکو نواب کے سواروں نے جا دایا۔ اور چالیس پچاس اونٹ محمولہ اشیاء نفیہ اور دس نہر ب توپ اور تیس ہاتھی چھین لئے۔ جب نواب کڑپہ اور راجہ چٹیل ورگ اور مرارو راؤ نے بوجہ مات جنگ اور ابراہیم خاں کو مرد میدان بننے پر ابھارا کرتے تھے۔ نواب کے فتوح اور پے درپے غنیمت کا یہ حال سنا تو یہ تینوں اُن کو چھوڑ چھوڑ کر چپ چاپ اپنے اپنے علاقوں کو چلتے بنے۔ اور نواب حیدر علی نے مع فوج ظفر موج باری کی جانب گوج فرمایا۔

تسخیر قلعہ گتئی اور گرفتاری مرارو راؤ

واقعہ سالہ

مرارو راؤ ایک بہت ہی منافق اور دغا باز شخص تھا۔ اسی نے ترملہ راؤ کو نواب کے خلاف مشورہ دیا اور اُس کے ذریعہ سے فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل کیا تھا اسی نے نواب بے صالت جنگ اور ابراہیم خاں دھونس و غیرہ کو نواب حیدر علی کا حریف بنایا تھا۔

لیکن جب وہ سب ناکام رہے اور مخالفوں سے میدان خاں ہو گیا تو نواب حیدر علی خاں نے مرارور اور اڑکی گوشمالی کرنا نہ دیر ہی سمجھا اور ایک فوج مع توپخانہ لیکر قلعہ کشتی کا محاصرہ کیا۔ جس میں مرارور اور قلعہ کشتی کے اقامت پذیر رہتا۔ نواب کے گولندازوں نے قلعہ کی دیوار کو گولوں سے مشیک کر دیا۔ اور قلعہ پرست بھی گولے آتے رہے لیکن جب تشدد محاصرہ سے قلعہ میں رسد کا جانا بند ہو گیا اور قلعہ کے اندر تالاب کا پانی خشک ہو گیا تو مرارور اور قلعہ سے نکل کر نواب کے پاس حاضر ہو کر معافی کا خواہش کیا۔ نواب نے ایک علیحدہ جگہ میں رہنے کو جگہ دی۔ پھر تمام قلعہ پر قبضہ کر کے اپنی فوج کا ایک دستہ وہاں متعین کیا۔ اس کے علاقہ جات ضبط کر لئے۔ اور مرارور اور اڑکی مع اس کی عورتوں کے عزت کے ساتھ سرسیر تک پہنچ کر روانہ کر دیا۔ اور خود واسطے انتظام تعلقہ سوندر کے روانہ ہوئے۔ آگے بڑھ کر معلوم ہوا کہ مرارور اور اڑکی کمک کو پونا سے چالیس ہزار سواری کمک آ رہی ہے لیکن جب وہ فوج کڑک کے قریب پہنچی اور افسر فوج کو قلعہ کشتی کی فتح اور مرارور اور اڑکی کے قید ہو جانے کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنی فوج کو پونا واپس لے گیا۔

اس عرصہ میں نواب حیدر علی خاں کو محمد علی کیہ ان سے کچھ بخش ہو گئی۔ نواب نے خیال کیا کہ اب محمد علی اپنی بہادری اور فتوح پر نازاں ہو کر دوسرا نواب بننا چاہتا ہے اور اکٹہ میری اجازت کے بغیر

اموال کثیر خرچ کر ڈالتا اور اسباب غنیمت تقسیم کر دیتا ہے۔ اس لئے
 اُس کو خدمت فوجی سے علیحدہ کر کے وظیفہ معقول مقرر کر دیا۔ اس کے
 اس بات کا اندازہ کرنا بھی مقصود تھا کہ ایسی حالت میں وہ کتنا وفادار
 رہتا ہے۔ اور نیز دوسرے سرداروں کا ہوشیار کر دینا جو محمد علی کی
 نسبت نواب کا یہ برتاؤ دیکھ کر متنبہ ہو جائیں اور حد سے آگے بڑھنے
 کا قصد نہ کریں +

تسخیر قلعہ چٹیل درگ اور گرفتاری راجہ

وقایع شہید بھگت سنگھ لغایت ۱۹۱۱ء

نواب حیدر علی خاں بہادر کو جب گرفتاری مرارو راؤ اور بندوبست
 گنتی اور سونہ دور وغیرہ سے فرصت ہوئی تو پالیکار قلعہ چٹیل درگ کی جانب
 توجہ کی جو نواب کے مخالفوں اور منافقوں میں سب کا پیشوا تھا۔ اس کا
 کچھ حال پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اب یہ اُس کے گزشتہ کردار کا نتیجہ ہے
 لکھا ہے۔ کہ اس کے پاس ایک کار باری تھا وہ اُس کے تمام ذخائر

لے صاحب حملات حیدری نے اس واقعہ کا وقوع شہید بھگت میں لکھا ہے وہ بروہے
 ترتیب صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لئے یہ شہید بھگت کتاب نشان حیدری سے لکھا گیا +

لے نظر پالیکار ایک خطابی لفظ ہے جیسے راجہ +

و اموال سے واقف تھا اور پوشیدہ طور پر نواب کو تسخیر چیتل درگ پر
 آمادہ کرتا رہتا تھا۔ اُس پر نواب نے بخشی ہیبت جنگ کو مامور کیا تھا
 لیکن اُس وقت پوری فتح حاصل نہ ہوئی اور دوسرے کام پیش آ گئے
 اور راجہ کا وہ کارپرداز نواب کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ راجہ
 چیتل درگ نے اپنے رازدار نواب کے پاس رہنا مناسب نہ جانا۔
 اور نواب سے اُس کو بانواح تملق واپس طلب کیا۔ نواب نے اُس کو
 زمیندار انجی کے سپرد کیا کہ اُس کو راجہ چیتل درگ کے پاس پہنچا دے
 اور اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی صلاح دے۔ جب وہ کاردار
 شوم شکر راجہ چیتل درگ کے پاس پہنچا تو راجہ نے اُسکو خلعت فائزہ
 اور عطاے جواہر سے عزت دی اور اپنے تمامی امور کا مختار کل بنا دیا۔
 لیکن وہ کم حوصلہ و بد طینت تھا۔ چند ہی روز میں اُس نے کتنے شریفوں
 کو بے عزت کیا۔ تب راجہ نے اس کو قتل کرا دیا۔ اور اپنی ایک انگلی
 کاٹ لی۔ اور زمیندار انجی پر ظاہر کیا کہ اُس نکورام نے مجھ پر خنجر چلایا
 تھا۔ میں نے وار خالی دیا۔ اور میرے نوکروں نے نے الفور اُس کو
 قتل کر ڈالا۔ جب یہ خبر نواب کو پہنچی۔ نواب نے فیض اللہ خاں سپہ
 کو واسطے باز پرس کے راجہ چیتل درگ کے پاس بھیجا۔ فیض اللہ خاں
 نے اُس کی تنہید کی۔ اُس پر راجہ مذکور نے ایک ہزار اشرفی اور
 ستر ہزار روپے بطور جرمانہ گستاخی پیش کئے۔ اور فیض اللہ خاں نے
 نواب کو لکھا کہ اُس کا قصور معاف کر دیا جائے۔ نواب نے معاف

کر دیا۔ اور حکم دیا کہ راجہ ایک فوج اپنی طرف سے ہمارے پاس متعین
 رکھے۔ چنانچہ راجہ نے دو ہزار پندیل اور چھ سو سوار نواب کے زیر
 اثر رہنے کو روانہ کئے اور معاملہ رفت گزشت ہو گیا۔ بعد چند روز
 نواب نے راجہ چیتل درگ کو طلب فرمایا تاکہ اُس کے قیافہ اور
 باتوں سے اُس کے دل کا حال دریافت کرے۔ راجہ نے اُس کے لئے میں
 عذر کر کے حیلہ حوالہ سے کام لیا۔ اور اپنی فوج کو آراستہ اور قلعہ میں
 ہر طرح کا سامان جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ اور اُس پاس کے ہندو
 راجاؤں کو بصورت جنگ اپنی مدد کرنے پر متفق کیا۔ جب یہ خبریں نواب
 کو پہنچیں۔ نواب ایک لشکر جرار اور توپخانہ آتش باریک بعزم تسخیر
 قلعہ و علاقہ چیتل درگ روانہ ہو گیا۔ اور ایک سال کے اندر اُس
 پاس کے سب دشمنوں کو تہ تیغ کر کے میدان صاف کر دیا۔ اور ہر مقام
 مناسب پر اپنا تختہ قائم کر کے قلعہ چیتل درگ کے قریب جا اُترا۔
 اور قلعہ کا محاصرہ کر کے ایک پہاڑی پر اپنا توپخانہ چڑھا دیا اور قلعہ
 پر گولہ باری ہونے لگی۔ اور اطراف قلعہ کا گنجان جنگل چھاٹتا جانے
 لگا۔ قلعہ پر سے بھی گولے آتے اور نواب کے لشکر کو نقصان پہنچاتے
 لیکن نواب کے گولند از تمام دن کی گولہ باری میں دیوار قلعہ کو جتنا
 منہم کرتے وہ رات کو قلعہ کے بیلدار پھر درست کر لیتے۔ اور درختوں
 کی گنجان سے کچھ نظر نہ آتا۔ اس سے نواب نے دق ہو کر محمد علی
 کمیدان کو طلب کیا۔ جب وہ جاں نثار بہادر حاضر ہوا تو نواب نے

سب سرداروں کے سامنے یوں تقریر کی کہ محمد علی فقیروں کو ہاتھی گھوڑے بانٹ دیتا ہے اب ہم غازیوں اور مجاہدین کو کیا دیں۔ محمد علی نے زمین ادب کو بوسہ دیکر عرض کی کہ حضور کا غلام محمد علی فقیروں کو ہاتھی گھوڑے بانٹتا ہے حضور مجاہدین اور غازیوں کو منصب اور جاگیریں عطا فرمائیں نواب یہ جواب سنکر متبسم ہوا۔ اور محمد علی کو بھٹائے خلعت فاخرہ و جواہر پیش بہا سرداری سپاہ سے سہارا کیا اور اُس کی سپاہ کافی نفر دروڑتہ اضافہ کر دیا۔ جب محمد علی اپنے خیمہ میں آیا سب سپاہیوں اور فقیروں کو جمع کر کے اُن کی ضیافت کی اور وہ سب اشیاء فقیروں کے سامنے رکھ کر اُن سے دعا کا طالب ہوا۔ درویشوں کی طرف سے اُسکی فتح کا نعرہ بلند ہوا۔ اور آسمان پر اجابت کا دروازہ کھل گیا۔ اور محمد علی اُسی شب کو بعد ادا سے نماز عشاء اپنی فوج لیکر ایک نہایت سنگین اور پختہ مکان پر قابض ہو گیا جو قلعہ کے پاس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا۔ اور وہاں سے ہر مت کو مخفی راہیں گئی ہوئی تھیں اور تلوار سے اُسکے محافظوں کو قتل کر ڈالا۔ اس مکان پر قبضہ ہوتے ہی قلعہ والوں کے ہوش جاتے رہے۔ اور اکثر لوگ قلعہ سے نکل کر لشکر حیدری میں آ رہے۔ لیکن چھ ہزار پیادے جو راجہ کے ناص نکلوار اور وفادار تھے قلعہ کے برجوں سے توپیں مارتے اور جھانکیوں سے بندہ وقیف چلاتے رہے۔ جب اُس کو زیادہ غرمہ گزرا تو نواب نے پانچ ہزار پیادے کرناٹکی اور دو ہزار سپاہی اور ایک ہزار سوار واسطے تاخت و

تاراج نواح قلعہ کے متعین کر کے خود وہاں سے کوچ کر دیا۔ اور چار
 فرسنگ پر جا کر خیمے لگوا دئے۔ تاکہ راجہ نواب کے ہٹ جانے سے باہر
 نکلے تو گرفتار کر لیا جائے۔ اس خیال کے بدلے ایک دوسرا خیال
 پردہ غیب سے ظہور میں آیا یعنی راجہ چیتل درگ کے دوسلے پوجا
 کرنے کو قلعہ کے باہر ایک مندر میں گئے تھے۔ غمازوں نے راجہ سے
 کہہ دیا کہ تمہارے دونو سائے نواب حیدر علیہاں کے پاس گئے ہیں
 تاکہ اُس سے انعام حاصل کریں۔ راجہ نے فی الفور اپنے سسرے
 کو قتل کر کے اُس کا مکان لوٹ لیا۔ تب ایک شخص نے دوڑ کر اُن دو
 کو خبر کی۔ وہ بدحواس نواب کے لشکر میں پہنچے۔ اور اپنا حال ظاہر
 کیا۔ نواب نے اُن کو معرفت راجہ ہرپن ہلی کے سامنے بلا کر دونو کو
 دو خلعت فاخرہ مع جواہر گراں بہا کے عنایت فرمائے اور آئندہ انگلی
 جاگیر موروثی کے عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ اور اپنی خیمہ گاہ میں بڑا
 آرام سے رکھا۔ جب اُن کو اطمینان ہوا وہ فوج حیدری کو ایک
 تنگ راستہ سے ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھالے گئے۔ جہاں سے
 ٹھیک گولہ اور غبارہ قلعہ میں جاسکتا تھا۔ فوج حیدری نے وہاں
 سے سات شبانہ روز گولے اور غباروں میں پتھر بھر کر قلعہ کے اندر
 پہنچائے جس سے تمام قلعہ میں قیامت برپا ہو گئی۔ اور جو لوگ قلعہ سے
 نکل کر بھاگنے لگے اُن کو محافظان فوج حیدری نے قتل کر کے اُنکے
 ہتھیار چھین لئے +

آخر کو جب راجہ نے دیکھا کہ اُس کے سب وفادار لوگ مر چکے ہیں۔ اور جو ہیں وہ بھاگنے پر تیار ہیں تو جوش جہالت سے مسلح ہو کر باہر نکلا۔ محمد علی کیدان کینگاہ میں بیٹھا ہی ہوا تھا۔ اُس نے فی الفور راجہ کو گرفتار کر لیا اور قلعہ میں داخل ہو کر راجہ کے حرم سرا اور سب کارخانوں پر اپنے معتمد میافظ متعین کر کے قلعہ کے ایک ایک سپاہی کو باہر نکال دیا۔ اور راجہ کو ساتھ لیکر بارگاہ حیدری میں حاضر ہوا نواب حیدر علی خاں اُسکی اس کارگزاری سے بیحد راضی ہوئے۔ اور اپنے ہاتھ سے ایک مرقع تلوار عنایت کی اور مالائے مردارید منگا کر محمد علی کو پہنایا۔ اور راجہ کو مع اُس کے نواحی کے مضبوط بدرقہ کے ساتھ سریرنگ پٹن کو روانہ کر دیا۔ نقار خانہ میں فتح کے شادیانے بجنے لگے۔ فقراء و مساکین کو روپیہ تقسیم ہونے لگا۔ غازیان اور مجاہدین کو جنہوں نے بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور بان توڑ کر کوششیں کی تھیں۔ انعام مقبول عنایت کیا گیا۔ اور اُس قلعہ اور مالک متعلقہ و مفتوحہ نواح مذکور کا انتظام دولت خاں کو سپرد کیا۔ اور اُس کو اُس کا مختار کل بنایا۔ دولت خاں وہ لڑکا ہے جو نواب نے سستی منگل میں پایا تھا۔ جبکہ نندراج وزیر میوروٹاں ٹھہرا ہوا تھا اور اُسکے حسن و صورت کو دیکھ کر اپنے فرزند کی طرح اُس کی پرورش کی۔ پھر وہ تعلیم و تربیت سے لے کر نشاۃ حیدری میں لکھا ہے کہ راجہ مذکور ۱۱۹۰ھ ہجری میں گرفتار ہو کر مع حیاں اطفال سریرنگ پٹن کو بھیجا گیا۔

آراستہ ہو کر اس درجہ کو پہنچا کہ نواب نے اُس پر ایسی بھاری مست
کا بھروسہ کیا +

یون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میور لکھتے
ہیں کہ چٹیل درگ کے پالیکار (راجہ) نے حیدر علی سے مخالفت اور
منافقت کر کے مادھوراؤ کے ساتھ سازش کر لی تھی۔ جب حیدر علی
نے مرہٹوں سے فرصت پائی تو چٹیل درگ کی طرف متوجہ ہوا۔
چٹیل درگ ناہموار اور ویہ ان کوہستان کے دامن میں کٹی میل
تک آباد تھا اور بڑجوں کی طولانی قطار سے گھرا ہوا تھا۔ حیدر علی
نے اس مقام کا محاصرہ کیا۔ اور تین مہینے تک محاصرہ کی کارروائیاں
کرتا رہا۔ آخر کار ایک معقول نذرانہ پیش کیا گیا اور پالیکار چٹیل درگ
نے وعدہ کر لیا کہ وہ آئندہ حیدر علی کے جھنڈے کا شریک رہے گا۔
اسی عرصہ میں حیدر علی نے یہ خبر پائی کہ مرہٹوں کی ایک بڑی فوج
اُس کی سرحد پر آپہنچی ہے۔ وہ اُس طرف متوجہ ہوا۔ مرہٹہ افواج
کا سردار ہرتی منٹھ تھا اور اُس کے ساتھ ساتھ ہزار سوار اور
اسی نسبت سے پیدل سپاہ اور توپخانہ تھا لیکن حیدر علی نے
مختلف تدبیروں سے اُس کو پیچھے ہٹایا۔ اور دریائے کرشنا اور
تنگ بھدرا مابین ملک پر قبضہ کر لیا۔ اور دوسرے چھوٹے چھوٹے
مقامات کو لیکر ایک طولانی محاصرہ کے بعد دھاڑ دھاڑ کو بھی فتح کر لیا
اور اس نواح کے سب سرداروں نے حیدر علی کی اطاعت قبول

کر لی۔ لیکن چٹیل درگ کا راجہ دور سے تماشا دیکھتا رہا۔ تب حیدر علی اس غرض سے نوٹا کہ چٹیل درگ کے پالیکار کو گوشمالی دے کہ حال کی تسکیر شیوں میں اُس نے مدد کیوں نہیں دی۔ اس سردار نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ مگر اُسکی فوج میں تین ہزار مسلمان بھی تھے۔ اُن کو حیدر علی نے اپنی طرف ملا لیا۔ تب مدد کیری نایک بالکل دراجہ چٹیل درگ نے مجبور ہو کر حیدر علی کے قدموں پر سر دھر دیا۔ حیدر علی نے اس مقام کو لوٹ کر راجہ چٹیل درگ کو مع اس کے خاندان کے سرنگاپٹم کے محبس میں بھیج دیا۔ اور اُسکی قوم کے میں ہزار باشندے گرفتار کر کے سرنگاپٹم کو لے گیا۔ اُن میں سے بڑکوں کو تربیت دیکر سپاہی بنایا۔ اور یہ سب جب یہ مسلمان کرب لے گئے۔ یہ گروہ ٹیپو سلطان کے زمانہ میں بہت ترقی کر گیا تھا۔ اور یہ فوج چیلوں کی فوج یا مریہوں کی فوج کہلاتی تھی۔

ہم کہتے ہیں کہ حیدر علی نے اُن کو ہرگز ہرگز جبر سے مسلمان نہیں کیا۔ نہ اسلام جبر سے مسلمان کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ نہ حیدر علی ایک متعصب شخص تھا جو ایسا جبر پسند کرتا ہو۔ چنانچہ خود صاحب موصوف اُسکی مجموعی تعریف کے موقع پر اُسکو بے تعصب تسلیم کرتے ہیں۔ اس اُس نے کچھ رعایتیں خاص کر رکھی تھیں جو مسلمان ہونے کی ہمدردی میں فائدہ پہنچاتی تھیں اسلئے اس وحشی گروہ نے اُس سے فائدہ اٹھایا اور خود کو بُری حالت سے نکال کر اچھی حالت میں پہنچایا۔

تسخیر بلاد کٹر پہ و گنجی کوٹہ وغیرہ

واقعہ ۱۱۹۱ ہجری

نواب حیدر علی خاں نے تسخیر قلعہ و ممالک متعلقہ و نواح چیتل درگ سے فرصت پا کر خود کو بیمار بنا لیا۔ سب میں بیماری کی شہرت ہو گئی پھر تین چار روز کے بعد اپنے امیروں کو جلوت سے خلوت میں یاد کر کے سمجھایا کہ میں خلوت میں بیٹھتا ہوں تم میرے انتقال کی خبر شایع کر دو۔ اور سب انتظام بطور خود قایم کر رکھو۔ اور ایک فرضی تابوت بنا کر سریرنگ پٹن کو روانہ کرو تا لوگ جانیں کہ نواب علی کا جنازہ جارہا ہے۔ اور اس خیال کے موافق خود ایک خیمہ میں روپوش ہو گیا اور دفعۃً اُس کے انتقال کی خبر شایع ہو کر ماتم برپا ہو گیا۔ اور امیروں نے ایک نہایت آراستہ تابوت زرتار دو شاہ ڈالکر زرکار شامیانہ کے زیر سایہ سریرنگ پٹن کو روانہ کیا تا بوت کے سامنے عود و عنبر کی انگلیٹھیاں سلگ رہی تھیں۔ اور آگے پیچھے حافظوں کا غول آیات قرآنی پڑھتا جاتا تھا۔ سو گوار سپاہیوں کا ہمدرد ساتھ تھا جو اپنے ایسے بہادر آقا کے لئے روتے چلے جاتے تھے۔ اور تمام لشکر اور اطراف میں ایک غیر معمولی پریشانی پھیلی ہوئی تھی۔ جو سنا تھا

افسوس کرتا تھا۔ اور امیروں نے مالی اور فوجی ہر قسم کے انتظامات سجا خود اسی طرح قائم رکھے تھے۔ لیکن لشکر میں ایک تنہا اور تلامہ برپا تھا جب اس واقعہ کی خبر منتشر ہوئی تو جیسے دوستوں کو رنج پہنچتا تھا ویسے ہی دشمنوں میں خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ ازاجملہ نواب حلیم ناں حاکم کڑپہ نے یہ خبر سنا کر شیرینی تقسیم کی۔ اور مجلس عیش و تہنیت دے کر شادیانے بھجوائے۔ اور نواب کے پرچہ نویس کو شہر بہد کروا دیا۔ نواب کو یہ حال معلوم ہو گیا۔ بعد چند روز خیمہ مخفی سے نکلا خیمہ دربار میں نشست فرمائی۔ اور محفل جشن مقرر فرما کر سب امرا و اہل لشکر کو شاد و سرور کر دیا۔ اور غریب و فقرا پرزور کثیر تقسیم کیا گیا۔ اور ایک دم سے تمام فوج میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ بعد چند روز نواب نے ایک زبردست فوج مع توپ خانہ لیکر جانب کڑپہ کوچ کیا۔ نواب کڑپہ نے اپنا ایک سفیر بھیج کر رخنہ بندی کرنا چاہی۔ لیکن نواب حیدر علی خاں نے اس سفیر کو بے نیس مرام واپس کیا۔ تب نواب عبد الحلیم خاں نے اپنے دو بھتیجوں کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ کی۔ کڑپہ سے چار فرسنگ سیر علی رضا خاں کی فوج سے مقابلہ ہوا اور افغان غالب آئے۔ اس پر نواب حیدر علی خاں نے رات کو تاخت کی۔ اس سے پٹھان منتشر ہو کر کڑپہ کی طرف بھاگے۔ نواب نے تہا قب کیا۔ اور صبح ہوتے لڑائی ہونے لگی۔ اور دوپہر تک جنگ ہوتی رہی۔ افغان بڑی مردانگی اور استقامت سے لڑے۔ دوپہر تک نواب حیدر علی خاں کے دو ہزار آدمی کا مہ آئے اور افغان

نے ایک خاص قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ نواب حیدر علی خاں نے گولند انوار کو دیوار میں گولے مارنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ کمزور دیوار گر گئی۔ بہت سے افغان تدار سے مارے گئے۔ اور تین سو افغان گرفتار کر لئے گئے۔ اور شہر کڑ پہ مستحضر ہو گیا۔ اور نواب حیدر علی خاں نے اپنے کارپردازوں کو حکم دیا کہ نواب عبدالحلیم خاں کے دونو بھتیجیوں کو علیحدہ خیمہ میں اور باقی افغانہ کو دوسرے خیموں میں نظر بند رکھیں۔ دوسرے روز نواب نے ابو محمد کو برادر زادگان عبدالحلیم کے پاس بھیجا کہ وہ ہتیار دیدیں۔ اُس وقت نواب عبد الرزاق خاں دولت زئی کے چار بیٹے اور بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ابو محمد نے نواب کا پیغام اُن کو پہنچا دیا۔ اُنہوں نے کہا کہ جب تک دم میں دم ہے۔ ہتیار نہیں دے جاسکتے۔ اور فی الفور وہ چاروں تلواریں لے لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے کئی دربانوں کو قتل کر کے نواب حیدر علی خاں کے خیمہ پر آپڑے۔ اُن میں تین شخص مارے گئے۔ اور چوتھا خیمہ کے اندر تک پہنچ گیا۔ تب نواب خنجر سے اپنا خیمہ کاٹ کر نکل گئے۔ اور وہ مار لیا گیا۔ زراں بعد سوا سے سادات و شیوخ کے سب افغانہ قتل کر دئے گئے۔ نواب عبدالحلیم خاں قلعہ سدھوت میں جا بیٹھا تھا۔ اب اس واقعہ کا حال سُنکر اُس نے شہر میں منادی کرا دی کہ سب ملازم اور رعایا خوش باش رات کے وقت اپنے مال اور ناموس لیکر قلعہ چٹیل میں پہنچ جائیں اور حلیم خاں نے بھی اپنا زر اور جواہر شہر والوں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب یہ خبر

سواران ینماگر حیدری نے سنی نے الفور کوڑے دوڑا کر اس خولن لٹیا
 پر پہنچ گئے۔ بہتوں کو قتل کیا۔ اور باقی ماندہ کو اسیر کر کے مع اموال مفردہ
 کے دوسرے روز نواب کے حضور میں حاضر لائے پھر قلعہ سدھوت کا
 محاصرہ کیا گیا۔ اور میر علی رضا خاں نے اپنی فوج لے جا کر قلعہ کنہی کوڑے کو
 فتح کر لیا۔ اور یہ خبر سن کر علیم خاں نے اپنے دیوان عبدالرسول کو محمد غیاث
 کے ساتھ معافی مانگنے کیلئے نواب کے پاس بھیجا۔ نواب نے کہا۔ اگر
 تمہارا مکمل سلامتی چاہتا ہے۔ تو اپنی باقی ماندہ سپاہ کو قلعہ
 سے باہر نکال دے تاکہ ہماری فوج قلعہ میں جا کر فتح کا نشان اڑائے
 آخر کار ایسا ہی ہوا۔ کہ نواب عبدالعلیم نے اپنے سپاہی
 باہر نکال دئے۔ اور نواب حیدر علی کی فوج نے اندھا جا کر قلعہ پتھنہ
 کر لیا۔ نواب عبدالعلیم خاں اپنے دیوان خاص میں مسند امارت پر
 خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ ادب شناس افسروں نے سامنے جا کر پاکی
 لگا دی۔ جب وہ چپ چاپ ٹھنڈی سانس بھر کر سوار ہو لیا پھر
 اس کی حرم سرا میں پالکیاں پہنچ گئیں۔ اور نواب کی خواتین حضرت
 ان میں سوار ہوئیں۔ اور یہ معزز گروہ نواب کی خیمہ گاہ پر نواب کے
 سامنے لایا گیا۔ نواب نے خان ذیشان کو مع اس کے اہل حرم کے
 طلوعہ خیموں میں عزت کے ساتھ رکھا۔ اور میر علی رضا خاں کو واسطے
 حفاظت اور انتظام شہر کڑپے کے چھوڑ کر۔ سرینگ پتن کو کوچ کیا۔
 اور نواب عبدالعلیم خاں کو مع اس کے توالیہ اور لواحق کے شہر گرام

یسی عزت اور احترام سے رہنے اور اس کے تمام مصارف خاطر خواہ
 ہوئے کما بند و بہت کر دیا۔ لیکن بہت تھوڑے عرصہ میں خان مومن
 نے رحلت کی۔ زان بعد وہ بد نصیب زن و مرد بھی یکے بعد دیگرے
 تھوڑے زمانہ میں انتقال کر گئے۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُكَ
 رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

یون۔ بی۔ بونگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر مسوڑا لقا کڈا
 اکڑاپہ کے تعلق کہتے ہیں کہ حیدر علی نے اپنے بہنوئی میر علی رضا خان
 کو جو میر صاحب کہلاتا تھا۔ عرب اعلیٰ خاں نواب کڈاپہ کے مطیع کرنے
 کے لئے روانہ کیا۔ اس نواب نے جنگ مرٹھ کے وقت حیدر علی کا
 ساتھ چھوڑ کر نظام کے ساتھ اتفاق کیا تھا۔ اس کا بدلا لینا منظور
 ہوا۔ لیکن میر صاحب مضبوط اور جفاکش افغانوں کو مطیع نہ کر سکا۔
 اور کڈاپہ کے افغانوں نے میر صاحب کا نہایت سخت مقابلہ کیا۔ اس لئے
 جب حیدر علی کو قبیلہ درگ کے حمارو سے فرست ہوئی۔ تو وہ دھامے
 کرتا ہوا میر صاحب کی مدد کو جا پہنچا۔ اور کڈاپہ کے شمال ”دھوڈ“
 پہنچ کر افغانوں سے بڑھ چڑھ گئی۔ ان کو حیدر علی کی فوج کثیر نے
 چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس لئے وہ اطاعت پر مجبور ہوئے۔ اور حیدر علی
 نے جو فوجی ان لوگوں کو اپنی ملازمت میں لے لیا۔ جنہوں نے اپنی ہلک
 صلاحی کی منہانت دے دی۔ لیکن ان میں اتنی سواری
 ایسے تھے۔ جو منہانت نہ دیکے اور انہوں نے تھپتھپا رہے تھے۔

بھی انکار کیا۔ حیدر علی نے بھی ان کی جمانداری کا پاس کر کے ان کو ہتھیار دینے پر مجبور نہ کیا۔ اور وہ ہتھیار سمیت ٹھیکے لگے مگر افغانوں کی دغا بازی تو مشہور ہے۔ وہ آدمی رات کو اٹھے اور اپنے حفاظتی گارڈ کو مغلوب کر کے ہلاک کیا۔ اور حیدر علی کے خیمے تک جا پہنچے۔ آہٹ پا کر حیدر علی چنک پڑا اور اپنے بستر پر تکیے وغیرہ رکھ کر ان کو چادر اڑھادی۔ گویا حیدر علی بیخبر سوتا ہے مگر خود دیر کی قنات کا ٹکڑا نکلیا۔ اتنے میں سب جاگ اٹھے۔ اور ان افغانوں کا قتل شروع ہو گیا۔ اور کچھ گرفتار کر کے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ اور ہاتھی کے پاؤں سے بندھوا کر تھم کیمپ میں گھسیٹا گیا۔ کٹاپہ کا لواب سے صوت بجا گیا۔ جو کٹاپہ سے مشرق کی طرف تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ لیکن چند روز کے بعد جب اس کی جان انسانوں کے عزت کی ذمہ داری کر لی گئی۔ تو اس نے اطاعت قبول کر لی۔ اور وہ مع جملہ خاندان کے سرزمین چٹم بھیدیا گیا۔ وہاں جا کر اس کی حسین ہمشیر سے حیدر علی نے شادی کر لی۔ وہ بخشی بیگم کے نام سے سر فراز ہوئی۔

پھر اس رشتہ داری کے ذریعہ سے سالواؤں کے نواب علی گینگان کو اپنا جانب دار بنالیا۔ یعنی اس کے بڑے فرزند حیدر علی نے اپنی لڑکی کی شادی منظور کی۔ اور اپنے بیٹے کریم صاحب کی شادی نواب عبدالکیم کی دختر سے کر دی اور اس خراج میں

جکڑاپہ کا نواب ادا کیا کرتا تھا۔ نصف کی تخفیف کر دی اور نواب
مذکور نے دھنڑار سوار حیدر علی کی حربی خدمات کیلئے دینا منظور
کئے۔ یہ جلد کارروائیاں حیدر علی کے حسب دلخواہ عمل میں آئیں اور
سنہ ۱۷۶۹ء میں یہ شادیاں سرنگاپٹنم میں دونوں سرداروں کی
سوجھ بوجھ میں برہی دھوم دھام سے ہوئیں +

بھوٹے شاہزادہ کریم کی شادی

مع شادی دختر

سنہ ۱۱۹۲ ہجری

نواب حیدر علی خاں نے ایک نکاح مہدی بیگم حیدر کی لڑکی
سے کر لیا تھا۔ اس کے بطن سے شاہزادہ کریم صاحب اور ایک لڑکی پیدا
ہوئی۔ نواب کو اچھی جگہ ان کی شادیوں کی فکر تھی۔ اور اکثر آغا غنہ سانور
کے ساتھ جنگ و جدل جاری رہتی تھی اس لئے نواب نے اس
قربیت کے ذریعہ سے اس کو دور کرنا چاہا اس غرض سے نواب حکیم خاں
والے سانور کے پاس اپنے مستعد روانہ کئے۔ انہوں نے بہایت حسن تدبیر
سے خان ذی شان کو مصالحت باہمی پر راضی کر پایا۔ اور

آخر کار یہ بات ٹھہری کہ نواب حکیم خاں کی لڑکی شاہزادہ کریم کے تھیں
بیاہ دی جائے۔ اور شاہزادہ کریم صاحب کی بہن نواب حکیم خاں
کے صاحبزادہ والا تبار عبدالغیر خاں عرف خیرامیاں سے بیاہی جائے
چنانچہ یہ دونوں شادیاں نہایت مصوم و معام اور نزک و احتشام
سے ۱۱۹۲ھ ہجری بمقام سرریگ پتن انجام پذیر ہوئیں۔

نظام حیدر آباد اور پیشوائے پونا کا نواب حیدر علی خاں کو انگریزوں

کے خلاف ابھارنا

وقائع ۱۱۹۲ھ

جب مالک دکن پر انگریزوں کی یورش زیادہ ہوئی۔ اور ان کے
مقابلہ میں حیدر علی خاں کی معرکہ آرائی کی خبریں شایع ہوئیں۔ تو نواب
نظام علی خاں ناظم حیدر آباد اور کارپردازان ریاست پونائے متفق
ہو کر نواب حیدر علی خاں کے پاس اپنے اپنے معتمد مع تکیف روانہ

کئے۔ اور نواب کے نام مخفی خطوط لکھ کر دئے۔ ان خطوط کا مقصد
 یہ تھا کہ انگریزوں نے مالک بنگالہ پر قبضہ کر ہی لیا ہے۔ اب وہ
 جنوبی ہندوستان کو بھی فتح کر لینا چاہتے ہیں۔ آپ کے مالک پر ان
 کا خیال رجوع ہے۔ اس کے ساتھ حیدر آباد اور پونا کو بھی مغنم کرنا
 چاہتے ہیں۔ اور روز بروز اپنے پاؤں کو بڑھاتے جاتے ہیں۔ چھ
 ہٹائے اور آپ کے درمیاں لڑائیاں رہتی ہیں۔ لیکن یہ
 گھر کی بات ہے۔ کسی بیرونی قوم کی مداخلت نہ ہونا چاہئے۔ اگلے
 وقت میں لازمہ ہوشمندی یہ ہے۔ کہ ہم اور آپ متفق ہو کر ان کو
 اس ملک سے نکال دیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے معاون بننے
 سے یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ اور ہم طور پر آپ کے شریک ہیں۔
 تب نواب حیدر علی خاں نے ان خطوط کا یہ جواب دیا۔ کہ آپ نے
 اپنی ریاستوں کا انتظام نادان لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے
 جو مہات مالی و ملکی کا انتظام بطور رسالتہ نہیں کر سکتے۔ آپ کی فوجوں
 کا یہ حال ہے۔ کہ لڑائی کے وقت آپ کے نام ڈنگ کا لحاظ نہیں
 کرتیں۔ اور نہ وہ صعوبات جنگ کی متحمل ہو سکتی ہیں۔ جہاں ذرا خوف
 کا موقع آیا۔ وہ نے ان فوجان بکا کر بھاگ جانے کو غنیمت جانتی ہیں
 اور آپ اپنے قول و فعل پر قائم نہیں رہتے۔ برخلاف اس کے حسب
 انگریز ایک نے ل اور ایک زبان رکھتے ہیں۔ لڑائی کے وقت جان
 لڑاتے اور اپنے نشان کی عزت پر جان دیتے ہیں۔ تو اعدا جنگ

میں سب سے زیادہ مشاق ہیں۔ اولوالعزمی ان کے رگ و پے میں
سمائی ہوئی ہے۔ پس ایسی قوم سے لڑنا ہر شخص کا کام نہیں۔ اور
اگر فی الحقیقت آپ اس ارادہ پر مستقل رہنا چاہتے ہیں تو لبسم
اپنا اپنا خزانہ اور اپنی اپنی فوج مع توپخانہ لیکر پائیں گھاٹ میں آجائیے
اس وقت یہ دوستدار بھی آپ کی شرکت سے دریغ نہ کریں گے۔ اور اگر
بطور سابق کے یہ ارادہ بھی نقش بر آب ہے۔ تو مخلص کو اس رحمت
سے صاف کھٹے عیب یہ صاف صاف جواب پہنچا۔ تو دونوں نے اپنے
عزم پر مستقل رہنے کا حلف ادا کر دے قسم، اقرار کیا اور آخر کو یہ قرار
پایا۔

(۱) نواب ناظم علیخان ناظم حیدر آباد وسطے انتزاع و تسخیر آج بندی
اور تحصیل پٹن کے فوج بڑھائیں۔ اور

(۲) پیشوا فرمانروائے پونا کا لشکر بندر بستی کی تسخیر کو روانہ ہو اور
(۳) نواب حیدر علیخان ارکاٹ کی تسخیر کو فوج لے جائیں۔

اس قرار داد پر نواب حیدر علیخان نے اپنی فوج کے باقاعدہ
جائزہ کا حکم دیا۔ تاکہ ہر سوار اور ہر سپاہی اور ہر قسم کے سامان کو
اپنی آنکھ سے دیکھ لے اسوقت اس تفصیل سے جائزہ صحیح پایا گیا۔

سواران رسالہ خاص سپاہیاں بار سواران ہنگام سواران سلحدار
۱۲۰۰۰ ہزار ۲۴۰۰۰ ہزار ۲۰۰۰۰ ہزار ۱۵۰۰۰ ہزار

لے اٹک اس وقت میں علاقہ پائیں گھاٹ کا دارالامارت تھا۔

جملہ اکھنڈ ہزار سوار و پیادہ علاوہ افواج راجگاہاں مطیع کے اردو سے
 محلے میں حاضر پئے۔ اور ساماں حربہ بے انتہا و بے شمار بھرا دیکھا
 تب ماہ رجب ۹۴۲ھ ہجری میں فوج مذکور مع ستر ضرب توپ اور کئی ہزار
 اونٹ محمولہ زنبورک و بان و باروت وغیرہ کے سر یرنگ پن سے
 ٹھکر نواح کلب پاک میں خیمہ زن ہوا۔ تمام دشت لالہ زار نظر آنے
 لگا۔ اور اپنے چھوٹے شانزادہ کریم صاحب کو مع فوج و سواخانیناگر
 محمود بند کو روانہ فرمایا۔ اور خود و مان سے کوچ کر کوہچہ تر نامل کو
 ناظم ارکاٹ کے قبضہ سے نکال لیا۔ اور اپنا قبضہ قائم کر کے آگے بڑھا۔
 اور قلعہ چیت ہتھ قلعہ دار ارکاٹ کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس مقام سے
 اپنے بڑے شانزادہ والا تباریکو سلطان کو مع فوج زبردست کے
 واسطے تسخیر مقامات آرنی اور تھری کے مامور فرمایا۔ اور خود مع ایک
 فوج ظفر نوج اور توپخانہ آتشبار کے شہر ارکاٹ کی تسخیر پر متوجہ ہوا
 اور قریب شہر پہنچ کر اپنی فوج کے بیلداروں کو مورچے اور دلوے
 بنائے کا حکم دیا۔ اُدھر سے بیر قلعہ دار اور نجیب خاں سالار خٹک پانچ
 ہزار سپاہی اور دو ہزار سوار اور چار سو شریف و جاں نثار ہمراہ
 لے کر مستعد پیکار ہوئے۔ اور سکناے شہر میں سے تین ہزار وچلے
 اپنے اہل دعیال کی حفاظت کا خیال کر کے قلعہ کی حفاظت اور حراست
 پر آمادہ ہو گئے۔ اور دونوں طرف سے گولہ باری شروع ہوئی۔

نتیجہ روانگی کریم صاحب ٹیپو سلطان

اب ہم یہاں کا حال یہیں چھوڑ کر ان دو شاہزادوں کی فتوح
خداداد کا حال لکھتے ہیں جو درمیانی واقعات میں داخل ہے۔ یعنی
شاہزادہ کریم صاحب نے حسب الارشاد پدر عالیقدر محمود بندر
پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا یہاں سینکڑوں تاجر رہتے تھے
اور اقسام پشمینہ اور جواہر اور اجناس تجارتی ان کے گھروں میں
بھرے ہوئے تھے ان کے علاوہ محمد مکرم یہاں کا ملک الشجارت تھا۔
اس کے تین جہازوں میں کروڑوں روپے کا مال آیا ہوا تھا اور
۳۵- ہاتھی اور پیگو کے ساتھ ٹانگن اس نے نوابوں اور امیروں
کو تحفہ دینے کے لئے رکھے تھے۔ اب سب سامان پر شاہزادہ نے
قبضہ کر لیا۔ اور محمد مکرم کو اسیر کر کے مع تمام سامان کے نواب حیدر علیؒ
خان کے حضور میں حاضر ہوا اور محمود بندر کی روک تھام کو ضروری
سپاہ چھوڑ آیا۔

اور ٹیپو سلطان نے قلعہ ارنی کا محاصرہ کر کے گولہ باری شروع
کر دی۔ اور بخشی بدر الزماں کو اس کام پر مامور کیا۔ جب گولہ باری ہونے
لگی۔ تو حسین علیخان قلعہ دار نے شاہزادہ والا تبار کے حضور میں حاضر
ہو کر عرض کی کہ خدا کے فضل سے قلعہ میں توپ بندوق۔ بارود۔

وغیرہ سب جمع ہے۔ اور فدوی کو جان نشاری میں غدر نہیں لیکن اس قلعہ میں اکثر سادات رہتے اور ان کی خواتین گولہ باری سے سخت خوف زدہ ہو رہی ہیں۔ پس فدوی نے مستورات سادات کے لحاظ سے بخشی بدر الزماں کی گولہ باری کا زیادہ سختی سے جواب نہیں دیا اور حضور کے سامنے قلعہ کی کنجیاں حاضر لایا ہے شہزادہ قلعہ دار کی یہ باتیں سکر ہنسنا اور وہ کنجیاں لے کر اپنی طرف سے قلعہ کا انتظام قائم کر دیا۔ اور قلعہ دار کو اپنے ساتھ لے کر سیدی امام کو اپنی طرف سے قلعہ دار بنایا۔ پھر تری کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کے قلعہ دار نے بغیر جدال و قتال وہ قلعہ شہزادہ کے سپرد کر دیا۔ پھر شہزادہ موصوف نے قلعہ جات تر و اتور۔ کلوہ۔ کاویری کو مسخر کر کے نواب حیدر علی خاں کی طرف مراجعت کی۔ اور اس طور پر دونوں شہزادوں نے اپنے فرائض متعلقہ کو پوری کامیابی سے پورا کر لیا۔

نظام اور پیشوا کی خاموشی

جب نواب حیدر علی خان نے خود کو اس اتفاق ثلاثہ کا مقدمہ ہمیش بنا کر اس کی تہید شریع کر دی۔ اور یہاں تک پہنچا لیا۔ تو نظام حیدر آباد اور پیشوا نے پوچھنے یہ خیال کر کے کہ اب ہم نے اپنے حریف نواب حیدر علی خاں کو ایک زبردست مخالف سے بھڑا دیا ہے اب جعفری الحال

ہمارے علاقوں پر تاخت نہیں کر سکتا۔ اپنے اُس عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ دیا۔ یعنی نظام علینہاں اپنی علالت کا عذر کو کے باہر نہ نکلے۔ اور مرہٹوں نے اپنی انتظامی مصلحتوں سے فسخ عزم کر دیا یا یوں کہیے کہ انگریزوں نے نواب محمد علینہاں کے ذریعہ سے سفارتی کارروائی کر کے ان دونوں کو اپنی اپنی جگہ خاموش مہنے کا بندوبست کر لیا۔ تاکہ صرف ایک حیدر علی سے مقابلہ باقی رہ جائے۔

جنرل منرو اور کرنل ہیلی سے

جنگ کے بعد قلعہ ارکاٹ کی تسخیر

وقتی ۱۱۹۳ ہجری

جب نواب حیدر علینہاں نے ملک پامس گھاٹ کے بڑے بڑے قلعے فتح کر لئے۔ اور قلعہ ارکاٹ کا محاصرہ سختی سے ہو رہا تھا۔ تو نواب محمد علینہاں شہاست جنگ دارالامارہ سے دو ایک قلعہ میں پناہ گزین تھے ان کے پاس ستانی فوج تھی جو نواب حیدر علینہاں سے مقابلہ کر سکیں۔ اور جو کسی وہ بھی محض کمزوری کے علاوہ حرب و ضرب کا کوئی حاکمان درست نہ تھا۔ لہذا چار انہوں نے گورنمنٹ مدراس کو

لکھا کہ میں انگریزوں کی دوستی میں خراب ہو رہا ہوں۔ اور انگریزی فوج
 کی بہادری اور باقاعدگی کے لحاظ سے میں نے اپنا کوئی لشکر آراستہ
 بھی نہیں کیا۔ ایسی حالت میں گورنمنٹ کو میری مدد کرنا ضرور ہے۔ اس
 وقت میں گورنمنٹ انگریزی نواب محمد علی شاہ کو ایک ضروری اور
 بکا رآمد دوست سمجھتی تھی۔ اور ان کے ذریعے وہ اپنے کئی کام بنا
 لیتی تھی۔ اس لئے ان کو مدد دینا ضروری سمجھا گیا۔ اور گورنمنٹ
 مدد اس لئے جنرل منرو کو چھ ہزار سپاہی اور چند سو سوار اور دو
 پلٹن گورہ بیس ضرب توپ اور دیگر سامان حرب دھڑ کے ساتھ
 روانہ کیا۔ اور کرنل ہیلی کو جو مع اپنی فوج کے سواد آدھوی علاقہ نظام
 میں مقیم تھے حکم پہنچا کہ وہ مع اپنی فوج کے جنرل منرو سے مل جائیں وہ
 وہاں سے مع تین ہزار جوان اور آٹھ ضرب توپ اور پانچ سو گورہ
 کے روانہ ہو کر نگول اور نیلور کے راستہ سے ارکاٹ کو آتے تھے۔
 جب یہ خبر نواب حیدر علی خاں کو معلوم ہوئی۔ نواب نے اپنے فرزند اقبال مند
 ٹیپو سلطان کو مع افواج ہر قسیم اور چار ضرب توپ کے کرنل کا راستہ
 روکنے کو روانہ کیا۔ آگے بڑھ کر سواد شیر میں کرنل ہیلی کی فوج سے
 مقابلہ ہو گیا۔ اور جنگ شروع ہو کر رسد کا راستہ بند کر دیا گیا۔ تب
 کرنل نے قلعہ گنجی سے چھ کوس پر اپنا کیمپ قائم کیا۔ اور رسد کی نایابی کا
 لئے نظام نے یہاں کو ٹور کا علاقہ دوستی اور حفاظت کے معاوضہ میں انگریزوں
 کو دیدیا تھا۔

حال جنرل منرو کو لکھا جنرل سومف نے نے الفو ایک پلٹ اور چار
کپنی گورہ مع سامان رسد و باروت و گولہ و مشرب غیر روانہ کر کے
خود بھی کرنل کی فوج سے مل جانے کا قصد کیا +

جب حاسوسوں نے یہ خبر نواب کو پہنچائی۔ نواب نے قلعہ
ارکاٹ کا محاصرہ برخاست کر دیا۔ اور پانچ ہزار سوار واسطے غارتگری
علاقہ جات راجگاں نواح ارکاٹ کے چھوڑ کر باقی تمام فوج کیسا بطور
یلغار کوچ کیا اور صبح ہوتے ہی کنبی سے آگے پہنچ گیا۔ اور کرنل بلی
مع فوج کے قلعہ کنبی کو آ رہا تھا۔ نواب نے حکم دیا کہ کرنل کا راستہ
روکا جائے۔ یہ حکم ہوتے ہی فوج ٹوٹ پڑی اور لڑائی ہونے لگی +

کرنل بلی نے اپنی فوج کو اس خوبی اور قاعدہ سے لڑایا کہ نواب
حیدر علی خاں اس کا تماشہ دیکھنے کو ایک بلند مقام پر ٹھہر گئے۔ اور بار
بار اپنے فوجی افسروں سے کہتے تھے کہ دیکھو کہ اس چوٹ کے
بچانے کو کیا قاعدہ بتا ہے اور اس زد سے محفوظ رہنے کو کیا پیش بندی کی
ہے۔ سامنے کی گولیاں بچانے کو اپنی فوج کو بجائے اس طرح — کی
صفوں کے اس طرح ا کی صفوں میں کیونکر تقسیم کیا ہے اور فوج کھوٹ
کھا کر سانپ کی چال بل کہاتی اور سامنے کی زد بچاتی کیونکر بڑھ رہی
اور بڑھنے میں کیسا اپنا کام کر رہی ہے اور فوج کی یہ خوبصورت
اور باقاعدہ رفتار کتنی دلکش ہے۔ جو ایک سپاہی کے دل
کو اپنی چال و حال پر فریفتہ کر سکتی ہے حیدر علی خاں کے فوجی افسر

بھی غور سے دیکھ رہے تھے۔ اور دل ہی دل میں وہ سبق یاد کر رہے تھے۔
 یہاں تک کہ ڈھائی تین ہزار آدمی نواب کی فوج کے کام آئے۔ کرنل کا
 قصد تھا کہ لڑتے بھڑتے گرتے پڑتے قلعہ کنجی تک پہنچ جائے۔ لیکن جب
 نواب کو اپنی فوج کا زیادہ نقصان محسوس ہوا۔ تو اس نے ایک سخت
 حملہ کا حکم دیا۔ اور محمد علی کیدان اور شیخ انصاری اور موثر جانی اور موثر لانی
 فرانسس سابق ملازم نواب بعبالت جنگ مال ملازم فوج نامدار
 نے اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ تین طرف سے جا کر توپوں کے گراں
 بندو قوں کی بارود سے کرنل کی فوج کو بوکھلا دیا۔ اور صف پر صف گرنے
 لگی۔ تب کرنل بلی نے میدان سے ہٹ کر ایک باغ کی آڑ بکڑ سی۔
 اور اپنا میگنیزین وہیں محفوظ کر دیا۔ اتفاق سے موثر لانی فرانسس
 کی توپ کا گولہ اس میگنیزین پر جا پڑا۔ اور چشم زندن میں ایک قیامت
 برپا ہو گئی۔ تمام باغ دھواں دھار ہو گیا۔ کتنے درخت اکھڑ گئے۔ زمین
 ہل گئی سینکڑوں سپاہی جل کر کباب ہو گئے۔ اس پر بھی کرنل بلی
 نے بڑے استقلال و مردانگی سے اپنی باقی ماندہ فوج کو پھر جانا چاہا۔
 لیکن وہ سخت انتشار میں پڑ گئی تھی۔ اس لئے اب اس کو پوری تندرستی
 سے کام کرنا دشوار تھا۔ یہ حال دیکھ کر موثر جانی اور موثر لانی فرانسس
 نے آگے بڑھ کر اپنی فوجوں سے کرنل بلی کا محاصرہ کر لیا۔ اور بندوبست
 لاچار سی کرنل بلی کو اسیر ہونا پڑا۔ اور اس کی باقی ماندہ فوج کے
 ہتھیار لیکر سب کو اسیر کر لیا گیا۔ اور تمام ہتھیار اور سہا مان لشکر

جیدری میں لایا گیا۔ زالا بعد نواب جیدر علی خاں کنجی کا رخ کیا۔ جہاں
 جزاں منرو مقیم تھے۔ جزاں منرو کرنل ہلی کی شکست اور گرفتاری کی خبر
 پاچکا تھا۔ اور تنہا اس کی طاقت نواب کی فوج کثیر سے لڑنے کے
 قابل نہ تھی۔ اس لئے اس نے اپنی فوج کورات ہی میں جنگل کی طرف نکال
 دیا۔ اور لڑائی کو آئندہ وقت پر موقوف رکھا۔ نواب جیدر علی خاں نے بھی
 زیادہ دیر سری کو فتنواں سمجھ کر جزاں منرو کا تعاقب چھوڑ دیا۔ اور پھر
 شہر ارکاٹ کی تسخیر پر متوجہ ہوئے اور فوجی محاصرہ قائم کر کے بڑے
 بٹنے مدد سے بنائے گئے۔ اور ان پر خارا شگاف توپیں چڑھا کر
 گولنداز قلعہ پر گولے برسائے گئے۔ قلعہ کے بروج اور فصیل کی توپوں
 سے بھی برابر کا جواب دیا گیا۔ اور قلعہ کے گولندازوں نے اپنا فرض ادا
 کرنے میں جان لڑا دی۔ اور جو دو کپناں انگریزی فوج کی یہاں تھیں
 انہوں نے بہت ہی قاعدہ اور استعدادی سے قلعہ کی حفاظت کا کام
 انجام دیا۔ اور نواب کے سپاہیوں کو بندو قوں کی بارہ سے قلعہ
 کی فصیل تک پہنچنے نہ دیا۔ نواب حافظ علی خاں داماد نواب جیدر علی
 بھی مع چند سرداراں فوج جیدری کے کام آئے۔ شہر کے شرفاء
 جو قلعہ میں جا رہے تھے۔ وہ بھی بہ وقت باری باری جو کی
 پہرہ اور ہر طرح کی ہوشیاری پر آمادہ رہتے تھے۔ یہاں تک کہ
 اس محاصرہ اور گولہ باری کو تین مہینے گزر گئے۔ اس عرصہ میں قلعہ کی
 دیوار متواتر گولوں کے پڑنے سے متشکک ہو گئی تھی۔ اور قلعہ نشین

لوگ رسد کے نہانے اور نئی رسد نہ پہنچنے سے سرا سیمہ ہو رہے تھے۔ اس حالت کو معلوم کر کے نواب نے اپنی فوج کو تسخیر قلعہ کی تاکید مزید کی۔ یہ سن کر کئی تاجر بکار افسر مع جاں نثار بہادروں کے زینے لگا کر حصار قلعہ پر چڑھ گئے۔ اس میں سے کتنوں نے دیوار پر سے بند قوس بارنا شروع کیں۔ اور کتنے حصار کے اندر اتر گئے۔ اور قلعہ والوں کو تلواروں سے قتل کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں سب علیحدہ طور سے خاموش ہو گئے۔ تب افسران فوج چدری نے اچھا پنڈت سیندھیا قلعہ دار کو مع اس کے اہل دیوال کے اسیر کر لیا۔ اور انڈیا خان بخشی سوار اور حسینی یا رخاں سردار بے اسیان اور سید حمید کیدل و تینویا بڑا سالدار مردہ یا ر وغیرہ گرفتار کئے گئے۔ اور نواب نے بڑے ملوس کے ساتھ مع باجہ و فوج شہر اسکاٹ کا سوائنہ فرمایا۔ اور سادی کی گشتی کہ سب رعایا اپنے کاروبار میں خاطر جمعی سے مشغول ہو۔ اب کسی پر دست درازی نہ ہوگی۔ بنجیب خاں مع دو گورہ اور چار سو سپاہیوں کے بعد تسخیر قلعہ مذکور قلعہ ارک میں چھپ رہا تھا۔ اُن سب کو اعلان عام میں شمار کر کے عزت و اکرام سے رخصت فرمایا۔ اور اپنے سواروں کے ہمراہ چینا پٹن تک پہنچا دیا۔ اور راجہ بیر بر کو تمام ملک کا ذمہ دار و نگران کار بنایا۔ اور دوسرے سرداروں اور شرفاد شہر کو فراخورد درجہ مختلف عہدوں پر سرفراز فرما کر اکثریوں کو خلعت تقیم کئے۔ اور معقول انعام دئے۔ سید حمید کو ایک پاہلی اور

صلحت خاصہ عنایت فرما کر چار ہزار غنیمتی کی سرداری مرحمت فرمائی اور
میر محمد صادق کو جو منصبدار صوبہ سرس کے ایک جاگیردار کا نواسہ تھا۔
کروڑگی شہر آرکٹ پر مامور فرمایا۔

بعد فتح آرکٹ تبرکات درگاہ

ٹیپوستان کا پیش ہونا

جب نواب نے قلعہ آرکٹ فتح کر کے شہر آرکٹ پر فاتحانہ قبضہ
کر لیا اور مصروف جشن و جلوس ہوا تو شاہ کریم اللہ حشمتی اور علی بدخشاہ
اور نور علی شاہ جو روضہ ٹیپوستان کے متولی تھے نواب کے سامنے آئے
اور ایک تسبیح خاک پاک اور ایک جلد کلام مجید مع دیگر تبرکات درگاہ
ہدیہ گزرائی۔ نواب نے ہر ایک کو زرد و جواہر سے مالا مال کر دیا۔ اور
ایک سو ایک اشرفی نذر اور شامیانہ زربفت مع چوہاے طلائی
واسطے درگاہ ٹیپوستان کے روانہ کیا۔

نصیر الدولہ عبد الوہاب خاں بن

نواب انور الدین خاں برادر خور

نواب والاہ جاہ محمد علی خاں نام

آرکات کی گرفتاری مع دیگر

واقعات سال مذکور

نواب تسخیر آرکات کے بعد مصروف عیش و نشاط تھا۔ اس میں بعض

سے ہم نے جو شجرہ آرکات کے نوابوں کا شروع کتاب میں دیا ہے وہ یوں بی
بورنگ صاحب چیف کیشنر میسور کی تاریخ حیدر علی و ٹیپو سلطان سے لیا ہے اُس میں نواب
محمد علی خاں کے بھائی محفوظ خاں کا نام لکھا ہے۔ عبد الوہاب کا نام درج نہیں۔ ہم نے
اس مقام سے اصل شجرہ میں اس نام کا اضافہ کیا ہے کیونکہ معتبر تاریخ نشان حیدر
اور حلات میدری دونوں میں یہ نام مع تصریح اس واقعہ کے موجود ہے۔

احیان نے ظاہر کیا کہ عبد الوہاب خاں برادر نواب محمد علی خاں قلعہ چتور
کو دیون راعے بھوجنگ اور مولوی عبدالقادر کی حراست میں چھوڑ کر
چندرگیری میں ذخائر آلات حرب و ضرب اور افواج سوار و پیادہ جمع
کر رہا ہے تاکہ موقع پا کر آپ سے مقابلہ کرے۔ نواب نے اُس طرف
کو کوچ کا ارادہ کیا۔ میر علی رضا خاں نے عرض کی کہ بیچارہ عبد الوہاب
اپنے بھائی سے رنجیدہ ہو کر اور قلعہ چتور دوسرے کارپردازوں کو سپرد
کر کے مع اہل و عیال کے چندرگیری میں جا پڑا ہے۔ اُسکی کیا مجال
جو یہ خیال محال دل میں لائے۔ میں نے سنا کہ وہ سخت بیمار ہے ورنہ
خود حاضر ہوتا۔ اس پر نواب نے میر علی رضا خاں کے بھائی میر معین الدین
بخشی کو واسطے حاضر لانے عبد الوہاب کے حکم دیا۔ اور میر علی رضا خاں
کو مع فوج و توپخانہ ضروری واسطے گوشمالی راجگان نواح آرکاٹ اور
انتظام ہرنوع کے روانہ کیا۔ اور شہزادہ ٹیپو سلطان کو مع پانچ ہزار
سپاہیان بار اور دس ہزار پیادہ اور پانچ ہزار سوار و توپخانہ کیواسطے
فتح کرنے قلعہ جات غربی ملک آرکاٹ اور قبضہ کرنے علاقہ جات متعلقہ
کے رخصت فرمایا۔

جب میر معین الدین بخشی چتور پہنچے اور قلعہ آر قلعہ چتور سے قلعہ
خالی کر دینے کو کہا تو اُس نے نواب عبد الوہاب خاں کی عدم موجودی
کا عند پیش کیا۔ اُس پر میر صاحب نے قلعہ پر گولہ باری کر کے اُس کو
فتح کر لیا۔ اور اُس کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر کے اپنی طرف سے

ایک قلعہ ارمقرر کر دیا۔ اور چند رگیزی کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر عبد الوہاب کو نواب حیدر علی خاں کے حضور میں حاضر ہونے کا پیغام دیا۔ عبد الوہاب بیمار۔ اور تسخیر قلعہ چتور اور ضبط اموال کی خبر سنکر مجبور و لاچار تھا۔ اُس کے مشیر جان دینا کیسا نیک صلاح دینے میں بھی لب بہ سکتا تھے۔ اس لئے عبد الوہاب کی طرف سے جواب ملنے میں ایک دو روز کی دیر ہوئی۔ اس عرصہ میں ایک دوسرا ناگہانی واقعہ پیش آگیا یعنی میر معین الدین کی فوج کے کچھ سوار اور سپاہی گھانس لکڑی لینے کو دامن کوہ میں گئے تھے۔ جس کے اوپر قلعہ واقع تھا۔ سادہ لوح قلعہ نے اس خیال سے کہ یہ قلعہ کا سراغ لینے یا سرنگ وغیرہ کا انتظام کرنے کو آئے ہیں۔ تو پ داغ دیا۔ وہ لوگ بھاگ کر اپنے لشکر میں آئے اور میر معین الدین خاں سے یہ واقعہ بیان کیا۔ میر صاحب نے اُس کو نواب عبد الوہاب کی منافقت اور مخالفت پر محمول کر قلعہ کے محاصرہ اور توپیں مارنے کا حکم دیدیا۔ اور قلعہ والوں کی بخبری میں اچانک گولہ باری ہونے لگی۔ دو گولے نواب عبد الوہاب کی حرم سرا اور مطبخ میں گرے جس سے تمام عورتیں گھبرا گئیں۔ یہ حال دیکھ کر عبد الوہاب کے ماتھے پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے اور وہ بیہوش ہو گیا۔ تب اُس کی بیگم نے ایک خط میر معین الدین کے نام اس مضمون کا لکھوایا کہ ہمارے صاحب کو غش کی حالت ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ گولہ باری کیوں ہو رہی ہے۔ اگر آپ کو قلعہ کا لینا اور ہمارے حکم پر قبضہ کرنا مقصود ہے۔ تو وہ حاضر ہے۔ عہدوں

کو بقیہ کرنے سے کیا فائدہ۔ جب یہ خط میر صاحب کے پاس پہنچا۔ تو
گوں باری موقوف کر کے جواب لکھا کہ آپ سب مع نواب عبدالوہاب
میرے لشکر میں آجائیں۔ آپ کے رہنے کا علیحدہ انتظام کر دیا جائیگا۔
اور آپ کی عزت و عصمت میں ہرگز فرق نہ آئیگا۔ اس جواب کے پہنچنے
پر بیگم صاحب اپنے خاوند کو پالکی پر ڈال کر اور خود پالکی پر سوار ہو کر مع
خواص و خدام اور زن و مرد خاندان میر معین الدین خاں کی حفاظت
میں آگئیں۔ اور میر معین الدین خاں نے قلعہ کے تمام نقد و جنس پر
قبضہ کر کے اپنا قلعہ دار مقرر کر دیا اور کچھ فوج اُس کے پاس چھوڑ کر مع
اس قافلہ کے مراجعت فرمائی۔ اور نواب کے حضور میں حاضر ہوئے۔ نواب
حیدر علی خاں نے نواب عبدالوہاب کو مع خواتین و خدام اپنے بدرقہ
فوج کے ساتھ سریرنگ پٹن کو روانہ فرمایا۔ اور اُن کے مصارف کا
مستقل انتظام کر دیا۔ اور اُس کے رُط کے عبدالصمد خاں و لیر جنگ کو
بدراہمہ سہ صد روپیہ داروغگی سجدار کچہری پر مامور فرمایا۔ اب شہزادہ
ٹیپو سلطان کا حال سُنے۔ کہ شہزادہ موصوف ایک مہینے میں قلعہ ماہی سٹیل
اور کیلاس گڑھ کو فتح کر کے بعد انتظام لازمی قلعہ سات گڑھ پر نمودار
ہوا۔ اور ایک وسیع میدان میں اپنا کیمپ قائم کر کے اپنی فوج اور
توپخانہ کا جاہ و احتشام وہاں کے لوگوں کو دکھایا۔ اور تہذیب و تہذیب
ہوا۔ قلعہ رفعت میں آسمان سے باتیں کرتا اور استحکام میں دوسرا پلٹا
بن راتھا۔ اور ہر طرح کے سامان و اسلحہ سے مامور تھا۔ اور ولی محمد خاں

قلعہ دار اور سید مخدوم رسالہ دار اور محمد مولامعتمد نواب محمد علیہاں مع
دو ہزار سپاہ اور اتواپ خارا خشکاف کے وہاں موجود تھے۔ لیکن شہزادہ
کا جاہ و حشم دیکھ کر اور نواب حیدر علیہاں کے عزم و حزم کا اندازہ کر کے
سب ہوش باختہ ہو گئے اور اُس قلعہ کی گنجیاں بغیر ایک توپ کے چھوڑ کر
اور ایک بندوق اور ایک تلوار چلانے کے شہزادہ والا شان کے حضور
میں پیش کر دیں۔ شہزادہ نے اُن سب کو وہاں سے نکال کر کل سامان ضبط
کر لیا۔ اور اپنی طرف سے ایک قلعہ ار مقرر کر کچھ فوج اُس کے پاس
چھوڑ دی۔ اور خود واسطے تسخیر قلعہ ابنور گڑھ کے روانہ ہوا۔ جو وہاں
ستتین کوس تھا۔ اس قلعہ پر ایک کپتان مع چند کمپنی کے نواب محمد علیہاں
کی طرف سے رہا کرتا تھا۔ اور سامان جنگ بھی زیادہ نہ تھا۔ لیکن وہ
قلعہ دار ازراہ نیک حلالی اس فوج مختصر سے پندرہ روز تک لڑتا رہا
جب شاہزادہ کے گولہ ازوں نے علی الاتصال گولے مار کر قلعہ کی
دیوار کو ڈھا دیا۔ تب لاچار رہی سے اُس نے قلعہ کا سپرد کرنا گوارا کیا۔
اور شہزادہ نے بعد تسخیر قلعہ زین العابدین خاں نایط کو اُس کا قلعہ دار
بنایا اور بعد انتظام لازمی وہاں سے کوچ کر کے اپنے والد بزرگوار
کے پابوس سے شرف اندوز مفاخرت ہوا۔ نواب حیدر علیہاں نے
اپنے بہادر اور اقبال مند اور صاحب راسے و تدبیر زند کو گھے لگایا اور
زرو جو اہر اُس پر نثار کیا اور اسکی فوج کو معقول انعام دیا اور تھوڑا
دم لینے کے بعد حکم دیا کہ محمد علی کیشان کی کمک کو روانہ ہو۔ جو قلعہ

اسے ایلور کی تسخیر میں زور لگایا ہے۔ اُس وقت یہ قلعہ کرنل لانگ
 کے چارج میں تھا۔ جس کی باقاعدہ فوج اُس کو ناممکن التسخیر بنائے
 ہوئے تھی۔ آخر کار ٹیپو سلطان نے محمد علی کمیدان سے ملکر کمی محلے کئے
 لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اور اپنے باپ سے اور زیادہ فوج بھیجنے اور
 بڑی بڑی توپیں روانہ کرنے کی درخواست کی۔ نواب حیدر علی خاں نے
 ایسے محل خوف پر اپنے فرزند دلہند کا رکھنا مناسب نہ جانکر ٹیپو سلطان
 کو واپس طلب کر لیا۔ اور ایک سردار یغاگر کو مع تین سو سوار اور
 ایک ہزار سپاہی کے اُس طرف مامور کیا تاکہ وہ مناسب مقام پر محفوظ
 رہ کر انگریزی رسد کی راہ روکنا اور اسباب رسد ٹوٹا رہے۔ اور
 مالک جنوبی آرکاٹ کی تسخیر کا لگا لگایا۔ اور شہزادہ بلند ارادہ کو واسطے
 تسخیر کرناٹک گڑھ کے مامور فرمایا۔ اور رستم علی خاں فاروقی اور روشن خاں
 دستہ دار مع افواج سوار و پیادہ دوسرے قلاع و مالک کی تسخیر پر
 مامور ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے کوہستان چنچی اور کوہ موکل اور کوہ
 کشن کنڈہ اور کوہ جینہ کنڈہ کے قلعہ جات کو مع ترناملی کے لڑ بھڑا کر
 فتح کر لیا۔ اور ان کے علاقوں پر حیدری قبضہ قائم ہو گیا۔ اور ٹیپو سلطان
 نے ادھونی گڑھ اور علی آباد میں پہنچ کر قلعہ کرناٹک گڑھ کو فتح کرنے کے
 لئے پہاڑ پر قلعہ شکن توپیں چڑھوائیں۔ اور گولندازوں نے بڑی
 ہوشیاری سے حصار قلعہ پر گولے مارے لیکن وہاں گولوں نے کچھ
 کام نہ دیا۔ تب تین چار روز کی بے سود گولہ باری کے بعد ٹیپو سلطان

نے یہ حکمت عملی ظاہر کی کہ جو لوگ آرکاٹ کے اسیر تھے۔ اُن میں سے چند کو چھوڑ دیا۔ اور اُن کو بصورت فتح ہو جانے اُس قلعہ کے افہام اکرام کا متوقع کیا۔ اور کچھ باتیں اُن کو سمجھا دیں تاکہ وہ لوگ باہر جا کر اُن کو ظاہر کریں۔ چنانچہ جب یہ لوگ قلعہ میں پہنچے تو انہوں نے بیان کیا کہ نواب حیدر علی خاں نے قلعہ آرکاٹ کو فتح کر لیا۔ اور تمام شہر پر قبضہ ہو گیا۔ اور ٹیپو سلطان نے کتنے قلعے فتح کر ڈالے۔ بڑے بڑے شہر ماعتمدہ دارا اُس کے پاس اسیر ہیں۔ نواب کا بھائی عبدالوہاب بھی پکڑا گیا۔ ہاں جس نے اُس کی فرماں برداری اطاعت سے کام لیا وہ بچ گیا۔ نواب محمد علی خاں انگریزوں کے پاس چھپ رہا ہے۔ اور اب کوئی بات اُس کے بنائے بن نہیں سکتی۔ جب ان لوگوں نے اس قسم کی باتیں کیں۔ تو قلعہ والوں نے اپنا ایک معتمد بامید جان بخشی و اظہار اطاعت شہزادہ ٹیپو سلطان کے حضور میں روانہ کیا۔ شہزادہ نے اُس کی التماس منظور کر لی۔ اور وہ قلعہ مع تمام اشیاء و اسلحہ کے شاہزادہ کو سپرد کر کے سب اہل قلعہ اُس قلعہ سے نکل گئے۔ شاہزادہ نے سب مال و اسباب قلعہ کا ضبط کر اپنا قلعہ ارمح سپاہ ضروری متعین کر دیا اور بعد نظم و نسق مصاف قلعہ دوروز میں کوہ راوت اور نیلور کے سوا دہر قابض ہوتا ہوا تپاک گڑھ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس قلعہ میں صاحبان انگریز کی طرف سے ایک کپتان اور دوسو گورے رہتے تھے۔ اُن کے ساتھ کچھ اور سپاہ

تھی۔ شہزادہ نے ایک بلند مقام پر توہیں چڑھوا کر گولہ باری شروع کی۔ لیکن کار آزمودہ اور بہادر کپتان نے اُس تھوڑی جمیعت کے ساتھ اٹھائیس روز تک مقابلہ جاری رکھ کر قلعہ کو تسخیر سے بچایا۔ زراں بعد قلعہ کا تالاب خشک ہو گیا۔ اور سپاہی سپاس سے جان بلب ہونے لگے۔ تب بعالم مجبوری امان کی درخواست کی گئی۔ لیکن اس سے پہلے قلعہ کی سپاہ نے شاہزادہ سے ایک قول کر کے انحراف کیا تھا۔ اسلئے امان نا منظور ہوئی اور قتل عام کا حکم دیا گیا۔ اور کپتان کو عزت کے ساتھ حضور میں لایا گیا۔ بعد فتح شاہزادہ والا شان اس ملک کو منتھان کار گزار اور قلعہ اران جاں نثار کے ہاتھوں میں چھوڑ کر مع اسیران کارزار و نقود و اجناس بیشمار باپ کے حضور میں واپس آیا۔ اور دوسرے سرداروں نے اپنی خدمات متعلقہ مالک آرکاٹاکو فتح و کامیابی سے پورا کیا۔ اور تمام اسلئے انتظام نواب حیدر علی خاں کے حسب فرمان و ہدایت پورے کئے گئے۔

جنرل سراری کوٹ کی لشکر کشی او

نواب حیدر علی خاں کی معرکہ آرائی

جنگ محمود بندر میں میر علی رضا خاں

کا مارا جانا

وقایع ۱۱۹۵ھ

اُس زمانہ کے انگریزی جنرلوں میں جنرل کوٹ نے مختلف جنگوں میں بڑی ناموری حاصل کی تھی۔ اور ولایت جا کر مہالک نو تسخیر بنگال کے نظم و نسق کو پھر واپس آیا تھا۔ وہ خدمات انتظامی بنگالہ کو چھوڑ کر نواب محمد علی خاں کی مدد کو مامور ہوا۔ اور سات سو گورے اور دو پلٹنیں لیکر بسواری جہاز مدراس پہنچا۔ اُس وقت سراج الدولہ نواب محمد علی خاں دارالامارہ ترملکھٹری (مدراس) کی سکونت چھوڑ کر میتال پیٹھ میں بحالت اضطراب و انتشار سکونت پذیر تھے۔ جنرل نے

پوچھا۔ آپ کی فوج کہاں ہے۔ نواب نے جواب دیا کہ میں نے انگریزی فوج کے یقین حمایت پر موقوف کر دی۔ اور اس کے بدلے گورنمنٹ میں اس کو روپیہ دینے لگا۔ جنرل یہ سادہ جواب سنکر ہنسنا اور کہنے لگا۔ کہ کسی رئیس اور بادشاہ کو بغیر شایستہ فوج کے رہنا اور ضرورت کے وقت دوسروں سے مدد مانگنا کاسہ گدائی کے برابر ہے۔ نواب اس بات سے نادم ہوا۔ اور دو تین ہزار پیادہ اور پانسو سوار جو اس وقت موجود تھے جنرل کے سامنے پیش کئے۔ اور بار برداری کے بیل وغیرہ کرایہ سے لیکر اور ادھر ادھر سے پکڑ کر مع دو لاکھ ہوان نقد جو خزانہ میں موجود تھے مصارف بار برداری کے لئے جنرل صاحب کے حوالہ کئے۔ جنرل موصوف نے تین مہینے میں کئی ہزار نئی فوج آراستہ کی۔ اور زر کثیر خرچ کر کے بنگالہ سے براہ دریا سامان حرب و ضرب منگا کر اور پھلی ہٹن اور نیلور وغیرہ سے سامان خوراک جو ایک فوج کے لئے بہت دنوں کو کافی ہو مع خیمہ و خرگاہ بطور ذخیرہ جمع کر لیا۔ پھر پوری تیاری سے ارکاٹ کی جانب مع فوج و خزانہ و توپخانہ کے روانہ ہوا۔ ادھر سے نواب حیدر علی خاں نے میدی ہٹل اور غلام علی خاں بخشی کے ساتھ کچھ فوج روانہ کر دی۔ اور خود مع لشکر جباران کے عقب میں روانہ ہوا۔ جنرل کوٹ نے اس سے پہلے قلعہ کوٹ بالہ کو فتح کر لیا تھا۔ اور حیدر علی خاں کا قلعہ دار مع سپاہ قلعہ کے قتل ہو چکا تھا۔ اور جنرل صاحب نے اسباب قلعہ کو اپنی فوج سے لٹوا کر اسکو

تقسیم کر دیا تھا۔ اور وہاں سے کوچ کر سوادِ اجتراد اکم میں خیمہ زن تھے اس نواح میں حیدر علیاں کی طرف سے روشن خاں دستہ دار اور رستم علیاں فاسوقی مع اپنی اپنی جمیعت کے قلعہ برموکل گڑھ کے محاصرہ میں مصروف تھے۔ جب اُن کو جنرل صاحب کے آمد کی خبر معلوم ہوئی تو وہ محاصرہ اٹھا کر حیدر علیاں کے لشکر سے جا ملے۔ جنرل صاحب نے اُس قلعہ کے قلعدار کی تعریف کی اور جانبِ پھلجری کوچ فرما کر کوہ مور کے دامن میں قلعہ کے نیچے کیمپ قائم کیا۔ اور اپنی کارروائی سے گورنمنٹ مدراس کو اطلاع دی اور واسطے بھیجنے آذوقہ اور سامان جنگ کے تحریر بھیجی +

اس عرصہ میں نواب حیدر علیاں بھی مع فوج قنار اور لشکرِ بیشمار جنرل کے سر پر بطورِ یلغار کے پہنچ گیا۔ اور دو فرسنگ کے فاصلہ سے خیمہ زن ہوا۔ اُس کو معلوم ہو گیا تھا کہ جنرل کوٹ کو جب تک مدراس سے سامانِ مطلوبہ نہ پہنچے۔ وہ لڑائی میں سبقت نہ کر لے گا۔ اس لئے اُس نے اطمینان سے میر علی رضا خاں کو مع اُسکی جمیعت کے اور سید ہلال کو مع پانچ ہزار سوار اور غازی خاں کو مع سوارانِ یلغار واسطے مقابلہ جنرل موصوف کے چھوڑ کر خود مع فوج و توپخانہ محمود بندہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور شہزادہ ٹیپو سلطان کو سات ہزار سوار اور پانچ ہزار سپاہی اور پچیس ضرب توپ دیکر نواحِ نتھرنگر اور تنجاور کی غارتگری پر مامور فرمایا۔ شہزادہ ٹیپو سلطان نے پہلے علاقہ تنجاور کو

لوٹ کر صاف کر دیا۔ اور تمام اشیاء مغرورۃ حیدر علیاں کے پاس بھیج دیں
 پھر نتھر نگر پرتاخت کی اور مقامات مغرورۃ پر اپنے تھانے بٹھاتا ہوا سہل
 سود کا دیری اندکوردوم کے ہندو معابدوں اور مندروں کو جو طلاء و
 جواہر سے ملبو تھے لوٹ کر کلی گوٹ کی طرف جو قلعہ ترچیاپلی سے چھ
 میل مشرق کی طرف واقع ہے۔ کوچ کیا۔ اور یہاں نواب حیدر علیا
 سے مل گیا۔ نواب حیدر علیاں نے سواران یغماگر کو واسطے تاخت و
 تاراج نواح ترچیاپلی کے حکم دیا۔ حکم دینا تھا کہ وہ جا بجا روانہ ہو گئے
 اس اثنا میں ایک افسر فوج انگریزی میجر ہال نام قلعہ سے باہر چھ سو
 سپاہیوں کو قواعد سکھار رہا تھا۔ وہ مع دو ضرب توپ ان سواروں کے
 تعاقب کو روانہ ہوا۔ لیکن اتفاق سے ایک کیننگاہ کے سامنے پڑ گیا۔
 جہاں حیدر علیاں کے سپاہی مع توپوں کے چھپے بیٹھے تھے۔ جیسے ہی
 یہ اُن کے سامنے پہنچا انہوں نے بندوقوں کی بارہ ماری اور دوسرے
 سواروں نے اُس کو گھیر لیا۔ نو آموز سپاہی اکثر مارے گئے یا زخمی
 ہوئے۔ کچھ بھاگ نکلے۔ لیکن میجر ہال بڑی دلیری اور استقلال سے
 لڑتا بھڑتا گھوڑا بھگا کر قلعہ میں پہنچ گیا۔ اور نواب نے سواد چرکل ہارہ
 میں کیپ قائم کر کے تیرداروں کو حکم دیا کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر
 مورچے بنائے جائیں اور قلعہ میں میجر ہال اور کرنل لگسن اور شادی خا
 تحصیلدار کچھ سپاہیوں اور شرفاء شہر کو جمع کر کے حفاظت قلعہ کے انتظام
 میں مصروف ہوئے۔

دو تین روز کے عرصہ میں مورچے تیار ہو کر کل کے روز گولہ باری ہونے کو تھی کہ آج میر علی رضا خاں کی عرضی اس مضمون سے پہنچی کہ جنرل کوٹ قلعہ سلمان پر پہنچے تھے۔ مگر مقابلہ سخت قلعہ ارحیدری سے ناکام ہو کر محمود بندر پر بڑھ رہے ہیں۔ اُس پر نواب نے اُس ارادہ کو ملتوی چھوڑ کر مع فوج و توپخانہ محمود بندر کی جانب کوچ کیا۔ آگے بڑھ کر معلوم ہوا کہ سیدی ہلال جو مقدمۃ الجیش تھا مع تین سو جوانوں کے سواد باکور میں بمقابلہ فوج انگریزی کام آیا اور جنرل کوٹ آگے بڑھ رہے ہیں۔ نواب نہایت عجلت سے اپنی فوج مع توپخانہ کے آگے بڑھا کر بیچ میں حایل ہو گیا اور ساحل دریا پر ریگ کے تودوں پر توپیں چڑھوا دیں۔ اور خود ایک درخت کی آڑ میں گرسی بچھا کر ان فوج کو تدبیرات جنگ بتانے میں مصروف ہوا۔ میر علی رضا خاں کو حکم دیا کہ سپاہ انگریزی کی پشت پر جا کر میدان محاصرہ کو تنگ کرے اور شہزادہ شیو سلطان کو ارشاد ہوا کہ فوج سواران کو بافسری مو شیر لالی فرانسس اور سید حمید اور شیخ انصاری اور شیخ عماد و شیخ شجاع الدین کے ہمراہ لیکر جنرل کوٹ سے مقابلہ کرے۔ اور گولنداز و ٹکوں شتک کا حکم دیا گیا۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کیسا موقع ہے۔ اور حیدر علی نے کس دل سے اپنے نوجوان فرزند کو جنرل کے سامنے آنے کا حکم دیا ہے۔ اور خود کس استقلال سے گرسی پر بیٹھا ہوا بہادروں کی معرکہ آرائی کا تماشا دیکھ رہا ہے۔ الحاصل اُس طرف سے جنرل کوٹ

کی توپوں نے آگ برساتا شروع کی۔ اور جنرل کی باقاعدہ فوج صف بستہ روانہ ہو کر باڑہ پر بارہ مارتی ہوئی روانہ ہوئی۔ اور اُدھر سے نواب کے فرزند اور افسران فوج نے اپنی فوج کو آگے بڑھایا۔ اور توپوں کی شلک اور بندوقوں کی بارہ سے زمین لرزنے لگی۔ یہاں تک کہ دونو فوجیں اصول جنگ کے موافق مصروف کارزار ہو کر صبح سے دوپہر تک لڑتی رہی۔ اور وہ ریگستان دونو طرف کے مجروحوں اور مقتولوں سے بھر گیا۔ اسی ہنگامہ محشر آشوب میں جنرل کوٹ نے سنا۔ کہ نواب حیدر علی خاں ایک درخت کے نیچے گرسی بیٹھا اپنے افسروں کو جنگ کی تدبیریں بتا رہا ہے۔ یہ سنکر مع اپنی فوج کے اُس طرف چڑھ دوڑا اور دو جہاز جو مدراس سے آ کر دریائیں لنگر ڈالے ہوئے تھے اُن کے کمانیروں کو کہا! بھیجا کہ فوج حیدری پر گولوں کا مینہ برساویں۔ نواب نے یہ صورت مشاہدہ کر کے اپنی فوج مع توپخانہ کو گولہ باری کی زد سے بچا کر علیحدہ بٹا دیا۔ اور خود دوسری جگہ ہٹ گئے اور جنرل کو حصار پر قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔ اس عرصہ میں میر علی خاں بہادر نے دریا کے کنارے سے گھوڑا بڑھایا کہ اپنی فوج سے کر دوسری طرف سے فوج انگریزی پر جا پڑے۔ اس میں جہاز سے ایک گولہ آ کر اُس کے بازو پر بیٹھا اور وہ زمین پر آ رہا۔ اُس کے رفیق فی الفور پالکی پر ڈال کر نواب کے سامنے لے گئے۔ نواب اس حادثہ سے بہت غمگین ہوا۔ لیکن اپنا دل مضبوط کئے رہا۔ پھر چند روز کو

طرفین سے جنگ موقوف ہو کر مقتولوں کی تدفین اور مجروحوں کی مرہم پٹی کا سامان ہونے لگا۔

میر علی رضا خاں کی لاش نہایت احترام سے سرسبزنگ پٹن کو روڈ کی گئی۔ اور چونکہ شہزادہ ٹیپو سلطان اُس کا حقیقی بھانجا رہن کا لڑکا تھا۔ اس لئے اُسکی فوج اور اُسکا سامان از قسم زیور و جواہرات و خزانہ شہزادہ کو دیدیا گیا۔ اور اُس کے نوجوان فرزند نواب قمر الدین خاں کو نواب نے ماتمی خلعت دیکر ہاتھی مع عماری اور نوبت و تقارہ وغیرہ سامان جلوس امارت دیکر باپ کا منصب بحال رکھا اور اگلے تربیت کے لئے شاہزادہ کے سپرد کیا۔ اور جنرل کوٹ کا میاب ہو کر پھلپوری اور برموکل گڑھ ہوتا ہوا فرنگی کوہ میں داخل ہو کر اُس طرف کے پرگنات اور محالات کے انتظام میں مشغول ہوا اور نواب حیدر علی خاں کئی رفت و فلاح نیکنہا پیٹھ میں مقیم رہ کر تروادی کی راہ سے منزلیں طے کرتا ہوا سوا دہندھی و لم میں خیمہ زن ہو گیا۔ اور قلعہ برموکل گڑھ کو مع پہاڑ کے گولہ باری سے فتح کر لیا۔ بعد چند سے ہر کاروں نے خبر دی کہ جنرل کوٹ کی کچھ سپاہ قلعہ ڈنڈا اوسی کو روانہ ہوئی ہے۔ اس خبر کو سننے ہی نواب بہادر ڈنڈا اوسی کو روانہ ہوا۔ اور تین چار روز تک قلعہ کشائی کی تدبیریں کیں مگر کوئی راست نہ آئی۔ تب بندوبست شہر و قلعہ آرکاٹ کا اس سے زیادہ مقدم جان کر مع فوج آرکاٹ کو روانہ ہو گیا۔ اور مویشیر لالی فرانسس ملہ نشان حیدری میں اس قلعہ کا نام ڈنڈا ہی لکھا ہے۔

اور شیخ انصراور شیخ حمید کو مع فوج کے یہاں چھوڑ گیا۔ تاکہ محاصرہ وغیرہ سے اس قلعہ کو فتح کریں۔ مو شیر لالی نے محاصرہ میں بڑی تنہائی اور جانفشانی ظاہر کی۔ لیکن اُس سے کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوا تب ایک حکمت عملی کی یہ تدبیر نکالی کہ اپنی فوج کو انگریزی وردی پہنادی اور ایک روز پہلے سوار مع چھٹی انگریزی قلعہ دار کے پاس روانہ کیا کہ ہماری فوج مدد اس سے تمہاری مدد کو آئی ہے۔ کل قلعہ میں داخل ہوگی تم مطمئن رہو۔ لیکن قلعہ دار کو بعض وجوہ سے شک پڑ گیا اور اُس نے معلوم کر لیا کہ یہ انگریزی فوج نہیں ہے۔ تب اُس نے اس فریبی فوج کی دعوت کو پہلے سے توپوں میں گرا ب بھروا دیا۔ جب صبح کو یہ فوج قریب قلعہ پہنچی تو اس گرا ب سے اُسکی تواضع کی۔ اس سے اُس کو بہت نقصان پہنچا۔ اکثر سوار اور سپاہی وہیں گر گئے۔ باقی بھاگ نکلے۔ بد قسمت مو شیر لالی نے مع ایک گروہ سوار ان کے بھاگ کر جان بچائی۔ اور پھر سب اپنے کیمپ میں جمع ہو کر اس مغالطہ پر افسوس کرنے لگے۔ اور قلعہ دار نے مقتولوں کے گھوٹے اور ان کے ہتھیار قلعہ میں رکھ لئے۔ جب نواب حیدر علی خاں کو اس واقعہ کی خبر پہنچی وہ مو شیر لالی پر سخت برا فروختہ ہوئے اور اُسکو واپس طلب کر کے دوسرا سردار مع فوج واسطے تسخیر قلعہ مذکور کے روانہ کیا۔

کرل گال اور جنرل کوٹ کے

ساتھ نواب حیدر علی خاں کے

دوسرے محاربات

واقعہ ۹۶ھ ہجری

جب جنرل کوٹ نے جنگ محمود بندر وغیرہ کے بعد مدراس کو معاودت کی۔ تو نواب حیدر علی خاں تسخیر و انتظام قلعہ جات متعلقہ صوبہ ارکاٹ میں مصروف تھے۔ اس میں کرل گال مع پانچ ہزار فوج گورہ اور خزانہ کثیر اور ۳۷ کشتی محمولہ سامان جنگ و آذوقہ کے بنگال سے وارومدراس ہوا۔ اُس کے آنے سے جنرل کوٹ کی طاقت بڑھ گئی۔ اور وہ دو مہینے میں ایک لشکر جزائر آراستہ کر کے مع ساز و سامان کافی و ذخیرہ وافی از راہ تر و الہور قلعہ راے ویلور کی طرف کوچ کیا سیف الملوک بہادر فرزند نواب محمد علی خاں کو بھی ساتھ لے لیا۔ جب یہ خبر نواب حیدر علی خاں کو پہنچی۔ جو بلاد و سیور و آل پٹنل میں خیمہ زن

تھا۔ تو فی الفور مع فوج و توپخانہ کا ویرسی پاک کے راستہ سے اُس طرف
 کوروانہ ہوا۔ جنرل کوٹ نے اُس مقام پر ڈیرہ کیا۔ جہاں کرنل میلی
 کا واقعہ پیش آیا تھا۔ تیسرے روز نواب کی فوجیں داخل ہوئیں۔ اور
 صبح ہوتے ہی جنرل کی فوجیں ایک بڑے میدان میں صف آرا
 ہو گئیں۔ اُدھر سے نواب کی فوجوں نے برابر کی صف بندی قائم
 کی اور دونوں طرف سے بندو قوں کی بارہیں چلنا شروع ہوئیں۔ اور
 نواب نے اپنی ذات سے توپخانہ ایک مناسب مقام پر قائم کیا۔ تاکہ
 جب اُس کے سامنے سے انگریزی فوج نکلے۔ تو آگ برسائی جائے
 اور سپہ سلطان سواروں کی فوج لیکر انگریزی فوج کی پشت پر آپڑا۔
 اور پچھلے حصہ فوج سامان و آذوقہ وغیرہ لوٹ لیا۔ تمام دن لڑائی جاری
 رہی۔ اثناء جنگ میں ایک گولے کا ٹکڑا کرنل اسٹوارٹ کے پاؤں
 میں لگا۔ وہ بیکار ہو گیا۔ اسی طرح سیف الملک بھی گولی کے لگنے سے زمین
 پر گر پڑا۔ شام کو دونوں لشکر علیحدہ ہوئے۔ صبح کو جنرل کوٹ نے سیف الملک
 کو پانکی پر سوار کر کر اُس کے باپ کے پاس بھیج دیا۔ اور خود واسطے
 انتظام دوسری مہمتوں کے مدد اس کی طرف کوچ کر گیا۔ اور نواب
 نے وٹاں سے مراجعت کر کے حدود کنجی میں خیمہ کاہنہ قائم کی۔ اس حصہ
 میں جاسوس خبر لائے کہ فرانسیسوں کے چند جہاز موٹھیر ہوئی کی سوار
 میں واہٹے ملازمت سرکار حیدری کے آئے ہیں۔ اور صاحبان کونسل
 مدد اس نے ولندیزیوں کے سردار سے مواخذہ کیا ہے کہ تم نے اسباب

جنگ نواب حیدر علی خاں کے ہاتھ کیوں فروخت کیا۔ اس موافقہ میں کرنل منرو ولندیزیوں کے پاس سے ناگ پٹن کا قلعہ فتح کر کے مدراس کو واپس گیا تھا۔ اور اب وہاں سے مراجعت کر مع چار پلٹن سپاہی اور سات فرب توپ اور سواروں کے سوا دکاری گال میں خیمہ زن ہے۔ ان خبروں کو سنکر نواب حیدر علی خاں نے شیو سلطان کو واسطے ملاقات سپہ سالار فرانس کے رخصت کیا اور یہ حکم دیا کہ اگر راستہ میں کرنل منرو کی فوج سے ٹکبھیڑ ہو جائے تو اُس سے مقابلہ کرنا۔ آگے بڑھ کر شہزادہ کو معلوم ہوا کہ کرنل منرو ساحل روڈ کورڈم پر فرانسیسوں کے راستے روک رہا ہے۔ تب رات کو اُس نے باغ بکوٹہ میں اُس کا محاصرہ کیا۔ صبح کے وقت کرنل منرو نے اپنے آپ کو مع فوج محاصرہ میں پایا تب جنگ کو آمادہ ہوا۔ اور لڑائی ہونے لگی۔ اس لڑائی میں انگریزی سواروں کا سردار میجر ستاس اور سید غفار صوبہ دار اسیر ہو گئے۔ اور چونکہ شہزادہ کو سپہ سالار فرانس کی ملاقات ضروری تھی۔ اس لئے وہ وہاں سے کوچ کر قریب قلعہ گوڈپور کے خیمہ زن ہوا۔ سپہ سالار فرانس نے انگریزی سردار قلعہ کو لکھا کہ قلعہ مذکور خالی کر دیا جائے۔ اُس نے لڑنا مناسب نہ جانکر قلعہ خالی کر دیا۔ اور خود مع جمیعت ناگ پٹن کو چلا گیا۔ تب سپہ سالار فرانس نے مع پانچ ہزار سپاہی فرانسیس کے جہاز سے اتر کر نزدیک قلعہ کے پھیر نصب کیا۔ دوسرا روز شہزادہ کی ملاقات کو آیا۔ اور نواب کے ساتھ بنائے اتحاد کو اذ

سرتو مستحکم کیا۔ اور شہزادہ واپس گیا۔ تب نواب عازم آرکاٹ ہوا اور منتظمان و محافظان نواحی ویلور کے نام حکم ہو چکا تھا کہ چاروں طرف سے رسد پہنچنا بند کر دیں اور بہت سخت نگرانی رکھیں کہ باہر سے کوئی چیز وہاں نہ جانے پائے۔ اس سے وہاں ایک آفت برپا ہو گئی۔ اور وہاں کے لوگوں نے اپنی مشکل کشائی کے لئے مدراس کو لکھا۔ ہنوز نواب آرکاٹ سے چند میل نہ گیا تھا جو خبر آئی کہ جنرل کوٹ مع فوج صحرائے ناکلا پور سے گزر کر آئے ویلور کا عازم ہے۔ نواب نے یہ خبر سنکر سید حمید اور شیخ الفراء اور مو شیر لالی کو مع افواج شائستہ واسطے حفاظت شہر و قلعہ آرکاٹ کے مامور فرمایا۔ اور چھوٹے شاہنشاہ کریم شاہ کو مع چار ہزار سوار خاصہ اور دو ہزار سپاہی اور چند توپ کے نواح مدراس میں جا کر انگریزوں کی رسد لوٹنے اور راستے روکنے کا حکم دیا۔ اور شہزادہ کلاں شیوستان کو ارشاد ہوا کہ نواح ارنی میں جا کر تیسرے قلعہ اور استحکام انتظام مقبوضات پر مستعد رہے۔ اور خود مع فوج و توپخانہ میدان دھوبی گڑھ میں خیمہ زن ہوا۔ اس عرصہ میں جنرل کوٹ رائے ویلور میں پہنچا۔ اور ایک مہینے تک افواج حیدری سے سرک آرائی ہوتی رہی۔ کبھی نواب کی فوج جنرل کوٹ کی فوج کو نقصان پہنچاتی اور رسد وغیرہ لوٹ لاتی۔ کبھی جنرل کوٹ کی فوج نواب کی فوج کو ہزیمت دیتی اور جو پاتی لوٹ لی جاتی۔ ایک مہینے کے بعد جنرل کوٹ نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ اور قریب دھوبی گڑھ

کے کیمپ بنایا۔ یہاں بہت سخت لڑائی ہوئی۔ اور جنرل کوٹ کی فوج نے بڑی دلیری اور بیباکی سے نواب کی فوج کو منتشر کیا۔ اور نواب کو وہاں سے کیمپ اٹھا کر آرنی کے میدان تک ہٹ جانا پڑا۔ اور جنرل کوٹ نے دوسرے روز وہاں سے بڑھ کر علی آباد میں خیمہ کیا۔ نواب نے اس سے پہلے محمد علی کمیدان کو رسالہ اری سے موقوف کر دیا تھا۔ لیکن وہ نیک حلال بہادر سایہ کی طرح اپنے آقا کے ساتھ رہتا تھا۔ اس مقام پر اُس کو پھر سرداری رسالہ کا خلعت مع نقارہ نشان عنایت کیا گیا۔ جب نواب کو معلوم ہوا کہ جنرل نے علی آباد میں قیام کیا ہے۔ تو اس خیال سے کہ اب وہ بار آ محال یا تر چنپلی کا قصد رکھتا ہے سو ادا آرنی سے ٹھہر اٹھا باگ مار پیٹھ کے متصل کیمپ قائم کیا۔ اور سواران ینما گر کو واسطے تاخت و تاراج اُس نواح کے حکم دیا۔ اور جنرل کوٹ نے رات کو نواب کی فوج پر شخون مارا۔ پھر نہایت مہلت سے آرنی کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ لیکن نواب حیدر علیاں کے قلعہ رسیدی امام نے بڑی جوانمردی سے اُس کی حفاظت قائم رکھی۔ اب جنرل کوٹ نے خیال کیا کہ اس موقع پر زیادہ ٹھیرنا مناسب نہیں۔ شاید نواب پاشتہ کو بآ کر ہاری فوج کو مبتلا سے آفت کرے اس لئے وہاں سے روانہ ہو کر ڈنڈوسی میں قیام کیا۔ یہاں سپاہیوں کو دو روز آرام پہنچا کر پھر اس کو روانہ ہو گیا۔

بعد چند روز ہرنکاموں کی زبانی معلوم ہوا کہ تھلہ دار اور فوجدار

تہا اور ترجنا پٹی انگریزی فوج کی حمایت سے دہات کو مٹا اور اس کے محلات پر دست تعدی دراز کر رہے ہیں۔ اور رعایا کی لوٹ مار ہو رہی ہے۔ تب نواب نے شیو سلطان کو واسطے تنبیہ اُس جماعت متبرود کے مامور فرمایا۔ اور چار ہزار سوار کو بسر کردگی چھیلا رام مع رسالہ سلطان واسطے جمع کرنے اور مواسی رسد کے قدغن بلعج فرمائی۔ اور مہامز اخا بخٹی اور نواب نورالاجار خاں کو حکم دیا کہ وہ مع چھ ہزار سوار کے روانہ ہو کر حدود کاستری اور نیٹ گری اور مزاج کے ضبط و انتظام میں مشغول ہوں۔ اور میر مخدوم علی خاں کے نام پر روانہ لکھا جو واسطے خبرداری ملک جنوبی پٹن کے مامور تھے۔ کہ وہ گوشمالی اور تنبیہ نایروں میں قصور نہ کریں جو ہمیشہ رعایا کو ستاتے رہتے ہیں۔

مطابق اس کے شاہزادہ شیو سلطان نے روانہ ہو کر راستہ میں خبر پائی کہ ایک فوج ترجنا پٹی اور تہا ور سے جمع ہو کر تسخیر قلعہ ترکاٹ پٹی اور شا کوٹہ کا ارادہ رکھتی ہے۔ مگر قبل اُس سے کہ شاہزادہ پہنچے یہاں عجیب اتفاق ہوا کہ قلعہ ترکاٹ پٹی کی تسخیر کو دو فوجیں انگریزی دو طرف سے بڑھیں اور رات میں دھاوا کیا۔ اور ایک نے دوسرے کو اپنا حریف سمجھ کر آپس میں جنگ جاری رکھی جس سے دونوں طرف کے سات سو بہادر تلف ہوئے۔ آخر میں جب ایک سردار نے انگریزی بولی میں کوئی اصطلاحی بات کہی اور دوسرا سردار سمجھ گیا۔ تو وہ چلا اٹھا کہ ہم تم دونوں ایک ہیں۔ اور آخر کو دونوں اپنی اپنی حماقت

پر نادم ہوئے۔ اور جو اسباب قلعہ میں پایا۔ اُسکو لیکر شاگوڑہ کو چلے گئے
 جب شاہزادہ آیا تو یہ حال سُکر بہت ہنسا اور اُس قلعہ کو خالی چھوڑ
 دیا۔ اُدھر انگریزی پلٹن شاگوڑہ کا محاصرہ کئے تھی۔ اُس کو شاہزادہ
 نے ہر میت دی اور شیخ حمید قلعہ دار کو جس نے حفاظت قلعہ میں بڑی
 دلیری اور مردانگی ظاہر کی تھی خلعت فاخرہ مع ایک جوڑی کڑہ طلائی
 مرتع کے عنایت کیا۔ اور قلعہ کے سب سپاہیوں کو ایک ایک جوڑی
 کڑہ نقرہ کی عنایت ہوئی۔ پھر اُن لوگوں نے قلعہ کاٹ مینا کا محاصرہ
 کیا۔ اور سیڑھیاں لگا کر قلعہ پر چڑھنے لگے۔ یہاں پہلے سے قلعہ دار
 نے اُن کی ضیافت کا سامان کر رکھا تھا۔ یعنی بیس سپاہی جو اندر تھے
 اُن کو باڑہ مارنے کے لئے جھانکیوں پر متعین کر دیا تھا۔ اور حصار قلعہ
 پر بڑے بڑے پتھر چنوا دئے تھے۔ اور قلعہ اور زیر قلعہ کے رہنے
 والی عورتوں نے مٹی کے بڑے بڑے ظروف میں نہایت گرم پانی
 ڈال کر گوبر گھول دیا تھا۔ جب وہ لوگ دیوار قلعہ کے سامنے آئے
 تو پہلے باڑہ ماری گئی۔ اور جب کچھ لوگ زینہ لگا کر چڑھنے لگے اور
 دیوار کے نیچے کھڑے ہوئے تو اوپر سے پتھر لندھکا ئے گئے۔ اور
 گرم گرم گھٹا بوا گوبر اُن کے اوپر ڈالا گیا جس سے وہ پریشان ہو
 قلعہ ہو کر واپس گئے۔ شاہزادہ نے یہ حال سُکر اُن سب عورتوں کو
 طلائی کڑے اور سونے کے نقد انعام دئے۔ اور آگے کو کوچ فرمایا
 اب میر مخدوم علیاں کا حال سُنے۔ میر صاحب نے بعد ورو دپڑا

انتظام ملک جنوبی دارالامارہ سریرنگ پٹن میں سب الامکان زور لگایا
مگرواں کے مفسد لوگ ایک فوج جمع کر کے اور انگریزی فوج مقیم مدبر
کے ساتھ ملکر لڑنے پر تیار ہوئے۔ پہلے میر مخدوم علیخاں نے ایک قلعہ میں
پناہ لی۔ پھر مع دو سو جوانوں کے باہر نکل کر جماعت کثیر سے مقابلہ کیا۔
وہ سب جوان وہیں مارے گئے اور آخر کو میر صاحب بھی وہیں شہید
ہوئے۔

کرنل پریس صاحب بہادر سے

نواب حیدر علیخاں کی معرکہ رانی

جنرل سر اسے ری کوٹ صاحب بہادر انگریزی فوجوں کو جا بجا
اس حساب سے پھیلا گئے تھے کہ وہ نواب حیدر علیخاں سے مختلف مقاموں
پر لڑتی بھڑتی رہتی تھیں۔ لیکن حیدر علی کو زیر نہ کر سکتی تھیں۔ آخر کار کرنل
کلکتہ سے یہ اسے قرار پائی کہ ایک تجربہ کار اور جنگجو افسر یہاں مقرر
کیا جائے۔ اس تجویز کے موافق کرنل پریس صاحب بہادر مامور ہو کر
مع ایک زبردست فوج کے کلکتہ سے چینا پٹن میں پہنچے۔ اور چونکہ
نظام حیدر آباد کو حیدر علی کی فتح آرکاٹ سے بید شک ہوا تھا اس لئے
نظام نے اپنے ملازم موشر فیروز انیس کی معرفت کرنل پریس سے سفارت

پیام سلام کے بعد اپنے اور انگریزوں کے درمیان ایک معاہدہ قرار دیا کہ دونوں ملکر نواب حیدر علی خاں کو زیر کریں اور اعتبار والد کو پانچ ہزار روپیہ ماہوار مقرر کر کے دو ہزار سوار اُسکے ساتھ دے دیں اور کئی ہزار سوار اُس نے نوکر رکھے۔ اور کرنل صاحب کے پاس جا پہنچا۔ کرنل پریس نے مع توپخانہ اور اپنی فوج اور فوج نظام کے چینیائوں سے کوچ کیا اور بارہ روز میں سوا دھار کاٹ میں داخل ہو کر خیمہ زن ہوئے۔ اور نواب حیدر علی خاں نے شہر آر کاٹ سے نکل کر چار میل پر اپنا کیمپ قائم کیا اور چار ہزار سواروں کو رسالہ خاص سے منتخب کر کے حکم دیا کہ لشکر انگریزی کے آس پاس بندوقوں کی باڑہ مارتے اور انگریزی فوج سے جو لوگ لکڑی گھانسن وغیرہ لانے کو نکلیں اُن کو مارتے اور گرفتار کرتے رہیں جب دو تین روز اس طرح پر گزرے ایک شب کو کپتان دیس نے نواب کے لشکر پر شبنون مارا اور چار سو آدمی مر گئے۔ صبح کو نواب نے چار ہزار سواروں کو انگریزی فوج پر تاخت کا حکم دیا۔ ان سواروں نے انگریزی فوج میں ہل چل ڈال دی۔ کرنل پریس نے پھر فوج پیادہ سے رات کو شبنون مارا اور بہت آدمی ضائع ہوئے۔ تب نواب شہر میں اٹھ گئے اور جا بجا مورچے بندھوا پیادوں۔ تیراندازوں۔ بان بردار گولندازوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی باری سے علی الاتصال فوج انگریزی کے ساتھ لڑائی جاری رکھیں اور گولے گولیاں اور تیر برساتے اور بان مارتے رہیں۔ اس طرز عمل نے کرنل فوج کو بڑی آفت میں

ڈال دیا۔ پھر رسد پہنچنے کے راستے سختی سے روکے گئے۔ گھاس لکڑی
پہنچنا دشوار ہو گیا۔ سوائے اس کے تالاب کا پانی کاٹ کر تالاب خشک
کر دیا گیا۔ اور طرفین نے ان مشکلات میں ایک سال پورا کیا +

جنرل سرایری کوٹ کا آنا اور

صلح کا قرار پانا

جب اس جنگ کو ایک سال ہو گیا۔ اور کرنل پریس کی فوج کئی
طرح کی تکلیفیں اٹھانے لگی تو کرنل موصوف نے گورنمنٹ مدراس کو لکھا
اور گورنمنٹ مدراس نے پھر جنرل کوٹ کی طرف خیال رجوع کیا۔ اور
اُس کو پورے اختیارات جنگ و صلح کے دیکر مع فوج شایستہ کرنل پریس
کی مدد کو روانہ کیا۔ اور جنرل کوٹ کرنل پریس کے پاس پہنچ گیا۔ اور
دونوں فوجوں نے اکٹھا ہو کر نہایت تیز چلے کئے۔ اور کوئی دقیقہ نواب
کی ہزیمت میں اٹھانہ رکھا۔ لیکن نواب کی فوج زیادہ اور ہر قسم کا لشکر
جان بازی پہ آمادہ تھا اور تمام سردار اپنے کاموں پر دن رات مستعد
اور کمر بستہ رہتے تھے اس لئے انگریزی فوجیں نواب کو مغلوب نہ کر سکیں
اور نہ اُن کے رعب نے نواب کی فوج کے دل پر کچھ اثر ڈالا۔ تب
جنرل کوٹ نے لاچار ہو کر چنیا پٹن کی راہ لی۔ نواب نے شہر و قلعہ

آرکات کی حفاظت اور انتظام کو اپنے خاص سردار مع لشکرِ حِزبِ ارچھو کر جنرل صاحب کی فوج کا تعاقب کیا۔ اور قتل و غارت کا لگا لگا دیا جنرل شیرودی سے چنیا پٹن پہنچ کر داخل قلعہ ہو گیا۔ نواب نے سوادنگرپا میں اپنی خیمہ گاہ قائم کی اور تاخت روزانہ کا مشغلہ جاری کر کے تسخیر قلعہ کی فکر میں ہوا۔ لیکن قلعہ مذکور نہایت مضبوط اور سر بلند اور ناممکن تسخیر پایا گیا۔ تب نواب نے شہر چنیا پٹن کے فتح کرنے کا منصوبہ باندھا اور حصار شہر کی طرف مورچے بندھوائے۔ جنرل نے اس ارادہ کی خبر پا کر کئی جہازوں کو قلعے کے نیچے حصار کے سامنے گھڑا رہنے کا حکم دیا۔ جب نواب کے سوار و سپاہی حصار کی جانب بڑھنے کا ارادہ کرتے تو جہازوں کی گولہ باری سے لاچار ہوتے۔ اس حالت میں پندرہ روز بسر ہوئے۔ اور آخر کار دونوں فوجوں کے سرداروں میں یہ چرچے ہونے لگے۔ کہ ایک سال سے یہ جنگ قائم ہے اور تین برس سے فوجیں ادھر ادھر ماری پھرتی ہیں۔ اور بندگانِ خدا کی خونریزی اور رعایا کی بربادی کا کچھ حساب نہیں۔ اس لئے اب تو صلح ہو جانا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ زبانِ خلق نقارۂ خدا۔ صلح کی تدبیریں ہونے لگیں۔ لیکن نواب نے اپنی طرف سے جنرل صاحب کو پیغام دینا قبول نہ کیا۔ اور جنرل صاحب بھی اس کو اپنی کسر شان جانتے تھے۔ لیکن نواب حیدر علی خاں کے خیر خواہ دیوان پرنیا (وزیر مال) اور سداسیو برہمن ہوا خواہ دیوان مذکور اور سنو اس راڈ معتمد جنرل

کوٹ صاحب کے ذریعہ سے یہ معاملہ یکسو ہو کر جنرل صاحب نے اپنی طرف سے سنو اس راؤ کا جانا منظور کر لیا۔ دوسرے روز سنو اس راؤ مع ایک بیٹن سپاہ کے مصالحت دوستانہ کی غرض سے روانہ ہوا جب یہ خبر نواب کو پہنچی۔ نواب نے کش راؤ پیشکار دیوانی اور یار علی بیگ داروغہ کو واسطے استقبال سنو اس راؤ کے بھیجا اور ایک پُرتکلف خیمہ واسطے ٹھہرنے سنو اس راؤ کے نصب کیا گیا۔ جب سنو اس راؤ لشکر کا حیدری میں داخل ہو کر دیوان کے خیمہ پر پہنچا۔ تو دیوان نے اُس کا استقبال کر کے دوپہر تک اُس سے تخیل کیا۔ پھر نواب کے حضور میں لے گیا۔ نواب نے جنرل صاحب کی خیریت پوچھی اور اُسکے آنے کا سبب دریافت کیا۔ سنو اس راؤ نے مناسب وقت شیریں بیانی سے عرض کیا کہ حضور بادشاہ ہیں اور جنرل صاحب بھی ایک بڑی فوج کے مالک ہیں۔ لیکن اس کشاکشی میں یہ ملک برباد ہو رہا ہے۔ اور جنگاں خدا ضائع ہو رہے ہیں۔ اور تین سال سے فوجوں کو دم لینے کی مناسب مہلت نہیں ملی۔ اب دونوں طرف سے خلقِ خدا پر رحم ہونا چاہیئے۔ اور حضور کو اپنی تلوار میان میں کر لینا خلقِ خدا کی عام دُعا کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لئے جنرل صاحب نے فدوی کو واسطے اظہارِ پیام دوستی کے روانہ کیا ہے۔ اور جنرل صاحب جگ سے زیادہ صلح کو پسند کرتے ہیں۔ نواب کو یہ تقریر پسند آئی اور جواب دیا کہ خیر مضائقہ نہیں لیکن بارہ لاکھ ہوں واسطے اخراجا

لابدی شکر کے ہم کو مطلوب ہیں وہ جنرل صاحب بھیج دیں تو ہم کو
یہاں سے کوچ کر جانے میں عذر نہ ہوگا۔ اور اگر زر نقد نہ ہو سکے
تو بارامحال کے وہ تعلقے جو ہمارے ملک کے متصل ہوں اور خراج
اُن کا اس روپے کے مساوی ہو جس پر صلح قرار پائے۔ ادا سے نہ
مذکور تک رہن کے طور پر ہماری سرکار میں مکتول رہیں۔ یہ سُن کر
سنو اس راؤ نہایت ادب سے آداب بجالا کر رخصت ہوا اور جنرل
صاحب کے پاس پہنچ کر یہ رویداد بیان کی۔ جنرل صاحب خوش
ہو گئے۔ اور عہد نامہ صلح مع سند و اگزا شت تعلقات لکھ کر سنو اس راؤ
کو دی اور فرمایا کہ نواب صاحب سے جا کر عرض کرو کہ تمام ملک کنوٹ
تین سال سے آپ کے پاس ہے۔ اُس کا ایک دام سرکار کمپنی میں
داخل نہیں ہوا۔ اور بہ سبب اخراجات اس مہم کے لاکھوں روپے
کی زیر باری ہو گئی ہے۔ اس لئے سرانجام زر نقد ناممکن ہے۔
آپ زر نقد کے عوض میں تعلقات مذکورہ کو اپنے پاس رکھیں اور شہر
آرکاٹ کو مع قلعہ جات ملک پائیس گھاٹ کے چھوڑ دیں (جس سے
نواب محمد علی خاں کی ہٹ پوری کی جائے) چنانچہ سنو اس راؤ وہ کلان
مہری و دستخطی لے کر نواب حیدر علی خاں کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور
جنرل صاحب کا سلام دوستانہ عرض کر کے وہ کاغذات پیش کر دئے۔
نواب نے اُس کی تقریر شکر اور وہ کاغذات منتسبان بارگاہ کو دکھا کر
حضار مجلس کے سامنے خدا کا شکر ادا کیا کہ اُس نے نواب کی خاطر

بات رکھ لی اور صلح کی نیت پر فاتحہ پڑھ کر اپنی ہاتھ سے اپنی تلوار فدا کر کے
 کو دی کہ غلاف کر کے سلخ خانہ میں رکھی جائے اور اسی وقت تمام لشکر
 میں اشتہار دیا گیا کہ اب درمیان قوم انگریز اور سرکار حیدری کے
 صلح ہو گئی ہے۔ اب کوئی شخص خلاف دوستی کوئی کام نہ کیے اور اپنی
 طرف سے بھی ایک عہد نامہ لکھوا کر اور مہر خاص سے مزین کر اپنے
 معتمد کے ہاتھ روانہ کیا اور چند خلعت ہائے فاخرہ اور جواہرات نادرہ
 اور دور اس اسپ عربی بازیں مرصع اور تحایف نفیس جنرل صاحب
 اور دوسرے سرداروں کے لئے روانہ کئے اور سنو اس راؤ کو خلعت
 خاص جواہر گراں بہا اور ایک راس اسپ بازیں مطلقاً اور ایک تھنی
 مع عماری نقرہ سے سرفراز کیا۔ پھر دوسرے روز راؤ مذکور نے جنرل
 صاحب کی طرف سے ایک مکتوب محبت اسلوب مع تحایف لایقہ قیمتی
 پیاس ہزار روپیہ حضور میں نواب حیدر علی شاہ کے پیش کیا۔ براں بعم
 طرفین سے راہ و رسم محبت جاری ہو گئی۔ اور نواب کے معتمدوں نے
 قلعہ آرکاٹ خالی کر کے جنرل کوٹ کو سپرد کر دیا۔ اسی طرح تعلقات
 پائیں گھاٹ سے اپنے بٹھانے اٹھوا کر ان کا انتظام سربراہ کا
 انگریزی کے سپرد کر دیا گیا اور نواب آرکاٹ سے نواح بارہ محال کی
 طرف روانہ ہوا اور تعلقہ بات مندرجہ بالا میں داخل کر تربیت علی
 کو واسطے انتظام تعلقات کے مامور فرمایا۔

رسیدہ بوڈ بلائے دئے نچر گزشت

نواب حیدر علی کا فرانسیسوں کی اعانت کرنا اور آئرلینڈ کے پانی سے بگاڑ ہونا

اُدھر جنرل کوٹ اور نواب حیدر علیوں کے فیما بین مصالحت کا عہد نامہ ہوا۔ اُدھر گورنمنٹ بنگال نے ملک پر قبضہ پا کر فرانسیسوں کو نکال دینا چاہا۔ اور حسب ایما ولایت فرانسیسوں کی سب کو قید کر دیا۔ جو ملک بنگال میں تھیں ایک ہی روز میں ضبط کر کے مکانوں کو ڈھکا دیا۔ اور مویشی شافور گورنر فرانس کو قید کر لیا۔ اُسی طرح گورنر مدراس نے فرانسیسوں کی کوٹھی پہنچری کو سہار کر کے اُسکی توہیں اور تمام سامان حرب ضبط کر لیا۔ یہ حال دیکھ کر گورنر پہنچری نے وہاں سے بھاگ کر کوڑیاں بندر علاقہ نواب حیدر علیوں میں پناہ لی۔ اور فرانسیسوں کے ساتھ انگریزوں کے برتاؤ اور تشدد ناروا کا حال نواب کو لکھا۔ نواب نے ازراہ شرافت اپنے اہلکاران کوڑیاں بندر کو لکھا کہ فریج گورنر کی یوری عزت کی جائے اور اُس کو ہر طرح کا

آرام دیا جائے۔ اور ایک خط گورنر مدراس کو لکھا کہ پہلچری میں فرانسس
 کی کوٹھی آپ کے درود سے پہلے کی ہے۔ اور آپ دونو ایک ولایت
 کے رہنے والے اور ایک مذہب رکھنے والے ہیں۔ آپ کو اس طو
 پر ان کا ستانا آپ کے جبروت و عظمت کے شایاں نہیں + اور یہ
 ایک اتفاق کی بات ہے کہ گورنر فرانسس نے میرے ملک میں آکر
 پناہ لی ہے اور مجھ سے اور آپ سے صلح ہو گئی ہے۔ میں نہیں چاہتا
 کہ اس صلح میں خلل واقع ہو۔ اس لئے میں اُمید رکھتا ہوں۔ کہ
 آپ کو بھی پہلچری مع اسباب گورنر فرانسس کو واپس دیدیں اور
 اپنی برتری اور اپنی ہمسایہ قوم کی عزت اور میری سفارش کا لحاظ
 فرمائیں۔ گورنر مدراس نے اس کے جواب میں لکھا کہ انگریزوں اور
 فرانسسوں کا معاملہ ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم کو جو حکم ملا اسکی
 تعمیل کی اور آئندہ جو حکم ملے گا اس کی تعمیل کریں گے۔ آپ کو
 اس بات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ اور میں وہ کوٹھی واپس
 نہیں دے سکتا۔ اس جواب کے آنے پر حیدر علی خاں کو ایک شریفانہ
 جوش پیدا ہوا۔ اور وہ دفعتاً فرانسسوں کی اس ہزیمت اور قوم
 انگریزی کے اس برتاؤ سے سخت متاثر ہوا۔ اور اس نے فی القوم
 سرداران فوج کے نام جو کوٹریاں بندر پر متعین تھے پروانے لکھوائے
 کہ تم سب ملکر گورنر فرانسس کے ساتھ پہلچری پر تاخت کرو۔ اور
 اپنے معزز مہمان کی عزت کا ساتھ دو۔ ہم ملک مدراس پر بڑھتے

نواب حیدر علی خاں کا فرانسیسوں کی اعانت کرنا اور انٹریل ایسٹ انڈیا کمپنی سے بگاڑ ہونا

اُدھر جنرل کوٹ اور نواب حیدر علی خاں کے فیما بین مصالحت کا عہد نامہ ہوا۔ اُدھر گورنمنٹ بنگال نے ملک پر تسلط پا کر فرانسیسوں کو نکال دینا چاہا۔ اور حسب ایما و ولایت فرانسیسوں کی سب کو ڈھیا جو ملک بنگال میں تھیں ایک ہی روز میں ضبط کر آکر مکانات کو ڈھیا دیا۔ اور موشر شاہ نور گورنر فرانس کو قید کر لیا۔ اُسی طرح گورنر مدراس نے فرانسیسوں کی کوٹھی پہنچہری کو مسمار کر کے اُسکی توہیں اور تمام سامان حرب ضبط کر لیا۔ یہ حال دیکھ کر گورنر پہنچہری نے وہاں سے بھاگ کر کوڑیاں بندر علاقہ نواب حیدر علی خاں میں پناہ لی۔ اور فرانسیسوں کے ساتھ انگریزوں کے برتاؤ اور تشدد ناروا کا حال نواب کو لکھا۔ نواب نے ازراہ شرافت اپنے اہلکاران کوڑیاں بندر کو لکھا کہ فریج گورنر کی یوری عزت کی جائے اور اُس کو ہر طرح کا

آرام دیا جائے۔ اور ایک خط گورنر مدراس کو لکھا کہ پہلچری میں فرانسس
 کی کوٹھی آپ کے درود سے پہلنے کی ہے۔ اور آپ دونو ایک ولایت
 کے رہنے والے اور ایک مذہب رکھنے والے ہیں۔ آپ کو اس طو
 پر ان کا ستانا آپ کے جبروت و عظمت کے شایاں نہیں + اور یہ
 ایک اتفاق کی بات ہے کہ گورنر فرانسس نے میرے ملک میں آکر
 پناہ لی ہے اور مجھ سے اور آپ سے صلح ہو گئی ہے۔ میں نہیں چاہتا
 کہ اس صلح میں خلل واقع ہو۔ اس لئے میں اُمید رکھتا ہوں۔ کہ
 آپ کو بھی پہلچری مع اسباب گورنر فرانسس کو واپس دیدیں اور
 اپنی برتری اور اپنی ہمسایہ قوم کی عزت اور میری سفارش کا لحاظ
 فرمائیں۔ گورنر مدراس نے اس کے جواب میں لکھا کہ انگریزوں اور
 فرانسسوں کا معاملہ ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم کو جو حکم ملا اسکی
 تعمیل کی اور آئندہ جو حکم ملے گا اس کی تعمیل کریں گے۔ آپ کو
 اس بات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ اور میں وہ کوٹھی واپس
 نہیں دے سکتا۔ اس جواب کے آنے پر حیدر علی خاں کو ایک شریفانہ
 جوش پیدا ہوا۔ اور وہ دفعتاً فرانسسوں کی اس ہزیمت اور قوم
 انگریزی کے اس بے تاد سے سخت متاثر ہوا۔ اور اس نے فی القو
 سرداران فوج کے نام جو کوٹریاں بندر پر متعین تھے پروانے لکھا
 کہ تم سب ملکر گورنر فرانسس کے ساتھ پہلچری پر تاخت کرو۔ اور
 اپنے معزز مہمان کی عزت کا ساتھ دو۔ ہم ملک مدراس پر بڑھتے

ہیں۔ چنانچہ غزہ ذیقعدہ ۹۶ھ ہجری کو نواب نے مع لشکر حجاز و
توپ خانہ آتشبار کے بعزم مدد اس کو چ فرمایا۔ اور گورنر مدد اس
نے فوج کشی نواب کی لشکر کشی گرمی کی طرف کے سب راستوں پر
نہایت سخت سد آہنی قائم کر دی۔ اس لئے نواب کو چھ کی طرف
پھر مڑا جب متصل بالالگھاٹ چری کے پہنچا۔ فوج کو ڈیال بندر کی
بھی مع گورنر پہلچری کے واپس آ پہنچی۔ اور دوسرے روز نواب
نے پھر ہزار سوار کو حکم دیا کہ اس جوار کے جوارجہ اور زمیندار
سرکار انگریزی سے واسطہ رکھتے ہیں ان کو لوٹ ڈالیں اور
گورنر فرانسس اور مویشی لالی فرانسس کو جو مع دو ہزار گورہ اور
چھ ہزار سپاہ کے مدت سے سرکار حیدری کا نوکر تھا حکم ہوا کہ جس قدر
جہاز ہم پہنچیں کرایہ کر کے اور سلاح جنگ واذوق سے بھر کر پہلچری
پر پہنچیں۔ چنانچہ انہوں نے سات جہاز کلاں اور چھ جہاز خورو
کرایہ کر اور اسباب جنگ واذوق سے بھر قلعہ پہلچری کے سامنے
لنگر ڈال دیا اور قلعہ پر گولہ باری کرنے لگے اور خشکی کے راستہ سے
نواب بطور ایلغار واپس جا پہنچا۔ اور چاروں طرف مورچے اور
دھڑے بندھوا کر گولوں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ جب قلعہ والوں
نے جان بچتی نہ دیکھی تو برج قلعہ پر فرانسسی نشان قائم کر دیا جو
صلح کی نمایاں علامت تھی۔ اس نشان کو دیکھ کر گولہ باری موقوف
کی گئی۔ اور گورنر فرانسس کو مع چند ہمراہیوں کے ایک کشتی پر

بٹھا کر قلعہ کو روانہ کیا۔ صاحبان انگریز بہادر دروازہ تک استقبال کو تشریف لائے اور گورنر فرانسس کو بڑے احترام سے قلعہ میں لے گئے اور تمام مال و اسباب مطابق تعلیقہ کے کارپردازان فرانسس کو سپرد کر دیا۔ دوسرے روز صاحبان انگریز بہادر مع فوج انگریزی قلعہ سے نکل کر اس کو روانہ ہو گئے۔ اور نواب حیدر علی خاں نے اس مہم کو نہایت کامیابی سے پورا کر کے اپنے مستقر حکومت کو معاودت فرمائی +
اور ٹیپو سلطان کو واسطے تنبیہ راجہ کورگ کے متعین فرمایا +

شمالی جسمانی وعادات زندگانی

نواب حیدر علی خاں بہادر

نواب کی عمر چھپن برس کی تھی۔ قد تناور چھ فٹ انگریزی - قوی۔ چُست چالاک۔ جفاکش۔ محنتی آدمی تھا۔ پیدل پھتا تو کوسوں چلا جاتا۔ ضرورت کے وقت رات دن گھوڑے پر سوار رہتا۔ اس پر بھی ماندگی کے آثار ظاہر نہ ہوتے۔ بشرہ گندم گوں۔ چہرہ درشت۔ دائرہ سی۔ مویں اور ابروؤں کا صفایا رکھتا۔ پوشاک ہندوستانی سفید مٹن یا منزیب کی پہنتا۔ اور اُسی کی پٹری سر پر ہوتی۔ قبادامن فراخ

استین تنگ و چُست۔ لیکن سپاہیانہ پوشاک اُس کی قسم خاص کی تھی جو اُس نے اپنے اور اپنی سپاہ کے لئے ایجاد کی تھی +

سفید اطلس کی قبا جس میں سُنہری گل ٹکے ہوتے۔ ویسے ہی اطلس کا پاجامہ۔ مخمل زرو کے موزے۔ سفید ابریشمی کمر بند۔ سُرخ اشقی رنگ کی دستار۔ جب پیادہ چلتا۔ اکٹہ بید کی چھڑی ہاتھ میں ہوتی جس کی موٹھ پر جوابہ جڑے ہوتے۔ اور جب گھوڑے پر سوار ہوتا تو ایک شمشیر پر تلے میں پڑی ہوتی اور پر تلے کے پرزد پر الماس جگمگاتے ہوتے۔ ہر باب میں سہولت اور آسانی سے کام کرتا۔ اور ہر شخص کی بات سُنتا اور جواب دیتا۔ ایک وقت میں کئی کئی کام کرتا۔ یعنی دل ہی دل میں مہمات ملکداری میں غور کرتا مقدمات میں حکم دیتا۔ حاضرین مجلس سے سوال کرتا۔ اور جنس کو جواب دیتا جاتا۔ ایک منشی سے کاغذ سُنتا۔ دوسرے منشی کو حکم بتاتا سلسلے کوئی تماشا ہوتا تو اُس کو دیکھتا جاتا۔ اجنبی لوگوں سے ملاقات کرتا۔ صد ہا چوبدار حاضر رہتے جو ہر قسم کے امیدواروں کی اطلاع کرتے۔ وہ اُن کو بلاتا۔ اُن کی عرض معروض پر التفات اور اُن سے ہر طرح کے حالات دریافت کرتا۔ لیکن فقیروں کو اپنے سامنے نہ آنے دیتا۔ اُن کے لئے اُس نے علیحدہ ایک میر صدقات مقرر کر رکھا تھا۔ اُس کے پاس بھیج دیتا۔ وہ بقدر مناسب حاجت روائی کرتا قبل طلوع آفتاب بیدار ہوتا۔ تب نقیب اور سپہ سالار جو گزشتہ رات

اور دن کی چوکی پر مامور رہے۔ اور وہ لوگ جو ان کی بدلی پر آج کے دن اور رات کے لئے آئے ہیں سامنے آکر آداب بجالاتے۔ اور گزشتہ دن رات کے اخبار ضروری عرض کرتے۔ اور آج کے لئے نئے احکام حاصل کرتے۔ اور سپہ سالار فوج اور کار گزاران دیوانی کو پہنچاتے۔ ذمہ دار افسروں کو اجازت تھی کہ وہ ضرورت کے وقت بامہ خانہ میں خانہ ہو کر نوذرعرض حال کیا کریں۔ آٹھ بجے دیوان خانہ میں داخل ہوتا۔ جہاں سب منشی اور کارپرداز بہ صیغہ اور ہر کارنامہ کے کاغذات اور خطوط لئے ہوئے موجود ہوتے۔ ان سب کو احکام بتانا اور ضروری جواب لکھواتا۔ یہیں امراء و اشرافہ خانہ ہوتے۔ زان بعد ناشتہ کر کے آئینہ محل میں بیٹھتا۔ یہاں سائیس اور فیضان گھوڑے اور ہاتھی سائے سے نکالتے۔ ان کے متعلق جو ہدایت منظور ہوتی صادر کرتا۔ پھر شکاری پیتے سبز بات کی پوشش میں زری کی ٹوپیاں لگانے سامنے سے نکالے جاتے۔ یہ ٹوپیاں اس حکمت سے بنائی گئی تھیں جو چیتے کی ذرا سی حرکت میں نیچے گر کر اسکی آنکھوں پر اندھیہی ڈال دیتی تھیں۔ نواب بہادر اپنے ہاتھ سے بعض خوب صورت چیتوں کو لقمہ دیتا اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا وہ اس کو اپنا مالک جان کر دم ہلاتے اور خوش فعلیا کرتے۔ یہاں سے دس بجے کا کھانا کھا کر ساڑھے دس بجے دیوان خانہ یا بارگاہ دربار عام میں تشریف لے جاتے۔ یہاں ایک چھوٹا شامیانہ زردوزی کا تنہ ہوتا۔ اور اس کی چوہیں طلائی مرتعہ کا رہتیں۔ اس

شامیانہ کے نیچے کرسی طلائی پر جلوس فرماتے۔ سب ارکان و اعیان
دولت پایہ بیایہ حاضر ہوتے۔ جو لوگ دادخواہ ہوتے اُن کی عرضیاں
نقیبوں کے ذریعہ سے پیش ہوتیں یا وہ خود طلب کئے جاتے۔ وہیں انکی
عرضیوں پر احکام لکھے جاتے یا کوئی حکم زبانی صادر ہوتا۔ سواری میں
عرضی دینے کا دستور نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ کوئی خاص معاملہ فوری
اطلاع و تدارک کے قابل ہو جو شاہِ نادر ہوتا تھا +

۱۷۶۷ء میں ایک روز نواب کوٹنہاٹور میں شام کی ہوا خوری کو
نکلے۔ ایک بڑھیا نے فریاد کی کہ میں بیوہ ہوں۔ میرے ایک لڑکی تھی
اُس کو نقیبوں کے سرگروہ آغا محمد نے مجھ سے چھین لیا ہے۔ یہ عرضی
عرض بیگیوں کے سردار حیدر شاہ کے ہاتھ میں دی گئی۔ حیدر شاہ نے
اس قسم کی باتیں بنائیں کہ یہ عورت اور اس کی لڑکی پردہ نشین خالونو
کی طرح نہیں بلکہ خانگیوں کی طرح رہتی تھیں۔ اس لئے آغا محمد نے
اُس کو گھر میں ڈال لیا ہے۔ نواب نے اس واقعہ کا حال دریافت
کر کے حکم دیا کہ حیدر شاہ کے دوستوں کو رے لگائے جائیں جو رعایا کی
فریاد کو دوسرے پیرایہ میں ظاہر کرتا ہے۔ اور جلد کو حکم دیا کہ اس
ظلم پر کہ آغا محمد اُس کو بزور چھین کر لے گیا اور اپنے گھر میں قید کر رکھا
آغا محمد کا سر قلم کیا جاوے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ
لڑکی بڑھیا کو دلائی گئی +

دربار حیدری میں چالیس پچاس منشی دست چپ کی طرف

دیوانخانے میں حاضر رہتے۔ اور جو اچھی یا قاصد دوسرے ملکوں سے آتے وہ یہاں بلائے جاتے۔ وہ اپنے تحایف اور خطوط سر بہر پیش کرتے۔ یہ خطوط نواب کے سامنے کھولے جاتے۔ اور نواب ہر ایک کو سنکر اس کا جواب لکھواتا۔ پھر وہ مکتوب دفتر وزارت میں بھیجے جاتے۔ یہیں نواب کی طرف پروانے اور فرمان تحریر ہوتے۔ ان میں جو کاغذ دفتر وزارت سے جاری ہوتے ان پر دیوان عام کی بڑی تہ ثبت ہوتی۔ اور جو فرمان اور پروانہ دستخط خاص سے مزین ہوتا اس پر ایک چھوٹی تہ بادشاہی ثبت کی جاتی۔ یہ تہ شاہی میر منشی کے پاس رہتی تھی۔ اور جب کوئی خاص حکم جیل کسی مہم کی نسبت صادر ہوتا تو اس پر نواب کی دستی تہ لگائی جاتی تھی جو زیب انگشت کو چاک ہوتی تھی۔ قاصدوں کو معزز خراطین ضابط کی پوری پابندی سے لئے جاتے تھے۔ یہیں گھوڑے اور ہاتھی بکاؤ اور نئی توپیں جو اعلیٰ کار گیرندہ دینے کو لاتے جلو خانے میں حاضر رہتے۔ اور نواب صاحب بنفس نفیس ان کو ملاحظہ فرماتے۔ اس موقع پر جلیل القدر امیر اور سفیر سپہ سالار بہت کم حاضر ہوتے۔ راجگان ماتحت اور امرا کے وکیل دربار میں حاضر رہتے اور مقاصد ضروری عرض کرتے۔ جب کوئی سفیر یا ذی عزت شخص پیش ہوتا تو نقیبوں کا افسر آواز بلند سے پکارتا

نٹ خراطین کھواب یا ذر بخت کی تعینوں سے مراد ہے جس میں بادشاہوں یا والیان ملک کے خاص خطوط لفافوں میں بند ہو کر رکھے جاتے اور سر بہر کئے جاتے ہیں۔

جہاں پناہ سلامت۔ فلاں فلاں یا بیگ وظیفہ خدمت بجا لاتا ہے۔

روزمرہ کے حاضر رہنے والے لوگ اس قاعدہ سے مستثنیٰ تھے۔ وہ بطور خود حاضر ہوتے رہتے تھے +

نواب بعض کو خصوصیت سے بیٹھنے کا اشارہ کرتا۔ اور اُس کے اُس کے خصوصیات وطن دریافت کرتا۔ اگر کوئی تاجر ہوتا تو اُس کے مال دیکھنے کے لئے کوئی خاص روز مقرر کرتا اور اُس کو پان دیکر رخصت کیا جاتا۔ یہ دربار شام کے تین بجے تک قائم رہتا۔ پھر نواب صاحب حجرۂ خاص میں واسطے استراحت کے تشریف لے جاتے اور قریب ساڑھے پانچ بجے کے ایوان بارعام میں تشریف لاتے۔ وہاں بیٹھ کر قواعد سپاہیوں اور صف بندی سواروں کی ملاحظہ فرماتے۔ اور اصلاح مناسب کے احکام صادر کرتے۔ بعض اقرباء و مناصبین بھی حاضر ہوتے۔ یہاں یہی منشی لوگ اپنے اپنے کام لئے ہوئے حاضر رہتے جو وہیں طے ہوتے جاتے۔ قریب شام گھوڑے پر ہو اخوری کو تشریف لے جاتے۔ وہاں سے واپس آکر ایک نہایت مکلف مکان میں رونق افروز ہوتے جو طرح طرح کے جھاڑ فانوس اور انواع و اقسام شیشہ آلات سے جگمگاتا اور عود و عنبر اور اقسام عطریات کی خوشبو سے مہکتا ہوتا۔ یہاں کی خوشبوؤں سے دور دور تک کی ہوا معطر اور معنبر ہو جاتی تھی۔ یہاں خوش گلو قوال اور شیریں حرکات بھانڈ

اور نہایت حسین اور تعلیم یافتہ طوائفیں حاضر ہوتی تھیں۔ جو تفریح طبع کا سامان تھا۔ اکثر امراء اور مصاحب اور امیرزادے قاعدہ و ادب سے تفریح میں شریک رہتے۔ گیارہ بجے تک یہ صحبت رہتی۔ امیر زادوں میں سے چار امیرزادے کمر بستہ مع شمشیر برشب کو وہیں حاضر رہتے۔ شرکاء مجلس میں سے جو شخص کچھ کھانا چاہتا۔ وہ نعمت خانہ میں جا کر کھا لیتا۔ گیارہ بجے کے بعد نواب صاحب خلوت خاص میں تشریف لے جاتے اور حسب معمول آفتاب نکلنے سے پہلے پھر برآمد ہو جاتے +

جب کسی بڑی مهم کی فتح پر کوئی جشن و دربار ہوتا تو شاعر قصیدے پڑھتے۔ جن میں نواب کی شجاعت اور سخاوت اور ہر قسم کی تعریف ہوتی۔ حاضرین دربار ہمہ تن گوش ہو کر سنتے۔ اور نواب صاحب صلہ معقول عنایت فرماتے۔ اور بب سفر میں ہوتے تو اکثر ہفتے میں دو بار گینڈے۔ برن۔ شیر۔ تیندوے۔ چیتے کا شکار کھیلتے۔ بعض اوقات شیر کو نیزہ یا تلوار سے مار لیتے +

نواب حیدر علی خاں کی سواری کا شاہانہ نزک احتشام

جب نواب حیدر علی خاں مملکت کنڑہ اور ملیبارہ کو فتح کر کے سرریگم پٹن کو واپس ہوئے اور کوٹنباٹور سے کوچ فرمایا۔ اُس روز کا جلوس

قابل یادگار ہے۔ یہ جلوس پچاس ہزار سوار جزار اور اسی ہزار پیادہ اور چار ہزار بندوچی سینگرہ وار پر مشتمل تھا۔ علاوہ اس کے تو پچانہ انگریزی اور ہندوستانی اور باندہ اور تلم بردار وغیرہ کی تعداد علیحدہ تھی۔ جلوس کی ترکیب یوں قائم ہوتی :-

(۱) سب سے آگے سواران فرنگستان کا خواہمورت رسالہ ہوتا۔ جن کی خوشنما درویاں اور اونچی اونچی تانبناک ٹوپیاں عجیب بہار دکھاتیں اور ان کے زرق برق اسلحہ اور نمونہ گھوڑوں سے عجیب جاہ و احتشام ظاہر ہوتا۔

(۲) ان کے پیچھے تین سو شتر سوار نامہ بر ساز و سامان سے آراستہ دو کوہان والے اونٹوں پر چمکدار بھالے لئے نظر آتے۔

(۳) ان کے بعد دو ہاتھی نہایت سر بلند ہوتے۔ نشان بردار ہوتے یہ نشان نیلے رنگ کے ریشمی اور زرکار پہریروں سے آراستہ ہوتے۔ اور ایک نشان پر آفتاب کی صورت اور دوسرے پر چاند اور ستاروں کی صورت زریں کام سے بنی ہوئی ہوتی۔

(۴) ان کے بعد ایک سب سے اونچی ہاتھی پر ایک جوڑی نقارہ کی رکھی ہوتی۔ اور نقارہ نواز بجاتے چستے۔ ان نقاروں کی آواز چھ میس انگریزی تک جاتی تھی۔

(۵) پھر قرنا، بجانے والے سواروں کا ایک غول ہوتا تھا۔ اس قرنا کے ذریعہ سے جو شیلے راگ فوج کوٹتے جاتے تھے۔ اور

سپہ سالاروں کے احکام بھی انہیں کے ذریعہ سے تعلیم یافتہ
فوج کو پہنچائے جاتے تھے +

(۷) ان کے بعد چار ہاتھی آور ہوتے۔ ان پر چوبیس ارباب نشاط
بیٹھتے اور موسیقی کے ساز بجاتے چلتے +

(۸) ازاں بعد پانچ ہاتھی آور ہوتے جن پر طلائی مرصع کارعماریاں
رکھی ہوتیں۔ یہ ہاتھی اس لئے ساتھ ہوتے کہ لڑائی کے وقت
نواب مع سرداروں کے سوار ہو۔ لیکن نواب نے سوائے
گھوڑے کے کبھی ان ہاتھیوں پر بیٹھنا پسند نہیں کیا +

(۹) ان کے بعد چار ہاتھی آور ہوتے ان پر زریں ہشت پہلو بود
کے ہوتے۔ ان ہودوں پر چھ چھ جو ان زرہ خود چار آئینہ
جوش بکتر پہنے ہوئے سوار ہوتے۔ اور بھری ہوئی قرابینیں
ان کے ہاتھوں میں ہوتیں۔ جو اس لئے اشارہ سے گراب مارنے
پر تیار ہوتے +

(۱۰) ازاں بعد دو رسالے حبشیوں کے آتے۔ ان کے ہتھیار نہایت
چمکدار ہوتے۔ جن کی چمچا ہٹ سے آنکھیں خیرہ ہوتیں۔ ان
کے خودوں کے اوپر سرخ و سیاہ پر نہایت لطف دیتے۔ ان
کے ہاتھوں پر چمکدار نیزے رہتے۔ اور گھوڑوں کے ابریشمین
زمینوں میں خوب صورت آویزے عجیب بہار دکھاتے +

(۱۱) ان کے پیچھے کالوں کا ایک عجیب قشون ہوتا۔ یہ ایک چادر

اوڑھے اور گھٹنوں کے اوپر تک جائٹے پھنے اور کمر میں بچھا ہوا
گھنٹہ باندھے سر پر شتر مرغ کے پر لگائے مستانہ چال چلتے ہوتے
ہاتھوں میں لمبے نیزے ہوتے +

(۱۱) ان کے بعد ایک بھی قطار جھنڈی برداروں کی ہوتی۔ ان کی
جھنڈیوں میں سُرخ اطلس کے پیرے ہوتے۔ اور جھنڈیوں
کے اوپر فولاد کی تیز پھاں لگی ہوتی +

(۱۲) زان بعد دولت حیدری کے شاہزادے اور سپہدار اور دوسرے
افسر اور جاں نثار ہوتے جو سر سے پاؤں تک غرق فولاد نظر
آتے۔ عربی گھوڑوں پر سوار شمشیر زریں نیام کمر سے لگی۔ لباس
نہایت خوش رنگ و زر کار۔ خودوں پر جڑاؤ کلخیاں لگی ہوئی۔
بعض شوقین زرہ مینا کار پہنے رواں ہوتے۔ گھوڑے کے سرو
پر جڑاؤ کلخیاں اور موتیوں کی جھال رکھے ہوئے زین عجب بہا
دیتے۔ اس جماعت خاص میں کم و بیش چھ سو آدمی ہوتے +

(۱۳) اس جماعت کے بعد اسی سوار شکاری آتے جو اسباب میں یکتا
ہوتے۔ ان کے گھوڑے بھی نہایت اعلیٰ درجہ کے عربی اور
خوبصورت سامان سے آراستہ ہوتے +

(۱۴) زان بعد بارہ گھوڑے سواری خاصہ کے چہل بل دکھانے کو بل
چلتے۔ یہ گھوڑے بہت ہی قیمتی اور شایستہ ہوتے۔ اور ان کے
زریں اور مرقع زین و لگام بھی لاکھوں روپے کی قیمت کے ہوتے +

(۱۵) ان گھوڑوں کے پیچھے ایک فوج پیادوں کی ہوتی جو سُہری

موٹھ کا ایک لمبا سیاہ رنگ عصا لئے ہوتی +

(۱۶) زراں بعد بارہ نقیب ترکی گھوڑوں پر سوار سونے کی عصاے

مرصع ہاتھوں میں لئے ہوتے +

(۱۷) ان کے بعد سب منصبدار خانگی جیسے خانساں سرگردہ نقیبان

اور سلحدار حیدری وغیرہ کے ہوتے۔ ان کے گلوں میں طوق

زریں ان کی شناخت کا پڑا رہتا +

(۱۸) زراں بعد میرسداقات کا ہاتھی ہوتا جو پیرزادہ سید مشہور تھا +

(۱۹) اتنے سلسلہ مواکب کے بعد نواب حیدر علی خاں بہادر کا سفید

ہاتھی جھوم جھوم کر خراماں ہوتا۔ اس خوش نصیب ہاتھی کے

انگھ پاؤں میں چاندی کے حلقے اور گلے میں سونے کی زنجیریں

پڑی رہتی تھیں۔ سب ہاتھیوں سے زیادہ بلند اور تنومند

تھا۔ اُس کی عماری جس میں نواب بیٹھتے سوائے چار کلس

صدائی کے اور کوئی زینت خاص نہ رکھتی تھی۔ اور دو تیر

سونے کی زنجیروں سے بندھے عماری کے دونوں طرف لٹکتے رہتے

تھے۔ یہ دو تیر راجہ زمرین حاکم ملیبار کی غماری میں

رہتے تھے + جب نواب نے اُس پر فتح پائی تو وہ تیر نواب

کی عماری میں لٹکائے جانے لگے۔ اس ہاتھی کی مشک پر

ایک زریں سپرنگی رہتی تھی۔ اور خواسی میں دو چنور بردار

میٹھے مورچیل جھلے رہتے تھے۔ اس مورچیل سے نہایت عمدہ خوشبو نکلتی اور دور دور تک کی ہو اکو خوشبودار کر دیتی تھی +

(۲۰) نواب کے ہاتھی کے بعد دوسو ہاتھیوں کی قطار ہوتی تھی جو دو دو ہاتھی برابر رکھ کر قایم کی جاتی تھی۔ ان پر طرح طرح کے نفرہ اور طلائی اور مرصع ہودے اور عاریاں کسی ہوتی تھیں۔ ہر ہودہ پر ایک سردار بیٹھا اور اس کی خواصی میں اس کا خدنگ ہوتا۔ ہاتھیوں کی پوشش اور جھولیں زربفت و زر کار کی مغرق ہوتی تھیں۔ اور جن ہودوں یا عاریوں میں شاہزادے یا اکابر دولت سوار ہوتے وہ جواہریش قیمت سے مرصع ہوتیں۔ جھولوں میں سچے موتیوں کی جھالیں نظر آتیں +

(۲۱) اس قطار کے بعد پانچ سر بلند ہاتھی آتے اور ہوتے۔ ان میں ایک ہاتھی پر طلائی مسجد رکھی ہوتی۔ دوسرے ہاتھی پر تین پھلیاں جن کے فلوس جواہر سے بنائے گئے تھے۔ اور بعض جگہ مینا کاری کی ہوئی تھی کھڑی ہوئی معلوم ہوتیں۔ تیسرے ہاتھی پر ایک بہت بڑی اور موٹی بتی کا نور کی شمع ان زمین میں لگی ہوتی چوتھے ہاتھی پر دو دیگییاں سونے کی دوسہری چوبوں پر رکھی ہوتیں۔ پانچویں ہاتھی پر ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ایک چوکی رکھی ہوتی +

(۲۲) زان بعد دور سالے جشیوں کے اسی ساز و سامان سے پھر

نکلے جیسے پہلے نکل چکے +

(۲۳) ان کے بعد جشیوں کی پیش آتی۔ ان کا لباس قرمزی رنگ کا ہوتا۔ گل میں چاندی کے طوق پڑے ہوتے۔ ہاتھوں میں بھالے لٹے ہوئے نیزے لٹے ہوئے ہوتے +

(۲۴) پھر اور ایک چالاک و جانباز سپاہیوں کا غول ہوتا۔ جو دو دو ملکر چلتے۔ ان کا لباس ریشمی ہوتا۔ اور ان کے ہاتھوں میں ایک ایک نیزہ چودہ چودہ ہاتھ کا لانا سیاہ وارنش سے چمکتا ہوا نظر آتا۔ قلعہ مختہ نواب حیدر علی خاں کا یہ جلوس جہاں سے گزرتا۔ دشت و صحرا کو لالہ زار بناتا۔ اور تماشا نیوں کو باجاہ جلال بہار دکھاتا جاتا۔ جس کا ذکر مہینوں ہوتا رہتا۔ اور درمیان میں جو راجے اور نواب پڑتے وہ بڑے شوق سے اُس کے استقبال اور اُس کے فوجی احتشام کو دیکھنے آتے۔ قلعہ مختہ جب نواب کا یہ جلوس سرپرنگ پٹن کے قریب پہنچا۔ تو میر محمد علی خاں نے بہت بڑی دھوم دھام سے مع اُمراء سرداران دارالامارۃ شہر سے چند میل باہر استقبال کیا۔ اور تمام اُمراء اور سردار اور سب اہل فوج شاداں شاداں اپنے گھروں میں داخل ہوئے +

میرزا علیخاں خسرو پورہ نواب حیدر علیخاں کا

مادھوراؤ پیشوا سے بلجانا اور مادھوراؤ

کا باتفاق نظام حیدر آباد و صاحبان

انگریز کے سرسبزنگ پن پر چڑھنا۔

مع معرکہ آرائی نواب صوف

نواب حیدر علی خاں نے اپنے نوجوان بھتیجے میرزا علی خاں کو
صوبہ دار سر اقرار کر دیا تھا۔ اور بمقتضای حزم و احتیاط ایک مدبر
برہمن کو اُس کا نائب مقرر کیا تھا۔ میرزا علی خاں صوبہ داری پر
پہنچ کر عیش و نشاط میں پڑ گیا۔ اور جوانی کی اُمنگ اور حکومت
کی ترنگ میں لاکھوں روپے خرچ کرنے لگا۔ جس سے کہ قرضداری پر
نوبت پہنچی۔ اور برہمن مذکور اُس کو اور بھی حوصلہ دلاتا۔ اور اُسکی

فیاضی کی تعریف کرتا۔ آخر میں جب نواب نے حساب پوچھا تو میرزا علیخاں کو فکر ہوئی۔ تب برہمن مذکور نے اُس کو خوف دلایا کہ اب نواب آپ کو اور مجھ کو دونوں کو خراب کر گیا۔ اس لئے سوائے اس کے کوئی تدبیر نہیں کہ آپ پیشوا سے پونا کو اپنا سرپرست بنالیں۔ اور یہ صوبہ جو نواب نے مرہٹوں سے چھینا ہے تھوڑے خرارج پر انہیں پھیر دینے کی تدبیر کریں تو البتہ آپ کی حکومت بطور خود قایم رہ سکتی ہے۔ میرزا علیخاں اُس کے کہنے میں آگیا اور اُس کو اپنا سفیر بنا کر دربار پونا میں روانہ کیا۔ جب برہمن مذکور دربار پونا میں پہنچا اور میرزا علیخاں کی تحریر پیش کی تو سفیر انگریزی بھی دیاں موجود تھا۔ اُس نے بھی پیشوا کو اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی۔ اور نظام حیدر آباد کو بھی لکھا۔ اور انگریزوں کی طرف سے بھی شرکت کا وعدہ کیا۔ اور وہاں اس کے موافق تیاری ہونے لگی +

ادھر نواب کو اُس تک حرام اور فتنہ پرداز برہمن کی چالاکی اور پونا میں اس مشورہ متفقہ کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنا گھر اپنے گھر کے چراغ سے جلتا دیکھ کر سخت غم و متردد ہوا۔ تاہم اُس نے اپنی دلیری اور استقلال اور اپنی رائے صائب کو رہنما بنا کر یہ تدبیر کی کہ اپنی سب فوج کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر کے دارالملک کے چاروں طرف متعین کر دیا۔ اور سپہداروں کو حکم دیا کہ شہر و قصبات اور دہات اور قلعہ جات کے رہنے والوں کو بزدل

اور ازراہ حکمت عملی اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اپنے مکانوں کو چھوڑ کر
 سریرنگ پٹن میں آریں اور سوائے بڑے بڑے درختوں کے
 گھانس تک کو جلا کر خاکستر کر دیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو
 مرہٹوں کی فوج سے تکلیف اٹھائیں گے۔ اور پھر بھاگنے کا موقع
 بھی نہ پائیں گے۔ اور لشکر کے تمام اہل حرفہ اور بہیرنگاہ کو حکم دیدیا
 کہ چاروں طرف جا کر لوٹ لیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں سریرنگ پٹن
 کے آس پاس تیس تیس میل تک تباہ و برباد ہو گیا۔ اور ہر قسم کا غلہ
 اور سامان سریرنگ پٹن میں آکر بھر گیا۔ جو رعایا اپنا اسباب و غلہ
 سریرنگ پٹن میں لاتی وہ سب سرکار حیدری میں مقبول نرخ و
 قیمت پر خرید کر لیا جاتا۔ اس سے غلہ وغیرہ کے انبار لگ گئے۔ اور
 جو لوگ یہاں اٹھ آئے تھے ان کے ساتھ نہایت نرمی اور دلجوئی
 کا برتاؤ کیا گیا۔ جس سے ہر شخص نواب کی مصیحت کا شریک بن گیا۔
 اور نواب کی بہتری میں اپنی بہتری سمجھنے لگا۔ جب اس انتظام سے
 فرصت ہوئی۔ تو سب فوجوں کو جمع کر کے ایک عظیم الشان لشکر گاہ
 قائم کی جس سے تمام شہر اور قلعہ گھر گیا۔ اور نہ رکا ویری پر پورا
 پورا قبضہ رکھا گیا۔ بڑی بڑی توپیں حصار قلعہ پر لگائی گئیں۔ اور
 چونکہ اس قلعہ کے متعلق تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر سات قلعے اور پتھر
 ان پر اٹھارہ اٹھارہ توپیں چڑھوا دیں اور پانسو گولہ انداز ان پر
 متعین ہوئے۔ اور منوں کی مقدار میں آہنی گولہ بھجوائے گئے تاکہ

حملہ مخالف کے وقت میدان پیشرو میں پھیلا دئے جائیں۔ ایک سو
 ضرب توپ سرریجنگس بن کے حصار قلعہ پر اور پاس ضرب توپ ایک
 معبد سنگین پر جو روڈ کا ویری کے سامنے ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ اور
 تین سو ضرب توپ اُس لشکر گاہ کے آس پاس لگائی گئیں۔ اور
 سواروں کی فوج کو میر خدوم علیخاں کی سرکردگی میں واسطے مدافعہ
 نواب نظام علیخاں کے حدود بنگلور پر بھیج دیا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر
 آس پاس کے دہات کو تباہ کرنا شروع کیا۔ باقی سوار اور پیادوں
 کو مع ایک بہیر کے نواب میر فیض اللہ خاں کے سپرد کیا۔ کہ وہ دیار
 بنگلور میں جا کر اُن کو ہستانی راستوں کو روکے جو اُس ملک کو کنڑے
 سے جہا کرتے ہیں۔ اور جو فوج وہاں متعین ہے اُس سے ملکر مرہٹہ
 فوج کی پورش کو روکے۔ اور انگریزی سپاہ ایک قلعہ درمیانی پر
 مامور کی گئی۔ اُدھر مادھوراؤ پیشوا ڈیڑھ لاکھ سواروں کی جمعیت
 سے مع توپخانہ وغیرہ نواح سرای میں نمودار ہوا۔ اس موقع پر جب
 لوگوں کو معلوم ہوا کہ میرزا علیخاں مرہٹوں سے مل گیا ہے تو قلعہ دار
 حصار مارٹ سرا اور گھیری نے مادھوراؤ کے مقابلہ میں ایسے جوہر
 مردانگی دکھلائے کہ اُس نے باوصف فتح کر لینے قلعوں کے نشان
 اور سلاح دونو چھوڑ دئے۔ اور سولہ گولہ انداز فرنگی جو قلعہ سرای میں
 تھے۔ میرزا علیخاں پر نفرین کرتے ہوئے نواب حیدر علیخاں کے
 پاس چلے آئے۔ نواب نے اُن کو بڑی عزت سے لیا اور ایک ایک

جوڑی کنکن طلائی کی افسردوں کو اور زر نقد سپاہیوں کو انعام دیا۔ او
جو اسباب اُن کا قلعہ میں چھوٹ گیا تھا اُسکی قیمت اُن کے کہنے کے
موافق اُن کو دی گئی۔ جس سے وہ نہایت خوش ہو کر نواب کی حمایت
پر آمادہ ہوئے۔ اور دوسرے مقامات پر متعین کر دئے گئے۔ اور
چونکہ انگلش سفیر کی تحریک اور شہ دینے سے نظام حیدر آباد بھی مع
فوج و توپخانہ کے چل پڑے تھے۔ اس لئے وہ اور مادھوراؤ دونوں
سیناپٹن کے سنان میدانوں میں ایک ساتھ پہنچے جو سریرنگ پٹن
سے سات فرسنگ پر واقع ہے۔ اور آپس میں سریرنگ پٹن کی
تسخیر اور خزائن کی لوٹ اور ضبطی کے بڑے بڑے منصوبے کرنے لگے۔
لیکن جب اُن کو معلوم ہوا کہ یہاں تیس تیس میل تک ملک برباد کر دیا
گیا ہے۔ اور اس دور میں گھانس کا تنکا تک نہیں ملتا اور نہ کوئی
آدمی موجود ہے تو اُن کو ضروریات لازمی افواج کے لئے نہایت
پریشانی ہوئی۔ اُن کی فوج سے جو کوئی لکڑی گھانس کو جاتا اُس کو
کہیں تنکا تک نظر نہ آتا۔ نہ کوئی آدمی ملتا جس سے کچھ پتہ لگائے یا
جبر و تشدد سے کوئی چیز حاصل کر سکے۔ اور اُس حد سے باہر نواب
کی متعینہ فوجیں راستوں پر عظیم کی ضیافت کو پھیلی ہوئی تھیں جس سے
سودو سو ہزار دو ہزار کی جمعیت کو لوٹ لیتیں اور خوب دق کرتیں۔
دوسرے روز افواج مرہٹہ اور نظام کے کئی رسالے حوالی سریرنگ پٹن
کی دیکھ بھال کو آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ نواب حیدر علیاں کا

لشکر اس حساب سے پھیلا ہوا ہے۔ اور سینکڑوں توپوں کی تیہنی
 اس حساب سے لگی ہوئی ہے کہ وہاں پہنچ کر ایک لشکر نہ جاے
 ماندن و پائے رفتن میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اور بڑا لفافہ یہ ہے کہ
 حیدر علی خاں کے لشکر والوں نے ان کی دیکھ بھال میں کچھ مزاحمت
 نہ کی بلکہ اخلاق سے باتیں کر کے اُن کو آمد زیادہ دیکھ بھال کا موقع
 دیدیا۔ دوسرے روز دوسرے رسالوں نے دوسرے افسروں کے
 ساتھ آکر دیکھ بھال کی۔ تیسرے روز نواب نظام علی خاں اور مادھو
 مع اپنے اپنے امیروں اور سرداروں کے جو ہاتھیوں پر سوار تھے
 ایک مرتبہ میدان میں نمودار ہوئے۔ پھر دیکھتے دیکھتے وہ میدان
 فوجوں سے بھر گیا۔ اس انبوه کثیر میں دو لاکھ سوار و پیادہ کا اندازہ
 کیا گیا ہے۔ اور امیروں اور سرداروں کے عماری دار ہاتھی دوسو
 سے زائد تھے۔ جنرل اسمتھ اپنے رسالہ ترک سواران کے ساتھ
 واسطے دریافت بعض حالات کے آگے بڑھے اور اُس حد تک چاہنے
 جس سے آگے جانا ممکن نہ تھا۔ اور جیسے آگے بڑھنے کا حوصلہ کیا۔
 اُن سات قلعوں میں سے ایک قلعہ سے جس پر خود نواب حیدر علی خاں
 حکمران تھا اور دُور بین سے اُن فوجوں کی کثرت کو دیکھ رہا تھا ایک
 بلند پرچم کے ذریعہ سے اشارہ کیا گیا۔ اشارہ ہوتے ہی سب قلعوں
 سے گولے اولوں کی طرح برسا شروع ہوئے اور مشاق گولہ ازوب
 نے ایسے تیز فیر داغے کہ عنیم کی فوجوں میں پتھری سے بوکھلاہٹ

شروع ہو گیا۔ پھر سپاہی پر سے آگ برسنا شروع ہوئی۔ اس سے
 بہت تھوڑی دیر میں کشتوں کے پتے لگ گئے۔ آدمی پر آدمی اور
 سوار پر سوار گرنے لگا۔ گرے ہوئے سواروں کے گھوڑوں نے بھاگ
 بھاگ کر کشتوں کو کچل ڈالا اور صف بندی کو درہم و برہم کر دیا۔ توپوں
 کی آواز سے اہل فوج کو اپنے افسروں کی آواز کا سُنا دشتوار ہو گیا
 اس موقع پر سب سے پہلے نظام علیہاں کو اپنی جان کی فکر ہوئی اور
 اسکی آرام طلب فوج بھی ہیبت زدہ ہو کر بھاگنے کے لئے ادھر ادھر
 دیکھنے لگی۔ اور جنرل اسمتھ پر ثابت ہو گیا کہ ان فوجوں سے حیدر علیہاں
 کی فوج کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ نہ ان سرداروں میں حیدر علی خاں
 جیسا دم خم ہے اس لئے جنرل نے نظام کو داپسی کا مشورہ دیا اور
 باقی ماندہ فوجیں مع سرداروں کے اپنی اپنی خیمہ گاہ پر واپس پہنچیں۔
 دوسرے روز محبس مشورہ منعقد ہوئی۔ اور دونوں لشکروں کے سردار
 اور سپہ سالار وہاں جمع ہوئے۔ جنرل اسمتھ نے رائے دی کہ دونوں
 سردار مل کر نواب حیدر علیہاں کو قلعہ سے باہر آکر میدان میں جنگ
 کرنے پر آمادہ کریں۔ اس پر ان کا اتفاق نہ ہوا۔ اس ناکامی کے
 علاوہ افواج نظام اور مرہٹہ کو آٹے وال گھانس لکڑی وغیرہ
 ہر چیز کی تکلیف ہونے لگی۔ اور ہاتھی اور گھوڑے بھوکوں مرنے
 لگے۔ جو سامان باہر سے آتا وہ کئی منزل پہلے ہی لوٹ لیا جاتا۔ اور
 نواب کی فوجوں میں کسی بات کی کمی نہ تھی جس کا انتظام پہلے سے

کر لیا تھا۔ لاچار مادھوراؤ نے سینا پٹن سے اپنی خیمہ گاہ اٹھا کر
 رود کا ویری کے کنارے سریرنگ پٹن سے پانچ میل دوسری جانب
 ڈیرا کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے پہلے روز فیما بین نواب اور
 مرہٹہ کے کوئی خفیہ بات ٹھہر گئی تھی جس سے اُس مقام پر ڈیرہ کرتے
 ہی صلح موقت قرار پا گئی۔ اور وہ تیسرے روز صوبہ سرکار پر دازان
 حیدری کو سپرد کر کے پونا کو روانہ ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر نظام علیخان
 کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔ نواب حیدر علیخان کو معلوم تھا کہ
 نظام علیخان زیادہ دلیر نہیں۔ اور وہ خوف کے وقت استقلال کو
 قائم نہیں رکھ سکتا۔ اور نیز پرچہ نویسوں کی تحریر سے نظام کی پریشانی
 کا حال معلوم ہوا تو اُس نے جنرل اسمتھ کی بات کو تازہ کرنے کے
 لئے قلعہ سے نکل کر اپنی خیمہ گاہ سینا پٹن کے میدان میں قائم کر دی
 یہاں تین روز پہلے مرہٹے پڑے ہوئے تھے۔ اس حرکت سے نظام
 علیخان پر اور زیادہ وحشت غالب ہوئی۔ اور اُس نے اپنے
 امیروں سے صلاح کی۔ آخر کار نواب رکن الدولہ دیوان نظام نے
 اس کا اپنے ذمہ لیکر نظام سے عرض کی کہ فدی کے نزدیک بعد چلے جانے مرہٹہ
 کے صلح و آشتی بہتر ہے۔ اور جنرل اسمتھ کو دوسری باتوں میں
 لگایا لیکن عقلمند جنرل تاڑ گیا کہ ان باتوں میں ایک منافقانہ خیال
 پوشیدہ ہے۔ ممکن ہے کہ نظام علیخان مجھ کو نواب حیدر علیخان کے سپرد
 کر کے چلتا ہو۔ اس لئے۔ وہ مرا اس کو روانہ ہو گیا۔ اور یہ سب

حال گورنمنٹ مد اس کو تحریر کیا۔ اور آخر میں لکھا کہ نظام انگریزوں کو
 تنہا رکھنا چاہتا ہے جس کے نتائج نہایت نقصان رساں پیدا ہونا
 ممکن ہیں۔ اُدھر رکن الدولہ نے اپنے براور نسبتی نواب محمد علی خاں (ناظم
 ارکاٹ) کو لکھ بھیجا کہ جب تک نواب حیدر علی خاں نواح بنگلور اور
 مالیم نواب نظام علی خاں کو نہ دیں صلح نہ ہوگی۔ اور نواب محمد علی خاں
 نے یہ خیال گورنمنٹ مد اس پر ظاہر کیا۔ مد اس کی کونسل نے جنرل
 اسمتھ کے خیال کو صحیح نہ جانکر جنرل کو لکھا کہ تم ہر حال میں نظام علی
 کے ساتھ شریک رہو۔ نظام ہی اسے صلح کے جنگ جاری رکھنا چاہتے
 ہیں۔ یہاں تو یہ حال ہوا اُدھر رکن الدولہ نے حیدر علی خاں کو لکھا
 کہ میں آپ کی حسب مرضی سب کام ہونے کی غرض سے آپ کے حضور
 میں آنا چاہتا ہوں۔ اور یہ کارروائی نواب محفوظ خاں کی معرفت کی
 گئی۔ چنانچہ اُس کو حاضر ہونے کا حکم ہوا۔ اور جتنی تیاریاں ملتی
 ہو گئیں۔ رکن الدولہ نے نواب حیدر علی خاں کے سامنے جا کر
 طرح طرح کی باتیں بنائیں۔ اور جتنے الامکان اپنے مالک کا کام بنانا
 چاہا۔ امور صلح میں یہ قرار پایا:-

۱۔ نواب محفوظ خاں برابر کلاں نواب محمد علی خاں ناظم ارکاٹ
 اپنی بیٹی کی بیوہ سلطان سے شادی کر دیں *

۲۔ نواب محفوظ خاں جو نواب انور الدین خاں کے بڑے بیٹے
 مالک اور وارث مالک ارکاٹ کے ہیں اپنے تمام حقوق نواب

ٹیپو سلطان کے حق میں چھوڑ دیں گے +

(۳) نواب حیدر علی خاں اور نظام علی خاں اپنی افواج متفقہ سے نواب محمد علی خاں کو مقہور کریں گے جو نواب محفوظ خاں کے بھتے ہوئے مالک نہیں ہو سکتا +

(۴) قلعہ جات مفتوحہ پر قلعہ دار وغیرہ مامور کرنے کا اختیار نواب حیدر علی خاں کو ہو گا +

(۵) میر محمد دوم علی خاں کو ان قلعہ جات و ممالک کی قلعہ داری تفویض ہوگی تا وہ اپنے بھانجے ٹیپو سلطان کے تمام کاموں کو بطور نائب اس صوبہ کے انجام دیتے ہیں +

(۶) نواب رضا علی خاں خلف نواب چند اصحاب مرحوم نے بھی اپنے تمام حقوق نوابی آرکٹ و ترچاپلی و ناڈورا کو بنام شاہزادہ ٹیپو سلطان و انزاشت کیا ہے +

(۷) نواب حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان تمام مملکت تنجا و ربعہ معزول کرنے راجہ تنجا و رکے نواب میر رضا علی خاں کو سر بہا میں نواب چند اصحاب مقتول پدر نواب رضا علی خاں مذکور کے دیویں +

(۸) نواب حیدر علی خاں اور نظام علی خاں ایک دوسرے سے نفاق و مخالفت روانہ رکھ کر ایک دوسرے کے دوست و مددگار رہیں گے +

قبل توثیق اس عہد نامہ کے ٹیپو سلطان کا نظام علی خاں کے پاس

جانا قرار پایا جواب دہاں بطور ایک حلیل نشان دوست کے مقیم
تھے۔ ٹیپو سلطان بڑے شکوہ و امتشام سے نظام علیخاں کی خیمگاہ
میں گیا۔ دس ہزار فوج مع توپخانہ اور چھ سو فوج گورہ نہایت زرق
برق لباس میں ساتھ تھی۔ نظام علیخاں کے سرداروں اور انگریزی
افسروں نے اس فوج اور توپخانہ کو بہت ہی پسند کیا۔ اور نواب
حیدر علیخاں اور ٹیپو سلطان کی بہادری اور آراستگی فوج کی داد
دی۔ ٹیپو سلطان کے داخل ہوتے ہی سلامی کی توپیں چھوٹنے لگیں
اور بہت بڑے احترام سے لیا گیا۔ دوسرے روز نواب بھالت جنگ
برادر نظام علیخاں سلطان موصوف کی ملاقات کو آئے۔ رکن الدولہ
اور دوسرے ارکان دولت نظامیہ بھی ساتھ تھے۔ تیسرے روز نواب
حیدر علیخاں اور نظام علیخاں سے ملاقات ہوئی۔ پھر نظام حیدر آباد
نے باقی فوج انگریزی کو بھی رخصت کر دیا جو جنرل اسمتھ کے بعد رہ
گئی تھی۔ اور کونسل مدراس کو اس صلح و اتفاق کی اطلاع دیدی
اور نواب حیدر علیخاں نے اپنے وکیل سینا جی پنڈت حاضر باش
کونسل مدراس کے ذریعہ سے ایک مراسلہ گورنمنٹ مدراس کے
پاں بھیجا۔ اُس کا مضمون یہ تھا کہ نواب محمد علیخاں کی منافقت اور
چال بازی سے تمام ملک پریشان اور مضطرب ہو رہا ہے۔ وہ محض اپنی
چال بازی سے آرکٹ کا مالک بن بیٹھا ہے۔ حالانکہ وہ نواب محفوظ خاں
کے ہوتے ہوئے ملک کا وارث اور مالک نہیں ہو سکتا۔ اُسی نے

انگریزوں کو طرح طرح کے لالچ دیکر جنگ پر آمادہ کیا۔ اور ایک کو دوسرے سے لڑا دیے کو اپنی عیاری سمجھا۔ اب ہم دونوں نے اُس کو ملک سے بیدخل کر دیا ہے۔ آئندہ آپ اُس کی باتوں میں نہ آئیں اور اپنی فوجوں سے اُس کو مدد نہ دیں اور جو فوجیں قلعہ جات ممالک آرکاٹ میں اُسکی کمک کے نام سے آپ نے متعین کر رکھی ہیں۔ وہ اٹھائی جائیں۔ اور ہر ملک اور قلعہ جات نواب محمد علی خاں نے آپ کے پاس رہن کر دئے ہیں اُن کا روپیہ سرکار حیدری سے ادا کر دیا جائیگا +

تفصیل ممالک نواب حیدر علی خاں و

تقابل افواج انگریزی چشم دید

نامہ نگار فرانسسیسی

۱۷۶۷ء سے ۱۷۶۹ء تک جو لڑائیاں نواب حیدر علی خاں اور

انگریزوں سے واقع ہوئیں۔ اُن کے متعلق ایک نامہ نگار فرانسسیسی اپنے چشم دید حالات یوں بیان کرتا ہے کہ ۱۷۶۷ء میں ممالک متصرف حیدری اس تفصیل سے تھے :-

مملکت میسور۔ صوبہ بنگلور و منگلور۔ ساوندگ۔ چیتل درگ۔ ہندی درگ۔ لنگن گڑھ۔ رائے درگ۔ کرناٹک جو تمام وادی جبال پرانہ اور ترچناپلی سے ماڈورا اور ٹراونکور اور سواحل ملیبار تک پھیلا ہوا ہے۔ صوبہ سہرا۔ شانور۔ کڑپہ۔ کنواں۔ بالا پور۔ کوچک۔ کولا۔ گرم کنڈہ۔ مرزبوم۔ بالا پور کلاں۔ ریاست کوچک (کوچین) بنگلور۔ کشن گیری۔ گنتی۔ بلاری۔ حیدرنگر۔ مدہگیری۔ رجن گڑھ وغیرہ۔ مملکت کنڈہ جو اس رامہ سے شمال کی طرف سرحد بیجا پور تک چلی گئی ہے سواحل ملیبار۔ جزائر مالدیوہ۔

اور نواب حیدر علی خاں کے ممالک مقبوضہ میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ سب ایک دوسرے سے ملے ہوئے واقع ہوئے ہیں اور جو سرحد علاقہ انگریزی سے ملتی ہے وہ قدرتی پہاڑوں اور تنگ دروں سے محفوظ ہے۔

اگر روایت عام پر اعتبار کیا جائے تو ممالک حیدری میں چھوٹے بڑے ایک ہزار قلعوں سے زیادہ ہیں۔ اور جو قلعے نامہ نگار نے دیکھے وہ بھی سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ہر قلعہ میں اسکی حیثیت اور ضرورت کے موافق سپاہ رہتی ہے۔ اور جب کوئی بڑی ضرورت پیش آئے تو پہاڑوں کی جنگی رعایا جو تیر اندازی میں نہایت مشاق ہوتی ہے ان قلعوں کی کمک کو آجاتی ہے۔ اور ایسی جاں فشانی ظاہر کرتی ہے کہ غنیمت بغیر محاصرہ شدید کسی ایک قلعہ پر قبضہ نہیں کر سکتا

ہر قلعہ میں تمام غلہ جات اور اشیاء ضروری کا ذخیرہ موجود رہتا ہے
 اس ملک میں ہر قسم کے جانور پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن حیدر علیٰ نے اپنے
 سلیقہ خدا داد سے اُونٹ۔ گھوڑے۔ ہاتھی بطور خود پرورش کرتا ہے
 علاوہ اُن گھوڑوں اور ہاتھیوں کے جو سواروں اور سرداروں کے
 پاس ہیں بیس ہزار گھوڑوں کا ایک گڈ اور چھ سو ہاتھیوں کا ایک
 حلقہ کوہ و صحرا کی بہتر سے بہتر چراگا ہوں میں انتظام خاص کے ساتھ
 رکھا جاتا ہے۔ ضرورت کے وقت طلب کر لئے جاتے ہیں۔ جو کم ہوتے
 ہیں وہ خرید کر داخل کئے جاتے ہیں۔ اُن کے علاوہ ہاتھی گھوڑوں
 کی خرید و بار جاری رہتی ہے۔ سوداگر لوگ دور دور سے اُس کے
 لئے ہاتھی گھوڑے لاتے اور اسکی قدردانی اور فیاضی سے نایدہ
 اٹھاتے ہیں۔ نواب اپنی فوج کے لئے ہر مقام پر عام ضرورتوں کا
 سامان کثیر فراہم رکھتا۔ کسی چیز کی کمی نہ ہوتی۔ اور سامان حرب
 و فرب کے بھی تودے اور انبار لگے رہتے۔ ~~۱۸~~ ۱۶۰۰ میں نواب
 حیدر علیٰ نے پاس ایک لاکھ اسی ہزار سوار و پیادہ تھے۔ اُن
 میں سے نواب نے انگریزوں کے مقابلہ کے لئے جو سوار و پیادے
 چھانٹ لئے تھے اُن کی تفصیل یہ ہے:-

سواران چیدہ سواران غارتگر از قوم مرہٹہ و پندارہ

۲۸ ہزار

۱۸ ہزار

سپاہی قواعد دان ۲۰ ہزار +

سواران حبشی ۲۰ سالہ

اور سپاہیان فرنگ لازم حیدری اس تفصیل سے تھے :-

سواران فرنگی ۲ سالہ - گولنداز ۲۵۰ - اور اکثر منصبدار اور
تومندار اور ملدار اور حوالدار قشون گرانڈیلوں اور دوسری پلٹنوں میں
تقسیم کئے گئے تھے۔ دوسرا لشکر اُس وقت کے سلاح فرنگ کے موافق
مرتب تھا اور ایک جیش دو ہزار زنبورچیوں کا تھا (دو دوزنبورچی
ایک اونٹ پر بیٹھتے اور ایک ایک شتر مال ہر اونٹ پر لگی ہوتی)۔
ایک فوج بند و چیان قدر انداز ویسی کی تھی جو سواروں کے پیچھے
رہتی اور کمینگاہ میں چھپ کر کام کرتی *

پانچ ہزار بان بردار تھے (بان ایک آہنی چونگلا ہوتا ہے اُس
میں باروت بھرتے ہیں اور سہ پائے پر رکھ کر فلیتے میں آگ دیتے ہیں
وہ دو دوزنبور گز تک اڑتا جاتا ہے۔ درمیان میں جو آپڑتا ہے
اُس کو نیست نابود کر دیتا ہے۔ یہ ہندوستان کا قدیم آلہ حربہ)
ایک جماعت عربوں کی تھی۔ جو تیر و کمان کے نہایت مشاق تھے
وہ اپنے تیر کے سامنے گولی کی کچھ حقیقت نہ جانتے تھے۔ اُن کے
تیر و کمان نہایت خوب صورت رنگین اور مزین تھے *

نواب نظام علیاں صوبہ دار دکن بھی حیدر علیاں کے ساتھ
تھا۔ نظام کے ساتھ گنتی گنائے کو ایک لاکھ سوار و پیادوں کی جمیعت
تھی۔ لیکن اُن میں شاید دو ہزار بھی اچھے بند و چھی اور جان باز
نہ ہونگے۔ نظام کے ماتحت سرداروں میں ایک رام چندر مرہٹہ اکی

تین نواب شانور و کڑپہ و کانور بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ بہیر بنگاہ کا حساب نہیں۔ ہر چند اس فوج سے حیدر علیاں کو کچھ مدد ملی۔ لیکن حیدر آباد کے اکثر امراء و سردار اُس کے دوست بن گئے حیدر علیاں نواب نظام علیاں اور اُس کے نایب رکن الدولہ سے ہمیشہ بدگمان رہتا تھا۔ کیونکہ وہ طوطا چشمی سے بہت جلد آنکھ پھیر لیتے اور گرما گرمی کے بعد دفعۃً سرد مہری ظاہر کرنے لگتے اُن کی باتوں میں وعدہ معشوق سے زیادہ بے اعتباری کے وجود پیدا ہوتے تھے +

نظام کے لشکر میں ایک سو دس توپیں تھیں اور نواب حیدر علیاں کا توپخانہ بھی خوب آراستہ تھا۔ توپچی اُس کے سب فرنگستانی تھے +

نواب بہادر کے حلقہ جہازات کو نامہ نگار فرانسیسی نے افواج حیدری کے شمار میں داخل نہیں کیا +

اس حلقہ میں ایک جہاز قوم ڈانس سے خرید کیا گیا تھا اُس پر ساٹھ توپیں چڑھی تھیں اور تیس جہاز ۲۴ یا ۳۲ توپ والے تھے اور آٹھ جہاز چھوٹے تھے۔ جن کو پام کہتے تھے۔ اُن میں بعض پر بارہ اور بعض پر چودہ توپیں تھیں۔ اور بیس سفینے ایسے تھے کہ اُن میں اسی نفر سپاہی اور دو توپیں تھیں۔ انگریزوں کے ساتھ آغاز جنگ میں نواب کی بحری فوج اسی قدر تھی جو ظاہر

کی گئی۔ اب انگریزی فوج کا حال سنئے کہ اُس زمانے میں انگریزوں کے پاس نوے ہزار سے زیادہ فوج تھی جو بنگالہ اور بمبئی اور مدراس میں بٹی ہوئی تھی +

جنرل اسمتھ کے ساتھ پانچ ہزار فوج گورہ اور ڈھائی ہزار دیسی اور ڈھائی ہزار سوار تھے۔ اس کے علاوہ نواب محمد علیخان اور مراد اور اڈ مرہٹہ اور بعض دوسرے راجاؤں کی فوج پچاس ہزار شمار کی گئی ہے جو جنرل اسمتھ کی حکمرانی تھی۔ لیکن یہ سبب نہ جانئے قواعد جنگ اور ناشائستہ لکھوڑوں کے حیدر علیخان کی فوج سے مقابلہ کی طاقت نہ رکھتی تھی +

جنرل اسمتھ اس سبب سے اپنے حریف نواب حیدر علیخان پر برتری رکھتا تھا کہ اُس کی سپاہ آداب اور قواعد جنگ سے بخوبی ماہر تھی۔ اور اُس کا اکثر حصہ گورہ فوج پر مشتمل تھا۔ سوائے اسکے جنرل کے گولنہ از اور ابجنیر بڑے تجربہ کار اور لائق تھے۔ اور وہ خود بھی ان کاموں میں دستگاہ رکھتا تھا۔ لیکن وہ میدان جنگ کا طلبگار تھا۔ حیدر علیخان کی تاخت اور شجوں اور جنگل پہاڑ کی پوشیدہ کینگاہوں میں چھپ کر تاخت کرنے اور افواج کثیر حیدر علی پر غالب آنے کی قدرت نہ رکھتا تھا۔ سوائے اس کے اُس کو ایک مشکل یہ تھی کہ گورنر مدراس یا مدراس کی کونسل اُس کو اپنے دوسرے فواید پر نظر کر کے ایسے حکم دیتے جن سے وہ اپنے خیالات کو

پورہ کو سکتا تھا اور چکا انگریزوں کو ہیکام میں دو پکالے مخصوص ہوتا اسلئے انہوں نے
 یہ تجویز کی کہ انگریزی فوج کو کسی شہر کی جگہ میں شہر ہی جانے ہلکا سڑک منافع انگلی
 جیب میں جانے دوسرے جنگی کاموں کے لئے تیل اس کثرت سے پکڑے گئے اور ہلکوں کے قتل
 لگایا ہلکا کداس معاشی سے خالی ہو گیا اور سیلوں کا کامادیوں سے لیا جانے لگا۔

جنرل اسمتھ سے مقابلہ

جنرل اسمتھ نے قلعہ ترپانور۔ وانمہاڑی۔ سنگومن۔ کبیری پٹن
 کو مستخر کر لیا۔ جبکہ قلاع مذکورہ میں حفاظت اور مدافعت کا سامان
 کافی موجود تھا اور قلعہ کشن گیری کا محاصرہ کیا تو حیدر علی خاں اس
 طرف کو روانہ ہوا۔ حیدر علی خاں کی آمد کی خبر پا کر جنرل اسمتھ نے
 وہ محاصرہ اٹھا لیا اور وہاں سے کوچ کر کے ایک مقام پر جہاں سے
 براہ ویلور حیدر علی خاں کے بڑھنے کو روک سکتا تھا اپنا کیمپ قائم
 کیا۔ یہ تدبیر خوب سوچھی۔ کیونکہ وہاں سے تو پٹانہ بڑھانے کو وہی
 ایک صحیح راستہ تھا۔ یہ صورت معلوم ہونے پر نواب حیدر علی خاں
 نے رکن الدولہ دیوان نظام علی خاں اور دوسرے سرداروں سے
 مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ آخر الامریہ تجویز ہوئی کہ ویلور کا
 راستہ سپاہ انگریزی نے روک رکھا ہے اور کشن گیری کا راستہ
 تو پٹانہ تکلف کے لائق نہیں۔ اس لئے تیسری راہ سنگٹ گیری کی
 اختیار کرنا چاہیئے۔ اس موقع پر نواب حیدر علی خاں نے فوجوں کو

اس طریق پر علیحدہ علیحدہ روانہ کیا کہ جنرل اسمتھ ایک طرف کا خیال کرتے دوسری طرف سے غافل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی جنرل نے ینگٹ گیری کو فوج بڑھائی اور ویلور کا راستہ خالی ہو گیا۔ تب نواب کے رسالے مع گولندازوں اور بند و قچیوں کے بسرعت تمام اُس راہ سے نکل گئے اور نہایت تیز روی سے چار فرسنگ راہ طے کی اور سپہا رسپاہ فرنگ ملازم سرکا حیدری نے حکم دیا کہ ۹ توپیں اسطور پر کہ پہلے تین توپیں سر کی جائیں پھر تھوڑی تھوڑی دیر سے تین تین توپیں اور چھوڑی جائیں یہ درمیان اُس سپہا راہ نواب بہادر کے ایک اشارہ تھا اس معنی پر کہ راستہ دشمنوں سے پاک ہے۔ نواب نے اس اشارہ کے پاتے ہی حکم دیا کہ تمام لشکر ویلور کی راہ سے کوچ کرے اور خود بدولت نے مع اپنے سواران خاصہ کے اُس مقام پر پہنچ کر دیکھا کہ رسالے تو نکل گئے۔ اب تو پخانہ حیدری سپاہ بند و قچیوں کی حمایت میں جا رہا ہے۔

جب جنرل اسمتھ نے یہ خبر پائی کہ افواج حیدری تو پھر کرویلور کے راستے سے آئے گی تو وہ اپنا مغالطہ محسوس کر کے بسرعت تمام کبیر پٹن کی طرف روانہ ہوا اور ایک دستہ فوج کا کبیر پٹن کی حفاظت کو چھوڑ کر تریا تورا کو روانہ ہوا تا اُس کی مدد کے لئے قریب میں موجود ہے۔ اس وقت جنرل اسمتھ اُس فوج سے جس کے آنے کی مدد اس سے اُمید تھی اور نیز جنرل اوڈ کی آٹھ ہزار فوج سے جو محاصرہ قلعہ آہٹور میں مشغول تھی مل جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ

پندرہ روز کے محاصرہ میں وہ قلعہ مفتوح ہوا۔ اور نواب حیدر علیؑ کی سب فوج مع توپخانہ ایک ہی روز میں اُس راہ سے گزر گئیں اور نواب بہادر نے اپنے سواروں سمیت کوہستان سے عبور کر میرمخدوم علیؑ کی فوج چار ہزار سوار جرّار اور توپخانہ آتشبار کے روانہ کیا تاکہ افواج انگریزی کا تعاقب کر کے کبیرپٹن کو محاصرہ میں لائے۔

کبیرپٹن کا محاصرہ۔ راستوں کی مسدودی

نواب حیدر علیؑ کے ارشاد کے موافق میرمخدوم علیؑ نے آگے بڑھے۔ اور تمام کبیرپٹن کا محاصرہ قایم کر کے پہلا انتظام یہ کیا کہ جنرل اسمتھ کو جو خبریں کبیرپٹن سے پہنچتی تھیں۔ وہ نہ پہنچنے پائیں اس انتظام میں کئی خط ایسے بھی پکڑے گئے جن سے جنرل اسمتھ اور بعض سرداران فوج نظام کی پوشیدہ خط و کتابت کا پتہ لگا۔ میرمخدوم علیؑ نے پھر اس محاصرہ کی نگہداشت ایک دوسرے سردار و محمّد کے سپرد کر تڑپا تو رکھو روانہ ہو گئے۔ اور رات کو ایک پہاڑی کے پیچھے جو تڑپا توڑ سے ایک فرسنگ بے قیام کیا + جنرل اسمتھ نے جب شام تک کوئی خبر کبیرپٹن کی نہ پائی۔ تو خیال کیا کہ حیدر علیؑ آرام کرنا چاہتا ہے۔ اور فوج والوں کو

لمہیا کہ کل علی الصباح بیل لیکر اذوقہ کی تلاش میں نکلیں اور تمام
 اذوقہ فراہم کر کے لائیں۔ صبح ہوتے ہی یہ جو یا سے رزق آگے بڑھے
 جب اُس پہاڑی کے قریب پہنچے جو میر مخدوم علی کی کمینگاہ تھی میر
 مخدوم علیخاں نے اپنے سواران غارتگر کو اشارہ کر دیا۔ انہوں نے
 دیکھتے دیکھتے ان کا اسباب چھین لیا اور ان کو متفرق کر دیا۔ اسپر
 ایک ہزار سوار کا رسالہ واسطے سرکوبی غارتگروں کے روانہ کیا گیا۔
 غارتگران حیدری نے جیسے ہی اُن کو آتے دیکھا اُن کے سامنے پڑ کر
 بھاگنا شروع کیا۔ انگریزی سوار اُن کے پیچھے ہوئے۔ جب میر صنا
 کی کمینگاہ کے سامنے پہنچے۔ میر صاحب کے سواران یغما کرنے اُپر
 باڑھ ماری اور شیر گرسنہ کی طرح شکار پر آپڑے۔ آخر کار اُن میں
 بھاگ پڑ گئی۔ ایک جمیعت اپنے لشکر کی طرف اور دوسری شہر کی
 جانب بھاگی۔ میر مخدوم علیخاں کے سوار اس جمیعت کے پیچھے ہوئے
 اور لڑتے بھڑتے شہر پر قبضہ کر لیا۔ ادھر جنرل اسمتھ نے اس بلخار
 کا حال سنکر اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ لیکن جب غور کیا۔ کہ
 حیدر علیخاں اصول جنگ سے واقف ہے۔ ایسا نہ ہو جو میں دونوں
 طرف سے اُسکی فوجوں میں گھر جاؤں۔ اس لئے اب مصلحت یہ ہے
 کہ جھٹ پٹ اس خوفناک اندیشہ کی حد سے باہر نکل جاؤں اور باہر
 سے آذوقہ وغیرہ فراہم کر لاؤں۔ انہیں وجوہ سے جنرل موصوف
 مع فوج دو توپخانہ قلعہ تریپا تھور سے نکل کر سنگو من کی طرف دوسرے

کوہستان کو چک کے سرے پر واقع ہے) روانہ ہوا۔ درمیان میں میر
مخدوم علیخاں نے بہت سے بیل لدے ہوئے مع دو سو سواروں
اور چھ انگریزوں کے گرفتار کر لئے مگر جنرل اسمتھ صبح و سالم منزل مقصود
پہنچ گیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نواب حیدر علیخاں نے جا
بجا جنرل اسمتھ کو اصول جنگ کے کیسے کیسے سبق دئے۔ راستہ کا
بہلاوا دیا۔ خبریں بند کیں۔ راستہ روکا۔ اذوقہ پکڑا۔ سوار و
انگریز گرفتار کئے۔ جنرل اسمتھ قلعہ تریپا توڑ چھوڑتے پر مجبور ہوا +
قصہ مختصر جنرل اسمتھ قلعہ سنگومن میں مقیم ہو کر کرنل اوڈ کے آنے
کا انتظار کرنے لگا +

کبیر پٹن پر حیدر علیخاں کی پہنچنا اور

قلعہ کا فتح ہونا

نواب حیدر علیخاں نے اُسی روز شام کے وقت دیور سے گزر کر
کبیر پٹن سے دوڑھائی میل پر خمیہ گاہ قایم کی۔ اور پہاڑی پر چڑھ کر
دیکھا کہ سپاہ حیدری نے شہر میں آگ لگا دی ہے۔ گھرجل رہے
ہیں۔ اس میں خبر آئی کہ شہر کے خوش باش اور انگریز لوگ قلعہ میں جا
رہنے کا انتظام کر رہے ہیں۔ نواب نے افسر توپخانہ کو حکم دیا۔ کہ

مناسب وقت کام کرنے کے لئے فہم الفوتیار ہو۔ اور کرنا ملکی فوج حصا
 شہر پر چڑھ جائے۔ انگریز لوگ اپنا اسباب قلعہ میں بھجے نہ پائیں
 افسر تو بخانہ نے یہ حکم پا کر تیس ضرب توپوں میں سے دو پہاڑ کے
 پیچھے لگا رکھی تھیں، آٹھ توپیں باہر نکالیں اور سیلوں وغیرہ کی آڑ
 میں لیجا کر حصار کے خندق پر قائم کر دیں۔ قلعہ کا کرنیل اس کا ردائی
 سے ایسا بے خبر تھا کہ تفصیل قلعہ پر ایک خیمہ میں مینز بچھائے اور
 کرسیاں لگائے دوسرے افسروں کے ساتھ لطفے نوشی حاصل
 کر رہا تھا۔ کبھی آنکھ اٹھا کر حیدر علی خاں کے سواروں کا نظارہ
 کر لیتا تھا۔ اس میں گولند از حیدری نے اُن آٹھ توپوں میں سے
 ایک توپ کا رخ اُس طرف کر کے سب سے پہلے اُس خیمہ کو نشانہ
 بنایا۔ پھر سب توپوں سے آگ برسانا شروع کیا۔ چشم زدن میں نشہ
 دور ہو کر وہ صحبت درہم و برہم ہو گئی +

اں قدح بشکست و آں ساتی نماند

پھر شہر پر گولہ باری ہونے لگی اور سہ پہر کے وقت تک سرداران
 افواج حیدری نے اپنی اپنی جمیعت کے لوگوں کو کام بتا کر اور مجھے
 دکھا کر بیس ہزار سوار و پیادہ سے ایک دم حملہ کر دیا۔ یہ سب حملہ
 کے وقت شور و غل کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اُن کے شور و غل سے
 عجیب ہیبت ناک حالت پیدا ہوئی۔ اُن میں سے ایک جماعت
 ندی کے پار اترنے لگی۔ ایک جماعت باغی کے زینے لگا کر خندق

میں اتر گئی۔ ایک جماعت نے فکیل پر چڑھنے کا اہتمام کیا۔ تہر دار
لوگ شہر سپاہ کے دروازے توڑنے لگے۔ غرض ایک دم سے عجیب نرفہ
کی حالت پیدا ہو گئی۔ انگریزوں نے اس حالت کو مشاہدہ کر کے
مقابلہ مناسب نہ جانا اور قلعہ کی راہ لی۔ اُن میں سے پچاس سپاہی
ہندوستانی اور ایک کپتان اور ایک لفٹنٹ راہ میں مارے گئے۔
لیکن اس شہر کے متمول لوگ انگریزی محاصرہ سے پہلے دوسرے
شہروں کو چلے گئے تھے +

رات کے وقت نواب نے بیس ضرب توپ چڑھانے کے لئے
دمدہ تیار کرایا۔ اور صبح ہوتے ہی وہ توپیں چلنے لگیں۔ قلعہ کے
بروج و فکیل سے انگریز لشکر حیدری پر گولے مارتے تھے۔ اور
چونکہ قلعہ کی زد ٹھیک پڑتی تھی۔ اس لئے لشکر حیدری کا نقصان
زیادہ ہوتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر سپہدار حیدری نے دو سو قرابین
والوں کو حکم دیا کہ وہ دیوار کے آسے میں رہ کر قلعہ کی سپاہ اور
توپچی کو مارتے رہیں۔ یہ اس غضب کے قادر انداز تھے کہ انکی
اول ہی شلک نے کتنے سپاہی اور دس بارہ توپچیوں کو پیچھے گرا
دیا۔ کم سے کم جو گولنداز توپ چلانے کو کھڑا ہوا وہ ان کی شلک
سے نہ بچا۔ یہ تدبیر ایسی کارگر ہوئی کہ توپ کا کام کرنے والے لوگ
باقی نہ رہے یا زخمی ہو کر بیکار ہو گئے۔ اس سے قلعہ میں بہت ہی
گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ اور دس بجے قلعہ سے توپ چلنا موقوف

ہو کر امان کا سپید نشان اڑایا گیا۔ نواب حیدر علیاں اس خبر کو
 شکر متعجب ہوا۔ اس میں سپہدار سربراہ کارپورش مع ایک افسر
 فوج قلعہ کے نواب کے سامنے حاضر ہوئے۔ نواب نے حکم دیا۔ کہ
 صاحبان انگریز کی عزت اور اُن کی بہادری کا پورا پورا خیال رکھا
 جائے۔ اور کپتان م نے اجازت پائی کہ بلا فوج قلعہ سے اُس حرت
 کے ساتھ جو بہادروں کے لئے مخصوص ہے قلعہ سے چلا جائے۔ اور
 انگریزی فوج قلعہ سے نکل کر تیرپا تورا اور ویلور آرکاش کے راستہ سے
 مد اس کو روانہ ہوا اور ہندوستانی سپاہ کو اُس کے اختیار پر
 چھوڑا جائے۔ وہ جہاں چاہے جائے۔ اور اگر سرکار حیدری کی
 نوکری منظور ہو تو اُس کو یہاں نوکری دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ
 سب سوار اور پیادے سرکار حیدری میں ملازم ہو گئے۔ اور حکم
 دیا گیا کہ سب افسر و سپاہی اپنا اپنا سامان نکال لیں۔ لیکن وہ
 ہتھیار اور سامان جنگ جو سرکار کپنی یا نواب محمد علیاں سے
 تعلق رکھتا ہے معتمدان سرکار حیدری کو تفویض کیا جائے۔ اس پر
 کپتان م نے عرض کی کہ اذوق لشکری جو قلعہ میں فراہم ہے یہ میں
 نے اپنے روپے سے خرید کیا ہے۔ مجھے اُمید نہیں کہ گورنر مدد سے
 وہ روپے مجھ کو دے۔ تب نواب نے اُسکی قیمت اپنے پاس سے
 دیدی۔ اس میں نواب کی یہ ہوشیاری تھی کہ آئندہ دوسرے قلعوں
 کے کپتان یا انگریز افسر نہیں تو میری مہربانی پر وثوق کریں۔ اور

مجھ کو اُن کی رعایت سے دوسرے کام آسان ہوں +

سنگومن کی طرف ایلغار اور

جنرل اسمتھ سے مقابلہ

جب نواب حیدر علی خاں نے شہر کبیر پٹن اور اُس کے قلعہ کو انگریزوں کے پاس سے نکال لیا تو اُس کو اپنے معتمدین کے انتظام میں چھوڑ کر دوسرے ہی دن صبح کو وہاں سے کوچ کر دیا۔ دوپہر کو پالزندی پر بٹھیرا۔ یہاں اپنی جمیعت ببقاعدہ چھوڑ کر فوج باقاعدہ کو ساتھ لیا اور شام کو ندی سے عبور کر ہراول اور چند اول کے دو حصے کئے۔ پہلے حصہ ہراول میں سوار اور کرانڈیل روانہ ہوئے دوسرا حصہ تو پخانہ اور سپاہ پیدل کا چند اول میں رہا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر دو ٹکھنٹے آرام کیا۔ ورنہ تمام رات چلتے رہے۔ جب سپید کا سحر نمودار ہوا سواروں کا پیشرو حصہ میرمنڈوم علی خاں کی فوج سے جو جنگل میں پریشان و متفرق ہو رہی تھی مل گیا۔ اور ایک نے دوسرے کے گلنے سے تقویت پائی اور مسترت حاصل کی میر صاحب کی فوج سترہ روئے بغیر خمیہ و خرگاہ اور بغیر سامان لازمی کے اُس جنگل میں نہایت تکلیف سے رات دن بسر کرتی تھی

اور میر صاحب بھی ہر تکلیف میں اپنی فوج کے شریک حال تھے اُدھر
جنرل اسمتھ سمجھ رہا تھا کہ میں سنگوں میں چند روز غنیم سے محفوظ ہو کر
رہ سکوں گا۔ کیونکہ ابھی نواب محاصرہ کبیر پٹن میں مصروف ہے یہاں
نہ آئے گا اور کبیر پٹن کا فیصلہ ہونے تک جنرل اوڈا اپنی فوج لیکر
مجھ سے آئے گا۔ لیکن نواب کبیر پٹن کا غیر متوقع فیصلہ کر کے بہ عجلت
تمام اُس کے قریب جا پہنچا۔ میر محمد علی خاں نے اپنے سوار اور
پیادوں کو جنگل کی کیننگاہوں میں پوشیدہ اور اُن سب راستوں پر
قابلض کر رکھا تھا جو لشکر انگریزی کے کام آ سکتے تھے۔ اس عرصہ میں
دفعۃً نواب رکن الدولہ نے نواب حیدر علی خاں کے خلاف توقع ایک
نقارہ کے ذریعہ سے جنرل اسمتھ کو آگاہ کیا کہ غنیم آپہنچا ہشیار ہو۔
چنانچہ فی الفور جنرل اسمتھ نے اپنے خیمے اُکھڑا کر وہاں سے کوچ
کیا۔ ندی کے قریب جا رہا تھا۔ تاکہ قریب کی پہاڑی پر پہنچ جائے
جاسوسوں نے یہ خبر نواب کو پہنچائی۔ نواب نے فی الفور اپنے
سواروں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ پیچھے فوج پیادہ آرہی تھی۔ وہ
تھکی ہوئی تھی۔ لیکن اُس کو بھی بغیر لینے آرام کے اُن کے بعد
روانہ کر دیا۔ نواب کی یہ استعداد اور فوج کی یہ ماندگی اور شائبہ
کا حال دیکھ کر انگریز حیران ہو گئے۔ اور خود کو گرتے پڑتے اُس
پہاڑی پر پہنچا لیا۔ اُس وقت لشکر انگریزی میں تین ہزار فرانگی۔
دس ہزار ہندوستانی۔ دو ہزار سوار موجود تھے اور ۲۴ طرب توپ

قلب و جناح فوج میں لگائی گئی تھی۔ اور ہر قشون کے ساتھ ایک توپ میدان میں اسباب و آلات سواروں کے بدرقہ میں تھی۔ وہ پہاڑ گنجان درختوں کے جھنڈے سے چھپا ہوا تھا۔ باایں ہمہ فوج حیدری بڑھتی گئی اور بستی ہوئی گولیوں اور گولوں میں نہایت بہادری سے انگریزی فوج کی دو توپیں چھین لیں۔ لیکن انگریزی فوج کی ایک ٹکڑی نے جو واسطے ملک میسرہ کے متعین ہوئی تھی دو توپیں واپس لیں۔ اس میں شام ہو گئی اور طرفین سے لڑائی موقوف ہوئی۔ مگر انگریزوں کو فوج حیدری کی دلیری اور جفاکشی اور جانبازی کا چشمہ یہ ثبوت مل گیا اور انہوں نے مقابلہ آسان نہ سمجھ کر گیارہ بجے رات کو چپ چاپ چلے پھرنے کا منصوبہ کیا۔ اور اپنے زخمیوں کو ڈولی میں ڈال کر روانہ ہو گئی۔ نواب نے فی الفور خبر پائی لیکن اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب سب کھانے پکاؤ اور کھاؤ اور رات بھر آرام کرو۔ اور گھوڑوں کو مل کر آرام دو۔ صبح کو دیکھا جائیگا۔ اس حکم سے تمام سپاہی خوش ہو گئے۔ اور ہزاروں چوٹے روشن ہو گئے۔ رات بھر فوج نے دم لیا۔ صبح سے پہلے سب سوار و سپاہی کمر بستہ ہو کر مع ساز و براق تیار ہو گئے۔ نواب نے بیدار ہوتے ہی سب کو تیار پایا۔ اُن میں سے سواروں کو تاخت اور تعاقب کا حکم دیا۔ اور ایک دستہ کو انگریزی خیمہ گاہ پر بھیجا۔ اُس نے وہاں جا کر جزل کے باور چنجانہ کا سامان اور میجر جزل کی

کے دو صندوق محمولہ ملبوسات وغیرہ پائے۔ اُن کو اٹھالایا اور معلوم کیا کہ جنرل اسمتھ نے بہت سا سامان جنگی اور اذوتے کا ذخیرہ ہندی میں ڈلوادیا ہے تاکہ اُن کی گاڑیاں زخمیوں کے کام آئیں۔ انگریز اپنی طرف کی بہت سی لاشوں کو ایک جگہ گڑھے میں جمع کر کے اُسپر مٹی ڈال گئے تھے۔ چنانچہ اُس ہندی سے بہت سے گولے اور چاولوں کے بورے نکالے گئے۔ اور جنرل اسمتھ تیز روی سے راستہ قطع کر کے قریب ترناٹلی کے پہنچ گیا۔ وہاں سواروں نے اُس کو دبایا۔ لیکن اب موقع باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے وہ فوج کی نہایت باتقاعدہ صف بندی سے قلعہ ترناٹلی میں داخل ہو گیا۔ ہاں اُس سے دو توپیں چھٹ گئی تھیں وہ سواران حیدری اپنے ساتھ لے آئے۔ یہ صورت دیکھ کر نواب حیدر علی خاں نے ترناٹلی سے تین میل ایک پہاڑ کے دامن میں اپنا کیمپ قائم کیا۔ اس کے اور ترناٹلی کے درمیان میں ایک بڑا وسیع و ہموار میدان تھا اُس پر بھی نواب نے فوجی قبضہ کر لیا۔ لیکن نواب سے یہ غلطی ہوئی کہ فی الفور اُس نے جنگ جاری نہ کی اور جنرل اسمتھ عداوت خاموش اور جنرل اوڈ کے آنے کا منتظر تھا۔ چنانچہ اُس کی قسمت سے جنرل اوڈ مع اپنے لشکر کے اُس سے آ ملا۔ اور اب لشکر انگریزی کی تعداد پچیس ہزار سپاہ تک کی ہو گئی۔ جس میں ساڑھے چار ہزار فرنگی تھے۔ جنرل اسمتھ سب کو وہیں چھوڑ کر مع اپنی خاص فوج کے قلعہ ترناٹلی سے چار پانچ میل

علیحدہ نہایت پُر فضا اور کھٹے ہوئے میدان میں جا کر خیمہ زن ہوا۔
نواب حیدر علی خاں اپنے سرداروں سے تاخت یا فوجبشی کا مشورہ
کر رہا تھا۔ اس میں میر محمد دوم علی خاں بھی مع اپنے لشکر ہراول کے
حیدر علی خاں سے آٹا۔ نواب نے اُسی رات کو سپیدہ سحر کے نمایاں
ہونے سے پہلے چار ضرب پیادہ اور چالیس ضرب توپ کے ساتھ ترناہلی
پر تاخت کی اور شہر کو مفتوح پایا۔ تب نواب نے قریب لشکر نظام علی خا
کے جو پیشتر سے اُس پُر فزا مر غزار میں خیمہ زن تھا اپنی خیمہ گاہ قائم
کردی اور میدان وسیع میں دور دور تک لالہ و گل کی بہار لوٹنے
لگا۔ اور اپنی کثیر فوج کو جا بجای متعین کر کے چاروں طرف سے انگریزی
فوج کے لئے رسد اور سامان ضروری پہنچنے کے راستے روک ڈٹے
اور چاروں طرف سے ایک محاصرہ کی صورت پیدا کر دی اس سے
بعد چندے فوج انگریزی نہایت تکلیف پانے لگی۔ خصوصاً شراب
کے نہ پہنچنے سے گورہ فوج کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔ اور
جنرل اسمتھ کی بعض کارروائیوں کو کونسل مدراس نے پسند نہ کیا۔
اور جنرل اسمتھ کونسل کے احکام سے بد دل ہوا۔ آخر کار فوج انگریزی
نے اس خوفناک حالت سے نکلنے کے لئے دس بجے رات کو چپ
چاپ فوج نظام کی طرف کوچ کیا۔ جو وہاں سے چھ فرسنگ اور نواب
حیدر علی خاں کے لشکر سے ڈیڑھ فرسنگ تھی۔ نواب حیدر علی خاں
نے اس راز سے مطلع ہو کر اندیشہ کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ کیا انگریزوں

نے نظام کو ملا لیا ہے جو اُس طرف فوج لے چلے یا اُس پر شیخوں مارنے کا قصد ہے اور آخر کو یہ تجویز قرار دی کہ فوج انگریزی کو لشکر نظام تک پہنچنے سے پہلے راستہ میں روکا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی فوج حیدری نے پاشتہ کو بجا کر اُس کو روکا اور اڑائی ہونے لگی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ تب انگریزوں نے دست چپ کی طرف کوچ کیا اور ترناٹلی کے نزدیک دوسرے مقام پر ایک بڑے چشے کے کنارے اپنا کیمپ قائم کیا۔ اس کے سامنے پہاڑ اور نہایت گھنا جھل تھا۔ جہاں سوار نہ جاسکتے تھے۔ یہ حال مسکرنواب حیدر علی نے اپنا کیمپ بھی وہاں سے اٹھوا کر ایک دوسرے مقام پر جو انگریزی کیمپ سے دو فرسنگ تھا قائم کیا۔ اور اس طور سے انگریزی کیمپ اور لشکر گاہ نظام کے بیچ میں حائل ہو گیا۔ تاکہ دونوں طرف کی خبریں لے سکے +

ٹیپو سلطان کو تخریب قرب و جوار

مدراس پر مامور کرنا

نواب حیدر علی خاں نے جنرل اسمتھ کو یہاں روک رکھا اور پانچ ہزار سوار جہاز اور توپخانہ آتشبار شہزادہ ٹیپو سلطان کو دیکر

واسطے تخریب علاقہ جات مدراس کے روانہ کیا۔ شاہزادہ نے اس سرعت اور خاموشی کے ساتھ مدراس پر تاخت کی کہ گورنر مدراس کو مطلق خبر نہ ہوئی اور یہ مدراس جا پہنچا۔ لکھا ہے کہ جب شاہزادہ مع فوج کے مدراس جا پہنچا تو گورنر مع مصاحبین اور نواب محمد علیخان کے کہنی بلع میں ایک خیمے کے اندر تھے۔ قریب تھا کہ گرفتار ہو جائیں۔ لیکن ایک فرانسیسی جاسوس نے انگریزوں کو خبر کر دی کہ شاہزادہ آپہنچا۔ اُس سے وہ سب کے سب گھبرا کر فی الفور جہاز پر چلے گئے جو باغ کے سامنے ساحل پر لنگر انداز رہتا تھا۔ اس گھبراہٹ میں گورنر کی ٹوپی اور تلوار وہیں چھوٹ گئی۔ اُسکو سواران حیدری نے اٹھالیا۔ اور پیچھے سے دھاوا کر کے اُن کا راستہ مدراس کو واپس آنے کا روک دیا۔ اور نواب محمد علیخان اپنے نہایت عمدہ گھوڑے کی بدولت انگریزوں سے پہلے بھاگ کر اپنے ایوان میں پہنچ گیا +

اور شاہزادہ ٹیپو سلطان نے شہر مدراس کی ٹوٹ کا حکم دیا۔ اور ٹوٹ جاری ہو گئی۔ اُدھر نواب حیدر علیخان نے جنرل اسمتھ کی فوج پر گولہ باری شروع کی۔ ان خبروں سے نظام علیخان کا دل بھی کچھ بڑھ گیا۔ اور نظام نے مع فوج و سوار و پیادہ انگریزی فوج کا محاصرہ کیا۔ تب انگریز ایک گھبراہٹ میں پڑ گئے۔ لیکن چار بجے تک لڑتے بھڑتے رہے۔ پھر اپنا توپخا د بجاے ہرا دل

کے آگے بڑھایا۔ اور سوار و پیادہ کو پیچھے رکھا۔ اور صف باندھ کر
 توپیں مارتے نکلے۔ انگریزی توپخانہ سے نظام علیخاں کی فوج پر
 ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اُس کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ
 حیدر علیخاں کے لشکر میں ہو کر گرتی پڑتی بھاگی۔ اُس کا انتشا
 دیکھ کر حیدر علیخاں کے لشکر میں بھی بد نظمی پھیل گئی۔ اور حیدر علیخاں
 کو سخت انتشار ہوا کہ اب دیکھئے نظام علیخاں کی بزدلی اور ستون
 مزاحی اور اُسکی فوجی بدستبلی سے کیا نتیجہ ظہور پذیر ہو۔ اور از سر نو
 اُس نے اپنے سرداروں کی معرفت فوجی سلسلہ درست کر کے آمادگی
 قائم رکھی۔ اور شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ انگریزی توپخانہ نے
 نہایت عمدہ کام دیا اور انگریزی قوم کی بات رکھ لی۔ شام کو لڑائی
 موقوف ہوئی۔ دونو فوجیں اپنے اپنے مقام پر گئیں۔ اور نظام علیخاں
 ہزیمت کے بعد اپنی خیمہ گاہ علیحدہ قائم کی۔ آٹھ ضرب توپ بھی
 یہیں چھوڑ گئے۔ جن کے لے جانے کا بروقت انتظام نہ ہو سکا۔ اور
 اس ہلرا اور بد نظمی میں بہت سی ٹوٹی گاڑیاں اور چاندی کے
 باسن اور قیمتی چیزیں بھی پڑی رہ گئیں جو بعد میں نواب حیدر علیخاں
 نے جمع کر کر نظام علیخاں کے پاس بھیج دیں۔ اور جب صبح ہوئی۔
 تو نواب حیدر علیخاں اپنی فوج لیکر نواب نظام علیخاں کی جگہ آ
 موجود ہوا۔ لیکن خیال ہوا تھا کہ جنرل اسمتھ نے کل کی فتح کو بڑی
 رنگ آمیزی سے گورنر مداس پر ظاہر کیا ہوگا۔ دیکھئے وہاں کیا

نتیجہ پیش آئے۔ وہاں یہ صورت پیش آئی کہ ٹیپو سلطان کو اس کے تابع اور مشیروں نے قلعہ سینٹ جارج کی مداخلت سے باز رکھا تا کہ نہ انخواستہ کوئی نقصان شہزادہ کو نہ پہنچے۔ اور شاہزادہ سے عرض کی کہ نواب حیدر علی خاں کا حکم مدراس سے باہر باہر لوٹ مار کرنے کا ہے۔ اندر شہر یا قلعہ کے متعلق معرکہ آرائی کا حکم نہیں۔ اس سے شاہزادہ رُک گیا اور گورنر اور ارباب کو نسل جہاز سے اتر کر اپنے ایوان میں واپس آئے۔

اس عرصہ میں جنرل اسمتھ کا سب نڈنی سوار مدراس پہنچا۔ اور ایک فتنہ مرہ گورنر کو دیا۔ گورنر نے اس فتح کی خوشی میں قلعہ سینٹ جارج سے ایک سو ایک توپ چھوٹنے کا حکم دیا تا کہ شہر والے انگریزوں میں ایسی خوشی کے ہونے سے مطمئن ہو جائیں۔ دوسرے معززین شہر کے ذریعہ سے اس خبر کو اؤر زیادہ مبالغہ سے شہر میں مشہور کر دیا۔ جس سے حیدر علی خاں پر انگریزی فوج کا غلبہ ظاہر ہوا۔ اور پھر حیدر علی سواروں کا سامنا پاس پہن کر شاہزادہ کے لشکر میں داخل ہوا۔ اور وہاں یہ خبر مشہور کر دی کہ ترناٹلی کی لڑائی بوجہ بزدلی و اہتری فوج نظام کے ہاتھ سے جا چکی اس لئے نواب نے شاہزادہ کو واپس طلب کیا ہے۔ اس خبر نے غیر معمولی انتشار پیدا کیا اور شاہزادہ کو اس کے مشیروں نے واپس چلنے کی صلاح دی۔ تب شاہزادہ مع فوج واپس ہوا۔ اور چونکہ نواب حیدر علی خاں نے کہہ دیا تھا کہ نوٹے وقت

مدرسے سے ایک بڑے لایق انگریز کو ساتھ لایا جو انگریزی فوج کا
واقف حال ہو۔ شاہزادہ کو ایسا شخص تو نہ ملا لیکن اُس نے
چار پادری اپنے ساتھ لے لئے۔ اور اُن کو خرچ معقول دے کر
سڑت سے ساتھ لے چلا۔ ترناہلی کی لڑائی کے بعد سکون سے بالا
ندی کو عبور کر کھیر پٹن سے پانچ اور وانہاڑی سے چھ فرسنگ پر ایک
وسیع میدان میں کیمپ قائم کیا۔ یہیں شاہزادہ شیو سلطان آ ملا۔
اس موقع پر نظام علیخاں نے دوستی کو قائم رکھ کر نواب حیدر علیخاں
سے علیحدہ ہونے کا منصوبہ کانٹھا۔ اور شیو سلطان کے مدرسے سے
بخیریت مع سامان غنیمت واپس آنے پر ایک بزم شاہانہ آراستہ
ہو کر نواب حیدر علیخاں بہادر کی مع اُس کے تمام اراکین کے دست
کی۔ اور اُس کی نشست کے لئے ایک تخت نمائش گاہ پرندوزی
کی مسند تنکیہ لگایا۔ اور طلائی چوبوں پر زربفت کا شامیانہ لکھڑا
کیا گیا۔ نواب حیدر علیخاں نے اگر اُس پر نشست کی۔ اور پلٹے وقت
وہ سامان مع کشتی ہا سے خلعت و جواہر گراں بہا بطور ہدیہ اُس کے
ہمراہ کر دیا گیا۔

کئی روز بعد نواب حیدر علیخاں بہادر نے نواب نظام علیخاں
کو مدعو کیا۔ اور ہون اور اشرفیوں سے بھرے ہوئے توڑوں کا ایک
چبوترہ بنوایا۔ اُس پر عمدہ زربفت کا خالیچہ بچھوا کر اور زر دوزی کا
مسند تنکیہ لگو کر بزم عیش کو آراستہ کر رکھا۔ نظام علیخاں تشریف لائے

اور وقت رخصت یہ سب سامان مع خوانہ سے جواہر و مروارید و عظمیٰ
عمدہ بطریق پیشکش اُن کے ساتھ کر دیا گیا۔ اس ملاقات میں دو نو
نواب اس بات پر متفق ہوئے کہ اب دو نو لشکر ایک دوسرے سے
جدا ہوں اور نظام الدولہ اپنے دارالملک کو مراجعت فرمائیں +

نواب حیدر علی خاں کی والدہ کا تشریف لانا

جنرل اسمتھ کی اس فتح نے دور دور طرح طرح کی افواہیں پھیلا
دیں۔ ان خبروں کو سنکر نواب حیدر علی خاں کی والدہ کا اپنے بہاد
بیٹے کے دیکھنے کو دل بیقرار ہوا۔ ہر چند برسات کا زمانہ اور چار سو
میل کا فاصلہ تھا۔ لیکن وہ چلنے پر آمادہ ہو گئیں۔ اور حیدر نگر سے
چلکر یہاں تشریف لائیں۔ داخلہ سے قبل نواب مع فوج روانہ
ہوا۔ اور تین میل پر فوج کو صف بستہ کر کے خود مع شاہزادہ بیہو
سلطان اور کریم شاہ کے گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے بڑھا۔ والدہ
بیگم صاحبہ بیٹے اور پوتوں کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں اور یہ تینوں
اُن کے محافے کے رہنے بائیں ساتھ ہو لئے۔ جب محافہ فوج کے
سامنے پہنچا۔ فوج نہایت آداب و ادب سے تسلیم اور مجرا بجالائی۔
بیگم صاحبہ کے جلو میں دو سو اردا بیگنیاں بڑھتے پتے ہوئے
عربی گھوڑوں اور گجراتی بیلوں پر سوار تھیں۔ اور محافے کے پیچھے

آٹھ رتھ زردوزی سقرلات کی پوششوں کے تھے۔ اُن کو ناگوری
بیل اڑا سے لئے جاتے تھے۔ زنائی سواری کے آگے فرنگستانی
سوار اور چھ سو بھالے بردار اور سواری کے پیچھے چار سو ہندو
سوار تھے +

والدہ بیگم صاحبہ ایک عالیشان خیمہ میں اُتاری گئیں۔ مگر لڑائی
بھڑائی کے خیال سے صرف دو روز قیام فرمایا۔ پھر واپس تشریف
لے گئیں۔ اور نواب حیدر علی خاں مع فرزند اُسی مقام تک
ہمراہ گئے۔ جہاں تک پہلے استقبال کو گئے تھے +

قلعہ وانمباڑی سے انگریزوں کو

نکال دینا مع اقرار نامہ

والدہ بیگم کو رخصت کرنے کے بعد وانمباڑی کی جانب کوچ ہوا
اور ایک ایسے مقام پر جو جنگل جھاڑی کے نزدیک اور اونچے ٹیلے
اور چٹھے کے قریب واقع تھا فروکش ہو کر اُسی رات کو ایک ایسا
دم مہ بنا لیا جس پر بارہ توپیں چڑھ سکیں۔ اور ایک پلیٹن مع چار
ضرب توپ ویلور کاراستہ روکنے کو بھیجی گئی جو میل پر واقع تھا۔
اس رات کو فرنگستانی فوج کا افسر بیمار تھا۔ مورچہ بندی کی تعلیم نہ

کر سکتا تھا۔ اس لئے نواب نے اُس کو رات بھر آرام کرنے کا حکم دیا اور خود سادہ طور پر وہیں بیٹھ کر مورچہ بندی کی تعلیم کرتا رہا۔ قلعہ پر سے تمام رات گولہ باری کی گئی کہ یہاں مورچہ نہ بننے پائے۔ لیکن نواب اپنے عزم سے باز نہ آیا اور خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے خود ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہر شخص کو لطیف باتوں سے رات بھر ہنساتا جگاتا رہا۔ اوپر کے گولے اکثر ایگاں گئے۔ دہمہ والوں کو کام سے نہ روک سکے۔ جب صبح کو وہ افسر آگیا تو نواب نے اپنے خیمے میں جا کر آرام کیا۔ نو بجے توپوں سے گولہ باری شروع ہوئی۔ کپتان مٹا قلعہ کا حاکم تھا۔ وہ معمولی طور سے جواب دیتا اور گولے مارتا رہا۔ لیکن کوئی خاص چستی ظاہر نہ ہوئی۔ بلکہ بعد چند گھنٹے کے قلعہ کے برج سے ایک سفید جھنڈا اڑایا گیا جو امان مانگنے کے لئے اڑایا جاتا ہے۔ تب اُس طرف سے گولہ باری موقوف ہوئی۔ اور حاکم قلعہ نے ایک لفٹنٹ کی ایچی بنا کر نواب کے سپہدار انگریزوں کے پاس روانہ کیا۔ آخر میں نواب نے یہ ارشاد کیا کہ صلح اس شرط پر منظور ہے کہ وہاں کا حاکم اور سارے انگریز سردار اور سپاہی انگریزوں کی طرف سے برس دن تک نواب کے ساتھ نہ لڑیں اور نہ اُس پر ہتیار اٹھائیں آخر کار انگریزوں میں مشورہ ہو کر یہ بات منظور کی گئی اور ایک اقرار نامہ نواب حیدر علی خاں کو لکھ دیا کہ آئندہ ایک سال تک ایسا نہ ہو گا اور دوسرا اقرار نامہ سال بھر تک کے ایفا سے عہد کا نواب کی طرف سے لکھا گیا

اور اُس وقت بڑی گھر موجود نہ تھی۔ اس لئے نواب کی دستی نمر کی گئی۔ اور انگریزوں نے قلعہ خالی کر دیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ اس قلعہ کے حاکم نے اچھا مقابلہ نہ کیا۔ ورنہ ایک ہزار سپاہی ہندوستانی اور تیس انگریز اور چودہ توپیں موجود تھیں اور کسی قسم کے اذوق کی کمی نہ تھی۔ انگریز نواب نے ایک پیش اس قلعہ کے انتظام کو چھوڑ کر قلعہ آنہور کا قصد کیا۔

قلعہ آنہور پر جنرل اسمتھ اور نواب

کی فوجوں سے مقابلہ اور رائسائٹ

انگریزی کا افشاء

یہ قلعہ تین علیحدہ علیحدہ قلعوں پر مشتمل ہے۔ ایک باڈائے کوہ دوسرا اس سے اتر کر۔ تیسرا شہر کے اندر۔ پہلے قلعہ کی دیکھ بھال میں نواب کے قریب ایک گورہ آپڑا۔ مگر نواب نے مع سواروں کے دیکھ بھال موقوف نہ کی۔ اور ندی کے پار پہاڑوں کے سلسلہ میں جو میدان نو میل لانا اور قریب نصف کے چوڑا ہے کیمپ قائم کیا

اور بانس کی سیڑھیاں بنانے کو حکم دیا +

چنانچہ سیڑھیاں بنکر تیار ہو گئیں۔ اور گرانڈیں سپاہی سیڑھیاں کو لیکر چپ چاپ اپنے موقع سے لگ رہے اور شام کے بعد توپیں بھی گھسیٹ لے گئے اور ندی کے سامنے خالی گھروں میں رکھ دیں جو گنجان حینتوں کے سامنے تھے۔ انگریز رات بھر ان گھروں پر گولے برساتے رہے۔ لیکن صرف ایک آدمی ضائع ہوا۔ ان کو اس انتظام کی خبر نہ تھی۔ صبح ہوتے ہی جب وہ حواتی ضروری میں مصروف ہوئے۔ بہادران حیدری نہایت چالاکی سے سیڑھیاں لیکر حصار قلعہ تک پہنچ گئے اور حصار پر چڑھ کر جھنڈیاں اڑانے لگے۔ ہر چند قلعہ سے گولہ باری جاری تھی۔ لیکن یہ اپنے کام سے باز نہ آئے۔ اس کے ساتھ ہی نواب کے سواروں نے شہر آنہور کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اس حالت کو مشاہدہ کر کے قلعہ سے توپ پلٹا بند ہوا۔ یہ قلعہ شہر کے اندر واقع تھا۔ دن بھر لوٹ مار ہوتی رہی۔ شام کو ایک انگریزی گولندہ از جو قلعہ چھوڑ کر بھاگتا تھا۔ خبر لایا کہ آج ہی رات کو اس قلعہ کی فوج اور قلعہ دار دوسرے قلعہ میں چلے جائیں گے۔ بالفعل وہ اس فکر میں ہیں کہ عمدہ اور قیمتی چیزوں کو نکال لے جائیں اور باقی بلا دیں +

اس پر سیڑھیوں کے ذریعہ سے زبردست تہ کیا گیا۔ ۲۵ سپاہی ایک ہندوستانی عمدہ دار اور چھ انگریز جن میں دو زخمی

تھے۔ اسیر ہوئے۔ اور اٹھارہ ضرب توپ برنجی تین ہزار بندوبست
اور بیشمار گولے گولیاں ہاتھ آئے +

اب حیدر علی نے اُس قلعہ کی نسبت خیال دوڑایا جو پٹیا
پر واقع تھا۔ لیکن اُس کالے لینا مشکل تھا۔ کیونکہ اس وقت اس کے
پاس بڑے بڑے آلات موجود نہ تھے۔ تاہم نواب نے شہر کی ایک
خندق پر دمہ بند ہوا کرتوہیں چڑھوا دیں۔ اگرچہ اس کام کے
پورا ہونے تک کئی توپچی قلعے کی توپ سے اڑ گئے مگر کام پورا
کیا گیا۔ لیکن سترہ روز کی گولہ باری پر بھی کوئی نتیجہ محسوس نہ ہوا
اس میں خبر آئی کہ انگریزی فوجیں دیور میں جمع ہو کر یہاں یلغار
مارنا چاہتی ہیں۔ اس خبر کو سُننے ہی نواب اُس سے کنارہ کش ہو کر
دائیں بازو کو آگیا۔ اُس کو خیال تھا کہ انگریز بچھا نہ کرینگے اس لئے
سواروں کو پیچھے چھوڑ آیا +

ادھر جنرل اسمتھ اٹھائیس ہزار فوج کے جماؤ سے آپہنچا جس میں
گورہ سپاہی پانچ ہزار تھے۔ نواب کو توپ کے دو فیروں سے اطلاع
دی گئی کہ منیم آپہنچا +

نواب کو خیال تھا کہ در اس میں صلح کی منظوری ہو گئی ہوگی اور
جنرل اسمتھ بھی صلح کو مفید جانتا تھا لیکن کونسل در اس نے اُس کو
منظور نہ کیا۔ اور آخر کار جنرل اسمتھ اور نواب حیدر علی کی
فوجوں میں مقابلہ ہو گیا۔ اور فرنگستانی سوار ملازم حیدر کی نہایت

چالاکی سے پشتقدمی کو آگے بڑھے۔ معرکہ بنگ میں اُن کا افسر کھوئے
 سے گر گیا جس کو انگریزی فوج نے گھیر لیا اور اپنی خیمہ گاہ میں پہنچا
 دیا۔ لیکن اس کے ساتھ والے انگریزی سواروں نے اُس کے
 گر جانے کی کچھ پروا نہ کی۔ یہ افسر فرانسس تھا۔ جنرل اسمتھ
 نے اُس فریج افسر کی بڑی عزت کی اور اپنے خاص خیمہ میں رکھ کر
 اُس سے کہا کہ اس کوچ سے غرض ہماری یہ تھی کہ نواب کے لشکر
 سے فرنگستانی لوگوں کو بھاگ کر ہمارے لشکر میں آ جانے کا موقع ملے
 جس کے لئے بہت دنوں سے سازش ہو رہی تھی اور وہاں سے
 کوچ کر اُس راہ پر جو آنہور کو گئی ہے ندی سے ڈیڑھ میل آگے
 کیمپ قائم کیا گیا۔

اور ایک کمینہ۔ احسان فراموش۔ وعا باز۔ مکار انگریز نے جو
 جراح اور ڈاکٹر کی کا پیشہ کرتا تھا ایک فریج افسر اور کئی پادریوں
 کو مدراس اور پانڈیچری سے لاندہی مواعظ سے نواب حیدر علی خاں
 کی فرنگستانی سپاہ میں منافقت اور بگڑش کا بادہ پیدا کر دیا۔ اور
 اُن کو چپکے چپکے انگریزوں سے بھانے پر آمادہ کر لیا۔ نواب کو بھی
 یہ راز معلوم ہو گیا۔ مگر وقت زیادہ تنبیہ کا نہ تھا۔ اس لئے غموشی
 سے کام لیا اور ان دونوں کاروں کو اپنی فوج سے دور کیا۔

نظام علیخاں کا تعلق انگریزوں کے تھا

بب نظام علیخاں (حسب صراحت بالا) نواب حیدر علیخاں سے رخصت ہوئے تو کوڑا پہ کو تشریف لے گئے۔ وہاں سے نواب رکن الدین (مختار علی) نے اپنے رشتہ دار نواب محمد علیخاں کو لکھا کہ میں نے بڑی کوشش سے نواب نظام علیخاں بہادر کو حیدر علیخاں سے علیحدہ کر پایا ہے۔ اب اگر آپ کہیں اور انگریز چاہیں تو میں بطور سفیر مطلق کے مدراس آؤں۔ اس پیام مسرت انجی م کے سننے ہی محمد علیخاں نے جواب دیا ہے

کہ برسر چشم من بیائی
در چشم کشم کہ توتیائی

اور صاحبان کونسل کی طرف سے اشتیاق نامہ لکھا گیا۔ اُس پر رکن الدین مع رام چند رسردار مرہٹہ کے جو نظام علیخاں کے رفقاء خاص میں تھا مدراس جا پہنچے۔ انگریزوں کی طرف سے بڑی آؤ بھگت ظاہر کی گئی۔ تب اُن دونوں کیلوں نے نواب نظام علیخاں بہادر کی طرف سے اُس جگہ کی مالکی اور آرکاٹ کی نوابی نواب محمد علیخاں کے نام لکھ کر اُس سند پر اپنے دستخط کر دئے۔ اور نظام کی جانب سے محض اُن کی شمالی چار سرکاریں مع شہر انگریزوں کے نام بعد حسن خدمات

لکھ دیں +

پھر مدراس سے دور کن کونسل حیدر آباد گئے وہاں نظام علی نے اُن کی خاطر خواہ تعظیم کی اور چلتے وقت بیش قیمت چیزیں اور قیمتی تحفے اُن کو اور گورنر مدراس کو عنایت کئے۔ وہ مدراس آگئے۔ اور مرارو راؤ سردار مرہٹہ جو سرائے کے اُس طرف ایک چھوٹی ریاست کا مالک تھا اُدھانی ہزار سوار اور تین ہزار پیادہ لیکر انگریزی لشکر میں داخل ہوا کیونکہ ان دنوں انگریزوں نے جا بجا سے کمک طلب کی تھی +

جنرل اسمتھ کا صلح میں کوشش کرنا

اور ناکام رہنا اور کرنل اوڈ کا

شریک کیا جانا

جنرل اسمتھ نے پھلی لڑائیوں اور نواب حیدر علی خاں کی کثرت فوج اور معرکہ آرائیوں کی مفصل رپورٹ کونسل مدراس کو لکھ کر رکھی دی کہ نواب سے صلح ہو جانا بہتر ہے۔ لیکن کونسل نے منظور نہ کی اور جنرل اسمتھ کو یہ حکم دیا کہ تم اپنی فوج کے دو حصے کر کے نصف

حصہ کرنل اوڈ کے سپرد کرو تا کہ وہ گھاٹیوں کے مسلسل قلعوں کی فتح و
تسخیر کا کام جاری رکھے۔ اور تم نصف فوج سے نواب حیدر علی خاں
کا مقابلہ کرتے رہو +

جنرل اسمتھ نے اس حکم کی تعمیل کی۔ یعنی نصف فوج کرنل اوڈ
کو سپرد کر دی۔ کرنل اوڈ نے اکثر مقامات کو جہاں ایسی فوج کے مقابلہ
کا سامان اور ایسی باقاعدہ فوج نہ تھی جلد جلد فتح کر لیا +
مگر اس میں ان فتحوں سے خوشی کے بجائے بے چارے بن گئے۔ اس میں
سنا گیا کہ سمبٹی سے آٹھ ہزار جہازیوں نے جا کر منگلور فتح کر لیا اور
تین سو سب توپ بھی اُن کے ہاتھ آ گئیں۔ پھر تو انگریز ان میں
کی خوشی کی حد نہ رہی فوراً قلعہ سینٹ جارج سے ایک سو ایک فیر
خوشی کے داغے لگے +

حیدر علی خاں کی آمادگی۔ اور

انگریزوں کا عزم تسخیر منگلور

جب منگلور میں انگریزی لشکر کے اترنے کی خبر نواب حیدر علی خاں
کو پہنچی وہ باوصف نہایت پریشانی کے مستقل مزاج رہا۔ اور بنگلہ
اور سرا اور سریرنگ پٹن کی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ فی الفور کنڑے کی

طرف روانہ ہوں۔ اور ٹیپو سلطان تین ہزار سوار جترار لیکر روانہ ہو گیا اور خود نواب تین ہزار گرانڈیل سپاہی اور کئی ضرب توپ اور بارہ ہزار سوار لیکر اُس طرف کا عازم ہوا باقی افواج کی سپہ سالاری مسیر مخدوم علیخاں کو سپرد کر کے ارشاد کیا کہ تم جنرل اسمتھ اور کرنل اوڈ سے سمجھتے رہو +

اُدھر مدراس کی کونسل نے کرنل گال۔ نواب محمد علیخاں۔ مسٹر ماکس کو منگھور کی مہم پر مامور کیا اور سولہ غبارے اور ۳۵ توپ کلاں اور پچاس توپ خورد مع سامان ضروری اُن کے ساتھ کر دیں۔ لیکن مدراس سے منگھور تک اسی فرسنگ کا فاصلہ ہے اس لئے ان کو بار برداری وغیرہ کی کیا بی سے کئی جگہ توقف کرنا پڑا +

جنرل اسمتھ اور مسیر مخدوم علیخاں

کی معرکہ آرائی

جنرل اسمتھ جو منگھور کے محاصرہ کا عزم کر رہا تھا اُس نے خیال کیا کہ اُس سے پہلے ان قلعوں کو فتح کر لینا ضرور ہے جو درمیان میں حایل ہیں تاکہ منگھور تک مسدود وغیرہ پہنچنے کے لئے راستہ صاف ہو جائے اس خیال سے اُس نے پہلے قلعہ کو اس چالاک سے حاصل کیا

کہ میرے مخدوم علیخاں کے ایک قاصد کو گرفتار کر لیا جو قلعہ دار کے نام
 اس مضمون کا خط لے جاتا تھا کہ آج ہی پانسو آدمیوں کی کمک پہنچے گی
 مطلع رہو۔ اور وہ خط اپنے سوار کو حیدری فوج کی وردی پہنا کر
 اُس قلعہ دار کے پاس بھیج دیا اور کہہ دیا کہ یہ کمک پچھلی رات کو
 آئیگی۔ چنانچہ پچھلی رات کو انگریزی فوج لٹی۔ قلعہ دار نے دروازہ
 کھول دیا۔ اُس فوج نے اندر جا کر قبضہ کر لیا۔ لیکن میرے مخدوم علیخاں
 نے چند روز بعد اس فریب کا یوں بدلہ لیا کہ اپنے ہندوستانی سواروں
 کو برطانوی نوکری چھوڑ کر حیدری فوج میں ملازم ہو گئے تھے۔
 انگریزی سواروں کی نیلی وردی پہنا کر حکم دیا کہ قلعہ کے میدان میں
 نمایاں ہوں اور ایک شخص کو جو انگریزی زبان سے خوب واقف تھا
 ایک چھوٹا افسر بنا کر اُس قلعہ کے قلعہ دار کے پاس بھیجا۔ اس نے بیان
 کرے کہ حیدری سواروں کے ایک بڑے غول نے ہمارا پیچھا کیا ہم ہزار
 خرابی وٹاں سے بھاگ نکلے اب ہمارا رسالہ دار مع ساتھیوں کے
 اس نواح میں آیا اور مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ شفقت کی
 واہ سے ہم کو اپنے قلعہ میں لے لیں۔ وٹاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ
 پہلے وہی نیلی وردی والے سوار قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اُن کے بعد
 دوسرے سواروں نے حملہ کر دیا اور قلعہ واپس لیا جنرل سمٹھ نے پچھلی رات
 کو وہ کارروائی کی تھی۔ میرے مخدوم علیخاں نے پچھلے دن کو یہ کارروائی
 کی۔

اُدھر کرنل اوڈ نے کئی قلعوں کا محاصرہ کر رکھا تھا لیکن کمی فوج سے کامیاب نہ ہوتا تھا اس لئے اُس نے مدراس سے آرد کمک طلب کی تھی۔ اسی عرصہ میں وہ دارماپوری کے قلعہ کا محاصرہ کر کے گولے مارتا تھا اور پائندہ خاں قلعہ دار نہایت مردانگی سے اُس کو روک رہا تھا۔ اُس میں گولوں سے قلعہ کی دیوار گر گئی تب اُس نے امان کا سفید نشان کھڑا کیا۔ لیکن کرنل اوڈ کی فوج نے قلعہ میں داخل ہو کر قتل عام کر ڈالا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا +

کچھ دنوں بعد میر محمد علی خاں نے دارماپوری کے مظلوموں کا یوں بدلا لیا کہ ویلور کے میدان میں انگریزی سپاہیوں کی پوری پلٹن کا قتل عام کروا دیا۔ قصہ مختصر بعد تسخیر قلعہ دارماپوری کے کرنل اوڈ کی فوج حسب الحکم کونسل مدراس جنرل اسمتھ کی فوج سے جا ملی تب جنرل اسمتھ نے بنگلور کی طرف کوچ کیا اور اُس کے قریب کے کئی قلعوں کو مثل کولار، بلوٹہ وغیرہ کے لئے لیا اور بہتے کو خاص طور پر ذخیرہ

دیو نٹلی کے باشندوں پر جنرل اسمتھ کی مہربانی

نواب حید علی خاں کا خوش ہونا

جب جنرل اسمتھ بلوٹہ میں پہنچا۔ تو باشندگان دیو نٹلی نے اپنے

دو وکیل مع زر پیشکش اُسکی خدمت میں بھیجے۔ وکیلوں نے عرض کی کہ یہ قلعہ اور قصبہ نواب حیدر علی خاں کا جائے ولادت ہے اس سے وہ سب قلعوں پر برتری رکھتا ہے۔ جنرل اسمتھ نے شریفانہ جواب دیا کہ میں ان مراتب کا لحاظ رکھوں گا بلکہ میں ایک ایسی سند دیتا ہوں جس سے تمام انگریزی عمدہ دار اس کا لحاظ رکھیں یہ کہہ کر اُس نے ایک کاغذ میں لکھ دیا کہ یہ شہر اور قلعہ اور اس کے آس پاس کی بستیاں انگریزی ماتحت تاراج سے محفوظ رہیں۔ اور روپے واپس کر دئے اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ خبردار ان مقامات میں کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے +

جنرل اسمتھ کی اس شریفانہ انسانیت نے نواب کے دل میں جنرل کی سچی عزت کو بہت زیادہ بڑھا دیا۔ اور نواب نے دور اس اسپٹی جڑاؤ زین سمیت جنرل اسمتھ کو بطور شکریہ روانہ کئے +

تسخیر منگلور کے بعد حیدر نگر کا عزم

افواج بمبئی کے سپہدار نے منگلور کو مسخر کر لینے کے بعد حیدر نگر کو لینے کا عزم کیا۔ اور اس عزم سے کونسل بمبئی کو اطلاع دی اور روانہ ہو گیا۔ اب ان اوتوپوں کا چھوٹنا صحیح ہوا +

ٹیپو سلطان کا منگلور پر آپڑنا اور

انگریزوں کو ہزیمت دینا

شاہزادہ ٹیپو سلطان انگریزی فوج کی یورش اور باپ کی مشکلات کو معلوم کر کے شباب کے جوش اور بہادری کے خروش میں بنگلور چھوڑ اپنا کار کرتا ہوا کنریس کی سرحد میں آپہنچا۔ خوفزدہ ننیا کی ڈھارس بند گئی۔ شاہزادوں نے اُن کی تشفی کی اور ساری فوج کو جو مختلف صوبوں سے اُس جگہ اکٹھا ہوئی تھیں اپنی فوج کا شریک کر کے منگلور کی جانب کوچ کیا۔ اور نہایت پر جوش و خروش جنگی باجے بجاتا اور ہزاروں یہ قیس اڑاتا منگلور پر جا پڑا اور جاتے ہی فوج انگریزی میں ہل چل ڈال دی۔ سیکڑوں کوتلو اور کے گھاٹ اُتارا۔ انگریز خیموں سے نکل نکل تار میں چمے گئے فوج میں بھاگ پڑ گئی۔ ہا۔ گئے وائوں نے شہ کو ڈس کیا۔ شہزادہ نے اُن کا تعاقب کر کے باتوں کو قتل کیا۔ پھر انگریزی چھاؤنی کا تمام اسباب لوٹ لیا کیا۔ شہر میں بھی لوٹ باری ہوئی۔ کیونکہ شہزادوں نے انگریزوں کا سامنا کرنے میں جی چڑایا اور اُن کو سرحد ہی تھی اس لئے وہ ذیل رعایت نہ سمجھے گئے۔

اس اڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں نے ایسی شکست کھائی کہ ان کے بہت ہی تھوڑے آدمی بچ کر جہاز پہ پہنچ سکے۔ مگر وہاں بھی نہ بچ سکے۔ اور تین جہاز جو رسد لانے پر مقرر تھے گرفتار ہو گئے۔ اس گرفتاری میں ایک جنرل چوالیس لاکھ عہدہ دار اور چھ سو تیس انگریزی دار اور چھ ہزار ہندوستانی سپاہی مع اسلحہ و اسباب گرفتاری میں آئے +

یہ بڑی فتح منگلور کے نکل جانے سے آٹھ روز بعد ظہور پذیر ہوئی۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ انگریزی جنرل فتح منگلور کے منصوبہ میں رہ کر پاروں طرف کا راستہ بند کرنے سے غافل رہا۔ بس سے ٹیپو سلطان اور حیدر علی خاں کی فوجوں کو بے روک ٹوک وہاں پہنچنے اور اس آفت پر پا کرنے کا موقع مل گیا +

بہر حال ٹیپو سلطان نے یہ ایسی نمایاں فتح حاصل کی جس نے بہت بڑی بات رکھ لی +

حیدر علی خاں نے سنا کہ بہادر فرزند منگلور کی طرف گیا ہے تو وہ بھی اپنا کام چھوڑ کر یلغار مارتا ہوا آیا۔ یہاں اُس دن شام کو پہنچا جب لڑائی فتح ہو چکی تھی۔ بہادر فرزند کے ڈیرہ میں گیا بہا فرزند نے قیسر جو لیس کی طرح ان تین باتوں میں یہ کیا موقع دیکھا۔ میدان مار لیا۔ ساری رویداد بیان کر دی۔ یہ سنکر الو العزم باپ نے بہادر بیٹے کو گلے سے لگایا اور دیر تک لگائے رکھا۔ کہتے ہیں

کہ حیدر علی خاں نے جب فرزند کو دفورختت سے آغوش میں دبایا تو جوش
سرت سے اُس کے آنسو نکل پڑے تھے اور اُس کا چہرہ فرزند کی
بہادری پر ایک فخرانظہار کر رہا تھا۔ پھر اُس نے فرزند پرند و جوا
شر رکھے۔ مسکینوں کو کھانا کھلایا۔ فوج کو شاباش دی اور سب کو یکجا
انعام دیکر تمام فوج کی دعوت کی اور جشن منانے کا حکم دیا اور خود ان کے
ساتھ شریک جشن ہوا +

منگھور کے پرتگیزیروں سے

حیدر علی خاں کی مزاحمت

پرتگیزیروں کا گڑبڑ منگھور میں بستے اور حیدر علی خاں کی حمایت میں رہتے
تھے مگر جب انہوں نے انگریزوں کا غلبہ دیکھا تو وہ اس طرف کو ڈھل
گئے۔ اور انگریزوں کو مدد دینے لگے۔ حیدر علی خاں نے یہ معلوم کر کے
تین ہادیوں کو طلب کیا جو منگھور میں رہتے تھے اور ان سے سوال
کیا کہ جو لوگ اپنے آقا و حاکم کے ساتھ وفا اور عمدہ شکنی کریں انہیں
کیا سزا ہے۔ ہادیوں نے جواب دیا کہ ایسے لوگ قتل کے لائق
ہیں۔ تب اُس نے کہا کہ مذہب اسلام اتنی سختی پسند نہیں کرتا۔
پرتگیزیروں نے کہا کہ انگریز کہتے ہیں تو ان کا مال و اسباب انگریزوں کو

دیا جائے گا اور یہ قید رہیں گے۔ یہ حکم دیکر اور منگھور کا انتظام کر کے
منگھور جانے کی تیاری کی۔

جنرل اسمتھ کی سرگزشت

جن دنوں میں نواب منگھور سے دور تھا تو جنرل اسمتھ نے فرست
یا کر سب لوازمہ درست کیا۔ اور مدد اس سے نواب محمد علیوں اور
دور کن کونسل اور مراد اور اڈ بھی آگئے۔ لیکن گہیوں پاول وغیرہ
سامان اذوق کی کمی تھی جو مدت محاصرہ قلعہ بکیر تک کے لئے ناکافی
تھی۔ مراد اور اڈ سردار مرہٹہ نے ساحبان کونسل کو یہ صلاح بتائی
کہ پہلے قلعہ کو چاک بالاپور کا محاصرہ کیا جائے۔ جب وہ ہاتھ میں
آجائے گا تو دوطرف سے رسد کا موقع مل جائے گا۔ یہ صلاح کونسل
والوں نے پسند کی اور اب جنرل اسمتھ تھوڑی سی فوج واسطے
نگمبانی قلعہ اور ارباب شورا کے ہکوٹہ میں چھوڑ بالاپور کی طرف
روانہ ہوا۔ وہ تو اُس طرف کو گیا۔ ادھر نواب حیدر علیوں نے خبر
پاکر بکھوٹہ کا غزم کیا اور صبح سے پہلے وہاں پہنچ کر انگریزوں کے
بنائے ہوئے پشتوں اور خند توں کو جو قدم کے گرد بنائے تھے اپنے
قبضہ میں کر لیا۔ اور انگریزی فوج کے فرنگستانی اور ہندوستانی سپاہی
جو وہاں بیمار پڑے تھے اُن پر بھی اپنا پرہ لگا دیا۔ اور چونکہ وہ نواب

محمد علی خاں کو ایک بزدل آدمی جانتا تھا اس لئے اُس نے اُسے گھبرا دینے کو محاصرہ قلعہ کی تیاری شروع کر دی۔ اور اُس کے نوکروں کو نواب محمد علی خاں کے گرفتار کرادینے کا لالچ دیا۔ اور اسلحہ کے اکثر لوگوں کو اسٹرنیاں انعام میں دیکر آئندہ کو بعد فتح انعام مزید کا متوقع کیا۔ نواب محمد علی خاں کو بھی اس کارروائی کی اطلاع ہوئی وہ گھبرا گیا۔ اور اس نے کرنل گال کی مرضی کے خلاف جنرل اسمتھ کو یہ فرمان بھیج دیا کہ تم باپور کے محاصرہ سے دست بردار ہو کر یہاں آجاؤ۔ چنانچہ جنرل اسمتھ اپنی فوج سمیت واپس آگیا۔ اور اب نواب محمد علی خاں نے مدرس جانے پر زور دیا۔ لیکن نواب محمد علی خاں بغیر فوج کثیرہ اس پہنچنا نہیں نہ تھا۔ لاچار جنرل اسمتھ نے اپنا سب سامان قلعہ میں چھوڑ دیا۔ اور نواب محمد علی خاں اور کرنل گال کو اپنی فوج کے ساتھ لے نکلتا کہ وہ نہایت سے مدرس پہنچ گیا یہ سُنڈ نواب حیدر علی خاں نے جنرل اسمتھ کے قلعہ کا سامان کیا۔

مرزا علی خاں کا نام ہو کر پھر آملنا

ناظرین اوپر پڑھ چکے ہونگے کہ نواب حیدر علی خاں کے سارے میرزا علی خاں سو بہ سرائے مہلوں سے مگر بیسی بیوزنی کی تھی۔ جو اُس کے ہوش درست ہوئے اور اُس نے کسنا کہ میرا سر پرست

بھائی ایک بڑی پریشانی میں مبتلا ہے۔ بیس ہزار جوان ساتھ لے
حیدر علیاں کے لشکر سے دو فرسنگ پر آموجود ہوا۔ جہاں میر محمد
علیخان ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں میر محمد و علیخان کے خیمہ میں جا کر
اپنے گزشتہ تصور پر اظہارِ زدامت اور خجالت کر کے درخواست
کی کہ مجھ کو نواب تک لے چلیں۔ اب مجھ کو جدائی کی تاب نہیں
چنانچہ میر صاحب اپنے ساتھ لے گئے۔ اور نواب کے حضور میں
پیش کیا۔ میرزا علیخان جاتے ہی پاؤں پر گر گیا۔ نواب نے اس کا
سر اٹھا کر چھاتی سے لگایا۔ اور معذرت قبول کی۔ اس طور سے
نواب کو ایک زبردست بازو اور مل گیا +

اور نواب نے ویلور تک جنرل اسمتھ کا پیچھا کر کے اپنی جنگ
کا طور بدل دیا یعنی سواروں کے تین حصے کر کے ایک کی سپہ سالار
اپنے ہاتھ میں لی۔ دوسرے کی سرداری میر محمد و علیخان کو دی۔
تیسرا حصہ میرزا علیخان کے سپرد ہوا +

ایسے ہی مدراس کے کونسلروں نے بھی انگریزی فوج کی تین
ٹکڑیاں بنائیں۔ اُن میں ایک ٹکڑی چار ہزار سپاہ کی کرنل فرچن
کو دی گئی اس میں چھ سو جوان فرنگستانی تھے۔ اس سے پہلے وہ
کبھی حیدر علیخان سے معرکہ آرا نہ ہوا تھا۔ ساتھ والوں نے کہا
کہ آپ کو اپنی فوج جنگل میں رکھنا ہی چاہیے مگر وہ نہ مانا۔ اور کہا
کہ دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ اور فوج کو نصف لے لے چھاؤں سے

حیدری سواروں نے بڑھ کر باڑہ مارنا شروع کی پھر نیزہ اور تلواروں پر دھڑلایا۔ تھوڑی دیر میں صف بندی ٹوٹ گئی۔ اور سپاہی بھاگنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر کرنل مذکور بھی اپنا گھوڑا دوڑا نکل گیا۔ پچاس سے زیادہ عمدہ دار قتل ہوئے یا گرفتار کیے گئے۔ کپتان سرنجھی پکڑا گیا جس نے قلعہ وانمباڑی میں قول دیا تھا کہ برس روز تک ہتھیار نہ اٹھاؤں گا اور فوج حیدری کا مقابلہ نہ کروں گا اس کو میر محمد علی خاں کے حکم سے پھانسی دیدی گئی +

اور نواب حیدر علی خاں کرنل اوڈ کی پشت پر آپ بٹے جو اٹھوا سپاہی لیکر ہتھیار گڑھ کے نزدیک آپہنچا تھا اور اس کو ایسے تباہ کیا۔ کہ وہ جنگل میں پناہ لینے پر مجبور ہوا اور کرنل مذکور کے قتلے یو انیسور کی افسری ایک متوان شرابی کپتان کے ہاتھ میں چھوڑی

شرابی کپتان کی حکایت

کرنل اوڈ جس نے اس شرابی کپتان کو قلعہ یو انیسور کی افسری سپرد کی تھی روز شرابی میں پیتا اور چین کرتا۔ اتفاق سے نواب حیدر علی خاں بھی مع رسالہ سواران و توپخانہ کے آگیا۔ شرابی کپتان نے اس کو خیمہ زن دیکھ کر اپنا گھوڑا اٹھایا اور خیمہ گاہ میں در آیا۔ اور نواب کے سامنے پہنچ کر عرض کی کہ آپ بادشاہ اور

میں اس قلعہ کا ٹوان میجر ہوں۔ اور ہر طرح سے حراست و حفاظت قلعہ پر جائز لیکن قلعہ میں شراب بڑ گنتی ہے۔ اگر حضور کی نوازش سے شراب مل جائے تو یہ بے لطفی ہو رہو۔ نواب نے اُس کو ایک متوالا انگریز سمجھ کر حکم دیا کہ اس کو علیحدہ خیمہ میں لے جاؤ اور طرح طرح کی شرا میں پلاؤ۔ چنانچہ جب وہ اُس نشہ میں غرقاب ہو گیا۔ تو اُس سے کہا گیا کہ اب تم یا تو قلعہ ہمارے سپرد کر دو یا اپنی پھانسی پر راسی ہو۔ اُس نے کہا کہ اچھا میرے نایب کو بلاؤ۔ چنانچہ نایب بلایا گیا۔ جب وہ آگیا تو اُس سے قلعہ حوالہ کر دینے کو حکم دیا۔ اور سپرد قلعہ کی باقاعدہ چٹھی لکھ دی۔ اُس نے سواران حیدری کو قلعہ سپرد کر دیا اور حیدری قبضہ ہو گیا +

ادنیٰ ٹیپو سلطان اور میرزا علیخاں نے سب قلعے جو انگریزوں کے قبضے میں چلے گئے تھے۔ فوجاشی سے واپس لئے۔ سرف ایک بکوسہ باقی رہ گیا۔ جس کو جنرل اسمتھ نے بہت زیادہ مضبوط کر دیا۔ تھا اردو ہاں فوج کی کافی تعداد مع اتواپ کثیر کے موجود تھی +

اب اس قلعہ کو نواب نے مصالحت سے حاصل کرنا مناسب نہ پایا۔ تاکہ بیجا بد و طرفین کا زیادہ نقصان اور کشت و خون نہ ہو +

ولایت سے مسٹر ڈپری سابق رکن کونسل مدراس کا گورنر ہو کر آنا اور نواب حیدر علی خاں کے ساتھ

مصالحات کا فرمان لانا

اس حالت میں کہ نواب حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان اور
میر محمد علی خاں اور میرزا علی خاں انگریزی فوجوں کو جا بجا تنگ
کر رہے اور اپنا بد لالے رہے تھے۔ انگلستان سے ایک جہاز
آیا جس پر مسٹر ڈپری مدراس کا سابق کونسل بھی آیا جو بڑا صاحب
فراست مشہور تھا۔ تاکہ شاہ کا بندوبست اپنی رائے سے کرے،
اور بادشاہ کا ایک فرمان اپنے ساتھ لایا۔ اُس کا مضمون یہ تھا۔ کہ
مدراس کے گورنر اور کونسلوں کو واجب اور لازم ہے کہ نواب
حیدر علی خاں کے ساتھ دوستی اور آشتی کی بنا قایم کریں اور
اُسکی شرائط صلح مان لی جائیں کیونکہ مدراس سے جو تحریریں جاتی تھیں

اُن میں یہی لکھا جاتا تھا کہ اب ہم فتح کرتے ہیں یا اب یہ فواید حاصل ہونے والے ہیں مگر کوئی مفید نتیجہ ظاہر نہ ہوتا تھا اس لئے عقلا انگلستان نے جو کمپنی کے دانا سرپرست تھے حیدر علی کے ساتھ صلح کر لینے کو بہتر جانا۔ چنانچہ مسٹر ڈپری نے مدراس سے ایک وکیل پیغام صلح دیکر نواب حیدر علی خاں کے پاس روانہ کیا۔ نواب نے جواب دیا کہ میں وہیں (مدراس) آتا ہوں وہیں صلح نامہ لکھا جائے گا۔ اس جواب سے یہاں بڑی ہل چل پڑ گئی اور گورنر نے حکم دیا کہ جنرل اسمتھ اور کرنل اوڈ کی فوجیں اطراف مدراس میں آجائیں اور نواب بہادر پانڈی پھری۔ گوڈلور کے قریب سے کولنٹر کے نواح میں جا پہنچا جو مدراس سے سات فرسنگ ہے۔ پھر وہاں سے سیدھا راستہ چھوڑ دوسری طرف سے گھوم کر دفعتاً مع فوج و توپخانہ کے مدراس کے دروازہ پر پالیکیٹ کی طرف آ پہنچا۔ اور اپنے ایک معتمد کی معرفت کونسل مدراس کو اپنے سلام شوق کے ساتھ کہلا بھیجا کہ اب جو شرطیں طے کرنا ہوں وہ کر لی جائیں۔ صاحبان کونسل نے مسٹر ڈپری کو جو نیا گورنر مقرر ہوا تھا اور گورنر سابق کے بھائی پوشیر کو وکیل بنا کر بھیجا۔ نواب حیدر علی خاں نے نہایت احترام سے ان کو لیا اور کمال اخلاق و محبت سے پیش آیا

دل را بدل ہے است درایں گنبد سپہر
از سوے کینہ کینہ ڈوز سوے ہر ہر۔

آخر کو بعد کلام شوق یہ بات ٹھہری کہ آئندہ سرحد مدراس میں
جنگ وجدال واقع نہ ہو۔ اور حیدر علی خاں ٹھیسٹ ٹامس کے بیٹا
کو اپنی چھاؤنی مقرر کرنے کا وعدہ فرمایا زراں بعد ۱۵۔ اپریل ۱۷۸۱ء
کو دو عہد نامے لکھے گئے ۛ

پہلا عہد نامہ

بادشاہ کیواں بارگاہ انگلینڈ اور نواب گردوں جناب علی خاں
کی رعایا ایک دوسرے سے ملی جلی رہیں گی۔ طرفین کے قیدی چھوڑ
دئے جائیں گے۔ سوداگری اور بیوپار کے کاروبار بطور امن کے
جاری رہیں گے اُن پر دست دداری اور روک ٹوک نہ ہوگی ۛ

دوسرا عہد نامہ

نواب محمد علی خاں قلعہ کپوٹ کو جلد چھوڑ دیں گے۔ اور توپخانہ او
ہتیار اور جو سامان قلعہ میں ہے جوں کاتوں کا پر دازان حیدری کو
سپرد کر دیا جائیگا اور شہر کو موجودہ حالت پر برقرار چھوڑا جائے گا۔
قلعہ دار کپوٹ وہاں سے جلد کرناٹک کو روانہ ہو جائے۔ اور نواب
محمد علی خاں چھ لاکھ روپیہ سال بہ سال نعلبندی کا ادا کرتے رہیں او

پہلے سال کا روپیہ ابھی دیدیں۔ اور جتنے رئیس ساکن آرکاٹ اسیر
کئے گئے ہیں ان کو رہائی دی جائے کہ وہ جہاں چاہیں سکونت
اختیار کریں +

کمپنی بہادر نے ان کاموں کے انجام پذیر ہونے کی کوشش
میں ایک جہاز توپ والا نواب کو دیا اور وعدہ کیا کہ آپ جب
چاہیں گے بارہ سو گورے آپ کو دئے جائیں گے +
مدرسہ کے صاحب کونسل نے اس مصالحت کی خوشی میں عہد
تحلیف نواب کے حضور میں پیش کئے۔ اور نواب کی طرف سے ان کو
نہایت قیمتی سامان اور بیش قیمت جواہرات عنایت ہوئے۔ اور
انگلستان تک اس مصالحت کا اعلان ہو گیا +

اور نواب حیدر علی خاں مدرسہ سے روانہ ہو کر بکوٹہ پہنچے۔ وہاں
احکام پہنچائے گئے تھے۔ قلعہ دار نے فوراً وہ قلعہ مع اتواب واسلحہ
ساز و سامان کارپردازان نواب کے سپرد کر دیا۔ نواب نے ہر چیز کا
ملاحظہ فرما کر اپنا انتظام قائم کیا۔ پھر شہر کا انتظام ضروری کر کے فوجوں
کی تنخواہ برآیندہ تقسیم کی اور ہر ایک کو مناسب انعام دے کر
رخصت کیا تا وہ سب اپنے اپنے گھروں پر جا کر ایک مہینہ آرام
کریں۔ پھر تازہ دم ہو کر اگلی لڑائی کے لئے جو مرہٹوں سے چوتھ کی
بابت ہونے والی ہے آمادہ ہوں +

یہاں موشیر مڈلت نامہ نگار فرانسس کی روایتیں تمام ہوئیں +

مدافعت فوج مرہٹہ جو گوپال راؤ ہٹرا اور بابورام پھڑنویس کی سپہ سالاری میں تھی

شروع شدہ میں پونا کی ایک بڑی فوج گوپال راؤ ہٹرا اور
بابورام پھڑنویس کی سپہداری میں نواب حیدر علی خاں کے ممالک
میں آن پھیلی۔ اور رعایا کو لوٹنے اور ملک کو تاراج کرنے لگی۔
نواب نے مدد کے لئے انگریزوں کو لکھا لیکن یہاں ایسی بات کو
کون سنتا تھا۔ نواب نے سریرنگ پٹن سے ایک لشکر جرّاز فیض اللہ
خاں کی سپہ سالاری میں روانہ کیا۔ اس لشکر میں گولہ انداز
فرانسیس تھے۔ فیض اللہ خاں نے فوج مرہٹہ کے سر پر پہنچ کر
حیدری توپخانہ سے آگ برساتا شروع کی۔ فرانسیسی گولہ اندازوں
نے ایسا کام کیا کہ مرہٹہ فوج کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اور
ادھر ادھر سے حیدری سواروں اور فوج پیادہ نے پیہم حملوں سے
ایسا مرعوب و پریشان کیا کہ گوپال راؤ ہٹرا اور بابورام پھڑنویس

اپنی پکڑیوں کی خیر منانے لگے۔ ہر وقت سواران حیدری کی تاخت
یا شہنشاہ کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ اُن کو آرام سے کھانا اور چین
سے سونا مشکل ہو گیا اس لئے چند روز میں وہ دونو اپنی فوج و سپہ
لے گئے۔

لیکن اس سے مرہٹوں کا عزم نہ ٹوٹا اور دوسرے سال فوج
مرہٹہ کا ایک ٹیڑھی دل مادھوراؤ پیشوا کی سپہ سالاری میں ملک
میسور میں آپڑا جس کے آپڑنے سے وہ سرزمین ایک آفت میں
مبتلا ہو گئی۔

لیکن نواب حیدر علی خاں کی اقبال مندی سے کئی سبب آڑے
آگئے۔ یعنی مادھوراؤ پیشوا مخلوق خدا کو بے سبب پامال کرنے کی
پاداش میں ایک عارضہ سخت میں مبتلا ہو کر پونا کو چلتا ہوا۔ اور
اس کی فوج کے سرداروں میں ایسی پھوٹ پڑی کہ وہ آپس میں
لڑنے کو تیار ہوئے کہ ایک دوسرے کی نگرانی کرنے لگا۔ ادھر برہما
کا موسم آگیا۔ پہلے ہی پانی برسے میں ندیاں چڑھ گئیں اور فوج کے
رہنے کو ٹھکانا نہ ملا۔ اس پر دوسری آفت یہ کہ فوج میں مرگی اور وبا
کی بیماری پھیل گئی۔ جب مرہٹوں نے یہ آفتیں دیکھیں تو صلح پر
راضی ہوئے۔ اس شرط پر کہ نواب انہیں کچھ قدرے قلیل نقد اور
کچھ پرگنے دیجے۔ نواب نے یہ شرط منظور کر لی۔ اور مرہٹہ فوجیں لائی
سندھ و دکن کو واپس گئیں۔ اور ملک میسور فوج مرہٹہ سے بالکل خالی

ہو گیا۔ لیکن رگھوناتھ راؤ جو پہلے سپہ سالار کا قایم مقام ہو کر آیا تھا وہ ایک مضبوط فوج اُن خطوں کی پاسبانی اور نگہبانی کو چھوڑ گیا جو انہیں دئے گئے تھے +

اس درمیان میں نواب حیدر علی خاں کو خیال ہوا کہ انگریزوں نے نام کو مدد کا وعدہ کر لیا ہے اور نظام علی خاں اپنے مطلب کے غرضی ہیں اب اپنے پرانے دوست فرانسیسوں کو پھر شریک حال کرنا چاہئے۔ اس خیال سے اُس نے فرانسیسوں کی طرف پھر توجہ کی +

فرانسیسوں کو دوستی پیدا کرنا

نواب حیدر علی خاں نے نظام حیدر آباد اور انگریزوں کی دوستی کو اپنی اپنی انراض اور مصلحت وقت کے متعلق دیکھ کر ایسی منافقانہ دوستی سے فرانسیسوں کی سچی دوستی کو اچھا جانا۔ اس لئے اُس نے پھر فرانسیسی سردار سے قدیم دوستی کی تحریک کی۔ قوم فرانسیسی حیدر علی کی دوستی کو اپنی ہر طرح بہتری کا ذریعہ خیال کر کے اُس کی شرکت پر آمادگی ظاہر کی۔ اور گورنر فرانسیس نے اپنے عہدہ داروں کو حکم دیا کہ نواب حیدر علی خاں کی فوج میں داخل ہو کر اُسکی فوج کو از سر نو آراستہ اور انگریزوں کا ساتھ دینا تیار کریں۔ چنانچہ فرانسیسی

عہدہ داروں نے نہایت سرگرمی سے اُس کی فوجوں کو آراستہ کیا۔ اور ہر طرح کے آلات جنگ خود حیدر علی شاہ کے کارخانہ میں بننے لگے۔ اُس سے نواب کو وہ قدرت حاصل ہوئی کہ مرہٹوں کی بیشمار فوجوں کو اُس نے بھیڑ بکری کی ریوڑ خیال کیا۔ اُس کے ایک ہزار سوار دس دس ہزار سوار مرہٹہ کو بھگانے لگے۔ اُس کی فوج پیادہ سے کسی سردار کی فوج لگانے کھاتی تھی۔ اور اس کا تمام توپخانہ اندر سلخاناہ انگریزوں کی طرح آراستہ و مرتب ہو گیا تھا اور فی الحقیقت ہندوستان میں فرانسیسیوں کا برتاؤ عموماً سچا اور شریفانہ پایا گیا۔ اُن کی تجارت اور اخلاق میں خود غرضی۔ دھوکا دہی۔ کمر زور۔ منافقانہ برتاؤ کا نام و نشان نہ تھا۔

سرحد ملیبار پر پریساؤ۔ راجہ رایت زمرین

وغیرہ پر قابض ہونا

۱۷۸۳ء میں سردارانِ نائیر اور کوڑک کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا۔ کوڑک کی راج گدی پر دو حریف لڑنے لگے۔ دواپا نام کے مخالف نے دوسرے فریق کو نکال دیا۔ وہ نواب سے دادخوا ہوا۔ نواب نے ایک بڑی جنگ کے بعد اُس کو مغلوب کیا۔

اور ہالری راجہ کو گتہ سی پر بٹھایا۔ دوپٹا راجہ کو ٹیٹوٹ میں پناہ گزین ہوا اس شکریہ میں ہالری راجہ نے سر زمین برسا اور راسمی کا آدھا ملک جس کا نصف سالانہ ۱۷۰۰۰ روپے میں حاصل ہو چکا تھا (نواب کے حوالہ کیا۔ اور سالانہ خراج علیحدہ رہا۔ اس فتح کے بعد فوج حیدری ملیبار کے ملکوں میں داخل ہوئی اور ۱۷۰۰۰ روپے تک ریاست ہائے زموریں۔ کلکٹوٹ۔ کوٹھیٹوٹ۔ کارٹیناد۔ کانیسور قبضہ حیدری میں آگئیں۔ اور کوچین کے راجہ نے بھی یہی سالانہ خراج دینا منظور کیا۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب پونا میں رگھوناتھ راؤ کی شقاوت سے اُس کا بھتیجا نرائن راؤ مارا گیا تو نانا پھر نویس نے رگھوناتھ راؤ کو پین سے حکومت کرنے نہ دی۔ اس سے پونا کے اکثر علاقے خود سر ہو گئے یا دوسروں نے دبا لئے چنانچہ نواب حیدر علی خان نے بھی پونا کی اس دو علی اور بد نظمی سے فایہ اٹھانا چاہا۔ اور او جو خطے اور پر گئے ۱۷۰۰۰ روپے کے عہد و پیمان میں مرہٹوں کو دئے گئے تھے وہ سب ان سے پھیر لئے اور ۱۷۰۰۰ روپے میں مرہٹوں کی قوم کو ان خطوں سے نکلوا دیا۔

قلعہ بلہاری اور گتہ سی پر قابض ہونا

قلعہ بلہاری واقع خطہ ادھونی کے زمیندار نے جو نواب بھالت جٹ

کو خراج دیا کرتا تھا۔ نواب بصالت جنگ سے انحراف کر کے نواب حیدر علی خاں سے مدد مانگی۔ نواب نے جو نظام علی خاں کی علیحدگی سے ناراض ہو رہا تھا نواب بصالت جنگ کی فوج کو جو بلہاری کا محاصرہ کئے ہوئے تھی مار کر ہٹا دیا۔ اور قلعہ میں اپنا دخل کر لیا اور زمیندار بیچارے کو اس قصور میں کہ اس نے نواب بصالت جنگ سے انحراف کیا قید کر کے سریرنگ پٹن کو بھیج دیا +

۱۷۶۶ء میں نواب حیدر علی خاں جنوبی ملکوں کو مسخر کرنے کے قصد سے گئی کو روانہ ہوا۔ یہ زمین ۱۷۵۸ء میں مرہٹوں کو اجارہ میں دی گئی تھی۔ کئی بڑے بڑے زرخیز قطعے اور استحکم قلعے اس میں داخل ہیں ازاں بھلہ کنجی کوٹ۔ گرم گنڈہ۔ بینی گنڈہ اور گتتی زیادہ مشہور ہیں۔ اُن دنوں ان قطعات کا حکمران مراور او مرہٹ تھا جو کئی مرتبہ نواب کے مقابلہ میں آکر آخر کو گتتی کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ یہاں سے نواب نے اُس کو بعد جنگ گرفتار کر کے سریرنگ پٹن بھیج دیا۔ او اس کے سب علاقوں پر قبضہ کر کے سریرنگ پٹن کو واپس گیا +

اس دخل و تصرف کو جو نواب حیدر علی خاں نے نظام علی خاں کے بھائی نواب بصالت جنگ کے علاقہ میں کیا دیکھ کر نظام علی خاں نے میر ظفر الدولہ کو جو فنون حرب و ضرب میں کامل مانا جاتا تھا بیس ہزار سوار اور توپخانہ کا سردار بنا کر روانہ کیا اور پونا کے سرداروں نے تیس ہزار سوار اپنی طرف سے روانہ کئے تا دونوں لشکر مل کر نواب

حیدر علی خاں سے چھینا ہوا ملک واپس لیں۔ نواب حیدر علی خاں نے قبل اس سے کہ وہ دونوں کر کچھ کارروائی کریں مرہٹہ سرداروں میں نا اتفاقی پیدا کر دی اور ان کے دلوں کو میر ظفر الدولہ کی طرف سے ایسا پھیر دیا کہ وہ کسی طرح ظفر الدولہ کی کامیابی پر راضی نہ ہوئے اور ہمیں لاکھ روپیہ رشوت دیکر ان کو جانب پونا واپس کیا۔ اب صرف ظفر الدولہ باقی رہ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مرہٹہ فوجیں اپنے حریف کی زبردست طاقت سے متاثر ہو کر واپس گئیں تو اب مجھ کو تنہا معرکہ آرا ہونا مناسب وقت نہیں سوا اس کے بارش آگئی ہے۔ اگر بارش نے زیادتی کی تو پھر یہاں بڑی آفت پیدا ہوگی ان خیالات سے وہ چند روز کبھی کوٹہ کے سواد میں خیمہ زن رہ کر پاکٹور کی راہ سے گلکنڈ سے (حیدر آباد) کو واپس گیا +

نواب حیدر علی خاں کا تمام مالکیت و واقع
جانب جنوب دریا کے کرشنا پر

قابلض ہو جانا

۱۷۹۸ء تک نواب حیدر علی خاں نے قلعہ دہارڈا کے سوا

ملک پونا کے سب صوبے اور علاقے جو دریائے کرشنا کے جنوب میں واقع ہیں لے لئے تھے۔ بلکہ دریائے کرشنا کو عبور کر کے پرمرام بہاؤ کی حکومت شہر مریٹھ پر بھی قابض ہو گیا تھا اور شہر کی جنگوں میں نواب عبدالعلیم خاں افغان حاکم شانور کو اسیر کر لیا اور اُس کی بیٹی سے اپنے فرزند نواب صفدر علی خاں عرف کریم شاہ کی شادی کر دی۔ انہیں دنوں اناگندی کے راجہ کو جس کی ریاست میں بیجا نگر کا شہر قدیم واقع ہے اپنا خراج گزار بنایا اور شہر میں نواب علیم خاں عاکم کڑپہ کے ملک پر تاخت کی اور اُس پر قبضہ کر کے اُس کو مع لواحق کے اسیر کر کے سریرنگ پٹن کو روانہ کیا +

اس تسلط اور تحکم کے سبب نواب حیدر علی خاں کا تمام ممالک کرناٹک اور بالاکھاٹ پر رعب چھا گیا۔ اس ملک کی تحصیل ۴۷ لاکھ روپے کی ہے +

۱۷۷۹ء میں نواب بھالت جنگ نے انگریزوں کو صوبہ کنٹور دیکر اُن کی زیر حمایت رہنے کا اقرار کیا تھا اس سے نواب حیدر علی خاں نہایت ناخوش تھا اسلئے اس نے اُس دُش غصب میں قہبہ دہونی کو لٹوا دیا جس سے مبالغہ کثیر حاصل ہوئے اور نواب بھالت جنگ وہاں سے بھاگ کر امتیاز گڑھ میں قلعہ بند ہو بیٹھے +

اسی عرصہ میں موٹیر لالی فرانسیس فرنگی سپاہیوں کی کئی پٹنیں جنگو انگریزوں نے بھالت جنگ کے پاس سے موقوف کر دیا تھا نواب

حیدر علی خاں کے پاس لے آیا نواب نے اُن سب کو نوکر رکھ لیا اسکے
سوائے قوم فرانسس کے کتنے آدمی جو شہداء میں وقت محاصرہ پانڈیچر
کے جان بچا کر بھاگے تھے اُس سے آئے جن کو نواب محمد علی خاں نے
برطرف کر دیا تھا اُن کے آٹھنے سے نواب حیدر علی خاں کی باقاعدہ فوج
میں قابل قدر اضافہ ہو گیا۔ اور سبھی سکھائی فوج اُس کو مل گئی۔

قلعہ ماہی پر انگریزوں کے حملہ

کرنے سے نواب حیدر علی خاں کا جوش انتقام

جب نواب حیدر علی خاں نے عہد نامہ کے موافق جنگ مرہٹہ کے
وقت انگریزوں سے مدد مانگی اور انہوں نے سکوت اختیار کیا اور نواب
محمد علی خاں نے بھی آنکھ چُرانی تو نواب حیدر علی خاں کو اُس سے ایک
قسم کی غیرت پیدا ہو گئی تھی۔ نیز اس بات کا بھی رنج تھا کہ انگریزوں
نے فرانسسوں سے قلعہ پانڈیچر ہی حاصل کر لیا ہے اس پر طرہ یہ کہ
قلعہ ماہی پر دانت لگایا ہے جس سے نواب حیدر علی خاں کے تمام
تعلقات جنگ و حفظ آلات و آذوقہ وابستہ ہیں۔ اس کے علاوہ کرنل
ہربر کو نواب بھالت جنگ کی حمایت پر بھیجا گیا ہے۔ ان باتوں سے
وہ سخت غضبناک ہو رہا تھا۔ اس کا غوش لینے کے لئے اُس نے ایک

بڑی وسیع سازش کا سامان کیا۔ یعنی پونا کے مادھوجی بھونسلما اور
 حیدر آباد کے نظام علیخاں کو جو بصلالت جنگ کو انگریزوں کی مدد
 اور بطور خود علیحدہ معاہدہ کر لینے سے ناراض ہو رہے تھے اور نواب
 نجف خاں کو جو نواح دہلی میں لشکر جزا رکھتا تھا انگریزوں کی بغض
 اور ان کو ہندوستان سے نکال کر اپنے اپنے حصے بانٹ لینے پر آمادہ
 کیا۔ اوندہ آمادہ ہو گئے۔ لیکن ہندوستان میں ایسا اتفاق مشکل
 ہے اس لئے اس تحریک کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور پیشوا اور نظام اپنی
 اپنی جگہ چپ ہو کر اپنے دوسرے خیالات ملکداری میں لگ گئے اور
 انگریزوں نے ان کو وہ باتیں سمجھا دیں کہ اگر وہ اس کے خلاف
 کریں گے تو ان کو سخت آفت میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ جس سے انکو
 آگے بڑھنے میں خطرات نظر آنے لگے۔ اس طور پر انگریزوں نے نظام
 کو مرہٹوں سے اور مرہٹوں کو نظام سے ہوشیار رہنے اور حیدر علیخاں
 کی صلاح میں دونوں کا نقصان دوسرے سرداروں کے ذریعہ سے ان کے
 دلوں میں جاگزیں کر اپنی ایک سفارت تیار کی تاکہ وہ نواب حیدر علیخاں
 کا غصہ ٹھنڈا اور اس کے شکوک و شکایت کی تلخی دور کرنے کی تدبیر
 کرے۔ اس مقصد کے پورا ہونے کو گورنر مدراس نے نواب کے پاس
 ایک ایچی بھیجنا پایا۔ اور نواب سے اجازت طلب کی۔ نواب نے اس
 شرط پر اجازت دی کہ انگریزی ایچی سریرنگ پٹن سے چارمیل پراثر
 اور اس کی طرف سے کوئی شہر میں نہ آئے۔ جس چیز کی حاجت ہو۔

کارپردازان حیدری سے کہا جاوے وہ فی الفور حاضر کریں گے۔
 قہد مختصر وہ ایچ پی آیا۔ نواب نے بعد سلام و کلام شوق یہ جواب دیا کہ
 پہلے مجھ کو گمان تھا کہ قوم انگریزی صدق و صفا سے موصوف
 ہے لیکن آزمائش سے معلوم ہوا کہ ان میں یہ وصف نہیں بلکہ
 اس کے برعکس پایا گیا چنانچہ ۱۷۶۹ء میں جب وقت جنگ مرہٹہ
 حسب معاہدہ تم سے مدد مانگی گئی تو تمہاری طرف سے اتنی دیر
 ہوئی کہ وہ وقت مل گیا۔ اور تم باقی بناتے رہے۔ پھر تم نے یہ
 بھی خلاف معاہدہ کیا جو قلعہ ماہی لے لیا۔ اس کے سواے تمہاری
 بات کا کوئی ٹھیک نہیں۔ جب کوئی بڑی بات پیش آتی ہے
 تو کونسل کے مشورہ یا دوسرے عذر پر ٹال دی جاتی ہے۔ کسی
 بات کا مدتوں جواب ہی نہیں ملتا۔ بخلاف اُس کے میں فی الفور
 جواب دیتا اور کارروائی پر آمادہ ہوتا ہوں۔ سواے اس کے تم
 نواب محمد علی خاں کے ہاتھ میں ہو + تمہارے اور اُس کے مشورے
 کبھی درست نہیں ہوتے اور اگر سب نے ایک بات قرار بھی دی تو
 بڑی مشکل سے تمہارا ڈیرہ ڈنڈا شہر سے باہر نکلتا ہے۔ پھر
 تمہارے کوچ کا یہ حال ہے کہ ایک دن کوچ دو دن مقام اس طو
 سے جب تمہاری فوج ہماری کمک کو آتی ہے اُس وقت تک
 مرہٹہ وغیرہ ہمارے ملک کو تاراج بھی کر ڈالتے ہیں پس ایک تو
 تمہارے قول و فعل کا اعتبار نہیں دوسرے یہ تمہارا طرز عمل

وقت پر کام آنے والا نہیں پھر مجھ کو تم سے کیا فائدہ۔ میری فوج
خدا کے فضل سے ہر روز ساٹھ میل چلنے کی مشق رکھتی ہے اور ہر
قسم کے آلات جنگ اور غلہ وغیرہ کے ذخیرے جا بجا تیار رکھتا
ہوں جو مہینوں کی جنگ کو کافی ہوں پس ایسی متضاد حالتوں
میں موافقت کیونکر ممکن ہے ؟

نواب حید علی خاں نے اُس ایچی کو اس قسم کے جواب دیکر
واپس کیا اور ماہ رجب ۱۱۹۲ھ ہجری یا ماہ جولائی ۱۷۷۹ء بہت
سی ندیاں نالے پار کرتا ہوا کرناٹک میں جا داخل ہوا۔ اس موقع
پر اُس کا ہمراہی لشکر تیس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادہ کا تھا
اس کے علاوہ ایک زبردست توپخانہ بھی ساتھ تھا جس میں فرنگستان
گولہ انداز اور شیر لالی اور دوسرے فرانسیسی عہدہ دار سرغنہ تھے۔
اس لڑائی میں قلب لشکر کا خود سپہ سالار بنا اور میسرہ کی سر لشکری
ٹیپو سلطان کو سپرد کی اور جا بجا لوٹ مار شروع ہو گئی۔ پہلے چورگڑھ
کا نہایت مضبوط و استوار قلعہ فتح کیا۔ یہ قلعہ نواب محمد عین خاں کے
بھائی ناصر الدولہ نواب عبدالوہاب خاں کے دخل میں تھا۔ یہاں
کا قلعہ اگر گرفتار کر لیا گیا۔ قلعہ کی تمام اشیاء و اجناس پر حیدر
قبضہ ہو گیا اور تمام انعامات و اموال سریرنگ پٹن کو روانہ کر دئے
گئے۔ اُن میں ایک کتب خانہ نہایت قیمتی تھا جس کی کتابیں نواب
انور الدین خاں نے جمع کی تھیں اور اُن کے بعد وقتاً فوقتاً اضافہ

ہوتا رہا۔ اسی طرح اکثر کتابیں دوسرے شہر اور قلعہ جات سے
حیدر علی خاں کو ہاتھ لگیں جو بعد کو ٹیپو سلطان کے پاس رہیں اور
ٹیپو سلطان سے انگریزوں کے پاس پہنچیں۔ اور انہوں نے
ولایت بھیج دیں +

چتور گڑھ اور اس کے گرد و نواح کے قلعہ جات اور علاقہ جات
کو مستحضر کر کے ۱۰۔ اگست کو اطراف مدراس میں پہنچ کر ہٹھڑ مچا دیا کہ
وہاں کے انگریز اور میس خوزدہ اور پریشان ہو کر قلعہ میں پناہ
گزین ہوئے +

۲۱۔ اگست کو افواج حیدری نے ملک کرناٹک کا دارالامارہ
شہر آرکاٹ لوٹ لیا۔ مگر انگریزی فوجیں جنرل سر ہٹھڑ منرو۔ اور
کرنل بلی کی سپہ سالاری میں بروقت پہنچ گئیں اس لئے نواب نے
آرکاٹ کا محاصرہ چھوڑ دیا +

ترجمہ بعض مقامات رسالہ ملیٹری بیاگرنی مطبوعہ ۱۸۷۱ء

جنگ کوہستانی کنچی کوٹ وغیرہ

انگریزوں کو نواب حیدر علی خاں کے ساتھ دوستی اور اتفاق رکھنا مناسب تھا لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور ۱۸۱۷ء میں انگریزوں نے نواب کے ساتھ جنگ و بدل کی بنیاد ڈالی مگر نواب ہی اس لڑائی میں فتحیاب رہا۔ اور مقام کرناٹک سے عین مدراس کے دروازہ تک جا پہنچا۔ یہاں بھی اس کی رستخیز سے حکام ہار مان کر مغلوبانہ صلح پر راضی ہوئے۔ چنانچہ آپس میں یہ قول قرار ہوا کہ ضرورت کے وقت طرفین ایک دوسرے کی رعایت اور حمایت سے پہلو تہی نہ کریں گے۔ ابھی اس شرط کو دیر نہ ہوئی تھی کہ نواب کو مرہٹوں کے ساتھ ایک جنگ کا سامنا ہوا تب نواب نے گورنر مدراس سے کمک طلب کی وہ بھی پانسو سپاہ کی۔ گورنر موصوف نے پہلے ہی بسم اللہ

غلط کی یعنی اُس کو ٹال دیا۔ بعد اس کے شہداء میں نواب نے
 پھر عہد و پیمان کو یاد دلا کر مدد کا سوال کیا لیکن اب کی مرتبہ بھی وہی
 بے پروائی کا برتاؤ برتا گیا۔ تیسری مرتبہ پھر مرہٹوں کی رستخیز پر
 مدد چاہی مگر اب بھی اُس کو مدد نہ دی گئی۔ اور نواب نے شہداء
 میں اُن سے مصالحت کر کے اپنا کام آپ بنایا۔ اور آخر میں موقع
 پا کر مرہٹوں کو خود زیر کیا اور جو محاللات اُن کے پاس نکل گئے تھے۔
 وہ ایک ایک کر کے اُن سے پھیر لئے اور اپنے ملک کو خاطر خواہ وسعت
 دی اور جب نواب نے انگریزوں کے قول و فعل میں اعتبار نہ دیکھا
 تو اُس نے فرانسیسیوں کو اپنا دوست بنایا۔ اور اُن کے ذریعہ سے
 اپنی فوج اور توپخانہ کو خوب آراستہ کیا۔ پھر پونا کے پیشوا اور نظام
 حیدر آباد کو متفق کر کے یہ تجویز ٹھیرائی کہ انگریزوں کو ہندوستان سے
 نکال دینا چاہیے۔ یہاں تک کہ ۲۰ جولائی ۱۷۸۱ء کو نواب نے بڑے
 زور شور کے ساتھ کرناٹک کو نوٹ لیا۔ اس تاخت میں نواب کی فوج
 اسی ہزار سے زیادہ تھی۔ اور اُس میں مو شیر لانی اور اکثر حیدرہ دا
 فرانسس ملازم تھے۔ اور فوج انگریزی جس کا لشکر خیرا سکٹر منرو
 تھا اُس کی تعداد سرف چھ ہزار تھی جو مدد اس کی سرحد میں کوہستان
 پر مقام رکھتی تھی۔ جس وقت تھرواں زمینٹ ولایت کے جہاز سے
 اُترا اور انگریزی لشکر سے ہمالا تو نواب شہر آرکاٹ کے سامنے
 خیمہ زن تھا اور کرنل ہیلی شمالی صوبوں کے بندوبست کو ایک بڑی

فوج لے پڑا تھا۔ اور چونکہ وہ فوج حیدری جو آرکاٹ کے محاصرہ کرنے پر تعینات تھی۔ دونوں فوج انگریزی کنبیچ میں حایل تھی اسلئے گورنر مدراس نے کرنل بیلی کو ہدایت لی کہ وہ جلد جنرل منرو سے جا ملے۔ لیکن نواب نے چالاکى سے اس کا راستہ روک لیا اور لڑائی پر نوبت پہنچی اور کرنل بیلی کی فوج بھوکوں مرنے لگی تب اس نے سرکٹہ منرو کو اپنی تکلیف کا حال لکھا اور تحریر کیا کہ بہ سبب منسرت اور رسوائی کے بواسطہ لڑائی میں ہم لوگوں کو کوشش آرہی ہے نہ یہاں سے نکلنے کی قدرت ہے اور نہ بغیر خوراک کے فوج کام دے سکتی ہے۔ اس پر کرنل فلچر۔ کپتان بیڑا اور کتنے اور سردار مع ایک بڑی جمیعت کے رسد لیکر وہ رات کو روانہ ہوئے جب نواب کو اس کمک کی خبر پہنچی تو نواب نے راہ روکنے کے لئے سوار روانہ کئے۔ لیکن وہ بچ بچا کر نکل گئے اور کرنل بیلی کو تھوڑی مقدار میں مدد پہنچائی مگر نواب نے فی الفور انگریزی فوج کی گزرگاہوں پر توپ کے مورچے تیار کروادئے اور نواب کا توپخانہ قائم ہو گیا۔ اور اپنی تجربہ کار سپاہ کو پوشیدہ طور سے کمینگاہ میں بٹھا دیا۔ اور خود اپنی بڑا فوج کا سپہ سالار بنکر مناسب مقام پر جم گیا اور انگریزی فوج کا انتظار کرنے لگا۔ دسویں ستمبر کو انگریزی پلٹنوں کا کوچ ٹھہر گیا اور یہ صفا بت جاسہی تھی کہ ایک مورچے کے گھات والے سپاہیوں نے ایک دم بارہ توپوں کی ہارہ ماری۔ اور ہنوز وہ آگے بڑھنے نہ پائے تھے کہ پیچھے

سے دوسرے مورچے کی توپیں دغنے لگیں یہاں تک کہ آدھ گھنٹہ میں
 ستاون ضرب توپ کی تعداد پہنچ گئی۔ اور نواب کی میٹھا رنوج انگریزی
 سپاہ پر آن ٹوٹی۔ کپتان سیرڈ اور گرانڈیل جوانوں نے اس مہم میں وہ
 بہادری ظاہر کی جس پر فرانسیسی عہدہ دار دنگ تھے۔ انگریزوں کی
 فوج میں صرف دس توپیں میدان تھیں لیکن وہ ایسی تیزی اور صغانی
 سے چل رہی تھیں کہ نواب کے لشکروں میں تھلکہ برپا تھا۔ صبح سے ۹
 بجے تک اس سپاہ نے دادرمانگی دی۔ اس میں اتفاق سے ایک
 آؤر ہی واقعہ پیش آگیا۔ یعنی نواب کی طرف کا ایک گولہ انگریزی
 بارود وغیرہ کے ذخیرہ میں آپڑا۔ اس نے ایک آفت برپا کر دی
 اسی حالت میں ٹیپو سلطان ایسی فرصت کو غنیمت جان کر اپنے سواروں
 کو بیکز بھلی کی طرح انگریزی فوج پر آپڑا آخر انگریزی عہدہ داروں نے
 کچھ فرنگستانی اور دوسرے آوارہ اور متفرق سپاہیوں کو جمع کر کے
 ایک اونچے ٹیلے پر باوصف گولہ باری کے اُن کو کھڑا کیا۔ لیکن اب
 گولہ باروت کہاں تھا۔ لاچار تلواروں اور سنگینوں پر نوبت
 پہنچی۔ چونکہ فوج حیدری کثرت سے تھی اس لئے انگریز بیچارے
 لاچار دبے بس ہو کر اکثر کشتہ اور خستہ اور بعض گرفتار و اسیر ہو گئے
 سیکڑوں گھوڑوں کے سٹموں اور ہاتھیوں کے پانوں کے نیچے کچل
 گئے۔ انگریزوں کے مقتولوں کی تعداد ساڑھے چار ہزار سے بھی
 زیادہ ہے اس میں ہندوستانی سپاہی چار ہزار تھے اور فرنگستانی

چھ سو کے۔ کرنل فلچر گشتوں کی لاشوں کے درمیان ملا۔ کرنل بیلی۔
 اور کپتان بیرڈ چار چار خم کاری کھا کے دوستو فرنگستانی سمیت ایسے
 ہوئے۔ اب انگریزی مضمون نگار کی لکھاوٹ دیکھئے۔ لکھتا ہے کہ
 جب ان کو نواب حیدر علی خاں کے سامنے لے گئے تو نواب نے
 اپنی فتح کی ترنگ میں ان پر حقارت سے نظر کی اور کہا۔ اَلَا لَآ نَا
 اُس وقت کرنل بیلی نے جواب دیا کہ نواب صاحب ٹیپو سلطان
 سے اس لڑائی کا حال سنیئے۔ کہ اس فتح کا باعث دوسری بلا سے
 ناگہانی واقع ہوئی۔ بس نے ہمیں تباہ کیا۔ کچھ آپ کی فوجوں سے
 ہم نے شکست نہیں کھائی۔ اس بات کو سن کر نواب نے جھنجھکا کر
 کہا کہ ان سب کو قید کرو۔ چنانچہ وہ قید کئے گئے۔ کپتان بیرڈ ساڑھے
 تین برس زندان تیرہ و تار یک کے درمیان ایک ہی زنجیر میں اور
 قیدیوں کے ساتھ بندھتا رہا۔ آخر نجات پا کر ولایت چلا گیا وہاں سے
 جزیری عہدہ پر بحال ہو کر پھر ہندوستان میں آیا اور جب سال ۱۸۰۶ء
 میں سریرنگ پٹن پر چڑھائی کے لئے ویلور کے درمیان فوجیں جمتی
 تھیں اُس میں جا ملا اور اُس نے اسی سال ۱۸۰۷ء مئی کو شہر کے
 باہر انگریزی نشان جا اڑایا۔ لیکن باوصف اس کے اُسکے جو افراد
 میں ذرا بھی کینہ اور انتقام کا خیال نہ آیا۔

لے اس سے زیادہ اور کیا انتقام ہو سکتا تھا۔

نظم از کتاب حاج نامه ملا فیروز

<p> به بیکی زمانه بر آشفته بود سوئے مندر و تیز برداشت گام ترهند و یورپ مردم کا زدار ز حیدر رسیدند نخته گروه ز تیر و دیو به فشا فاش خاست یکے دره تنگش آمد بر راه که تن را ز آرام به بد درود به پیکار آمد دگر ره سپاه چو تند رخروشدن توپ خاست چو باران که از ابر آید بنزیر کشیدند از جنگ پیکار چنگ بگرد جهان گونه زرناب بریده از آن دده یک میل راه سر آتش جنگ بالاکشید چو انگریز بد در میان دو نه میدان آویرش جنگ بود </p>	<p> ز ماه نهم روز نه رفته بود خود و لشکر از شهر پریم بکام فروں پنجبد بود بر پنج هزار چو بسپرده ره چار یک از گروه میان دو بد خواه پر فاش خاست رواں گشت بیل از آن جایگاه در آن دده بیل بیامد فرود بناگاه از دشمن کینه خواه در آن دده تنگ آشوب خاست زمانه به بیل بیارید تیر فراوان را کرده توپ تنگ از آن پیش کا بد بروں آفتاب رواں گشت بیل از آن جایگاه بناگاه میو بد آنجا رسید ستیزه به پیوست از دو گروه بگاه گزر ره بر او تنگ بود </p>
---	--

نیارست آراست آوردگاه	نه صف میتوانست بستن سپا
نبرد دست چپ هیچ پید از راست	ندانست کس قلب ساق کجاست
ز بار دهنه کس نه آگاه بود	کشاده نه بر مرد کیس راه بود
و راه را دشوار تاریک تنگ	نه بر رسم پیکار و آئین جنگ
توانست کوشش نمودن سپا	گسسته ره و رفت بایست راه
به بیچارگی جنگ بایست کرد	بر انگیخت ناچار گرد نبرد
ز میوه نه بدخسته بیلی هنوز	یکم کرد بر فاست شد تیره نو
ز حیدر بیامد سپاه و گر	بیک دست تیغ و بدیدر سپر
به پیش پوشده یار و در کاذا	ز ستم ستوران زمین شدن زار
بشد آتش کین و پیکار تیز	دل توپ افروخته انگریز
سوی دشمنان گول انداخت	شدش کار و اثر و نجات نژند
که صندوق باروت او بر فروخت	ز بایسته سامان فراوان بست
بسی چیز شایسته اندر نبرد	که شاید بمردان گوار و نبرد
نگر کرد و دانست میوز دور	کز آتش به بدخواه افتاده شود
خمیده شد از راستی پشت او	ز سامان بود باد در مشت او
بر انگیخت از جا تگاور سوار	بکف خنجر و تیغ زهر آبدار
فراوان ز دشمن بکشت و بخت	بسی تن بنیگند بر خاک پست
برید و درید و شکست به بست	بلا را سرد سینه و پا و دست
چو بلی چنان دید بر کاشت	ز انگریز بد پانجه هم راه او

بجامانده بود اندراں کا نزار
 گرفت و تلی دید بالا بلند
 نہ دتن توان و نہ در و رنگ
 سپہستہ و کوفتہ از نبرد
 نہ سرب نہ باروت تو پ تفنگ
 و مادہ ہے حملہ بر دست
 بہر حملہ مردان خاک فرنگ
 نمودہ ز نزدیکی غولیش دور
 چو شد سیزدہ حملہ زینگو نہ زد
 سواران آسودہ از کارزار
 چو کوہی کہ گرد و روانہ جنگ
 سر نیزہ افراشتہ با سہماں
 فراواں بہ شمشیر و باران تیر
 شش و سی ز نام آوراں سپاہ
 ہماں نیز پنجاہ از مہتراں
 فرومایہ لشکر ہراں تل خاک
 بیناد و دست دشمن بہ بند
 یکے تن نگشتہ رہا از سپاہ
 چنین است پایان ز دم و نبرد
 اگر تندرست و و گرز ز خمدار
 بد انجار و اواں شد ز بیم گزند
 تنی و ستش از آنچہ آید بجنگ
 براں پشتہ شد پز تیار و ورد
 پس پشت او دشمن تیر چنگ
 براں بینوا لشکرے گشتہ بخت
 زدہ دشمنان را بمشت بسنگ
 چہ تاب آورد زور یا بخت شور
 فزوں بود دشمن ز دام و زد
 ز لشکر پروں تاختہ بمیشمار
 باہن نہاں تیغ و شوہن چنگ
 چو ارغندہ شیر و پلنگ دماں
 بکشتند و افتاد بلی اسیر
 تہ گشتہ افتادہ بر خاک راہ
 پر از زخم بستہ بہ بند گراں
 از اوں ہر کہ وارستہ بد از ہلاک
 گراز تیغ بد خستہ گر بے گزند
 کسے خستہ کس بستہ کس شد تہا
 سرے زیر تاج و سرے زیر گرد

نواب حیدر علی خاں کو اس لڑائی کی نمایاں فتح سے بڑی خوشی ہوئی اور وہ اپنی فوج کو آرام دینے کے بعد آرکاٹ کے محاصرہ کو روانہ ہوا جو اس صوبہ کا دارالامارہ تھا۔ اس زمانہ میں قلعہ آرکاٹ کا قلعہ دیر بر تھا۔ ہر چند یہاں انگریزوں کی دو ہزار اور نواب محمد علی خاں کی سات ہزار فوج تھی۔ لیکن وہ نواب حیدر علی خاں کی فوج سے مقابلہ کرنے کے قابل نہ تھی۔ اسی لئے نواب نے اکتوبر کے مہینے میں ہلہ کر کے قلعہ مذکور لے لیا اور نومبر کے مہینے میں شہر آرکاٹ پر قبضہ ہو گیا۔ اس عرصہ میں راجہ بیر بر نے بڑی نمک حلائی اور خیر خواہی سے داد مردانگی دی۔ لیکن نواب کی کثرت فوج سے عاجز آ گیا۔ بیر بر کی یہ نمک حلائی نواب کو بہت پسند آئی اس لئے اُس کے ساتھ باعواذ اکرام پیش آیا۔ اور جو انگریز اور نواب محمد علی خاں کے لواحق آرکاٹ میں باقی رہ گئے تھے اُن میں بعض قید ہو گئے اور بعض سرسبزنگ پن کو بھیج دئے گئے۔ شہر کی رعایا سے نواب نے رحمہ لی اور سلوک کا برتاؤ کیا۔

اس فتح کے بعد نواب نے سرسبزنگ پن۔ پونا۔ حیدر آباد کو فتحنامے روانہ کئے اور سرکار آرکاٹ کے باجگزار زمینداروں کے نام تہدید کے فرمان جاری ہوئے تا وہ اپنی فوجوں کو وقت کے لئے تیار رکھیں۔ اور افواج حیدر علی کی رسد کا سامان روانہ کرتے رہیں۔ نواب حیدر علی خاں کے غارتگر سواروں نے اطراف آرکاٹ

میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ کوئی مارا کوئی لوٹا کوئی پکڑا گیا ہزاروں
ہندو بچے جو اسیر ہوئے مسلمان کر کے فوج میں بھرتی کر لئے گئے۔
انگریز اسیروں کو یہ حکم ہوا کہ ان نو مسلموں کو انگلستانی قواعد سکھائیں
کتنی لڑکیاں مسلمان سپاہیوں کے عقد میں آگئیں اور کتنی امیرزادوں
کی کنیزی میں دی گئیں +

بعد اس کامیابی کے نواب حیدر علی خاں ویلور۔ واندیو اش بزمکھیل
چنگل بیٹ کے محاصرہ پر متوجہ ہوا۔ لیکن ان دنوں میں سرآیری کوٹ
بنگالہ سے مع خزانہ وافر و افواج جدید و رسد بشمار کے آپہنچا تھا۔
۱۷۔ جنوری ۱۸۵۸ء کو مدراس سے کوچ کر کے واندیو اش کی طرف
روانہ ہوا اس لئے نواب نے اُس کے آنے کی خبر پا کر اپنا محاصرہ
اٹھا دیا اور وہاں سے دور چلا گیا۔ چند ماہ بغیر جنگ و جدال کے خیریت
سے گزرے۔ زراں بعد جنرل سراؤ دارڈھیوس نے کالیکٹ اور منگلور
پر تاخت کی اور تمام سامان حیدری برباد اور خراب کر ڈالا۔ نواب نے
دیکھا کہ انگریزی فوج میرے تعاقب کو آرہی ہے اس لئے اُس نے
جون کے مہینے میں اپنی تمام فوج ایک مقام پر جمع کر کے زبردست موڑ
قائم کئے اور اُن پر بڑی بڑی توپیں چڑھوا کر انگریزی فوج کے آنے
کا خطرہ ہوا۔ ماہ جولائی میں سرآیری کوٹ نے بڑی ہوشیاری اور
چالاکی سے نواب کی فوج کو شکست دی۔ اس لڑائی میں نواب کے
خسر پورہ میر علی رضا بہادر کے زخم کاری لگا اور تین ہزار آدمی کھیت

رہے۔ لیکن اُس کے بیل قوی تھے وہ اُس کی تمام توپیں کھینچ لے گئے اس شکست کے بعد نواب نے اپنا لشکر گردنواح آرکاٹ کے جمع کیا اور اُس کا فرزند ٹیپو سلطان بھی ویلور کا محاصرہ چھوڑ کر اس سے آملہ۔ اگست کے مہینے میں بنگالہ سے آئی ہوئی چھ ہندوستانی پلٹنیں اور انگریزی گولندازوں کی ایک جماعت جس میں کرنل پیارس افسر تھا پالی گھاٹ میں سرایری کوٹ سے آملی۔ تب جنرل موصوف نے واسطے محاصرہ قلعہ پیارسو کے کوچ کیا اور اُسی روز یہ قلعہ نواب کے قبضہ سے نکل کر جنرل کے قبضہ میں آگیا۔ یہ حال سن کر نواب نے پھر اُس مقام پر فوج جمع کی جہاں کرنل بیل نے شکست پائی تھی۔ یہاں نواب نے بہت بڑی تیاری سے مورچہ قائم کیا لیکن ۲۷۔ اگست کو تمام دن کی جنگ کے بعد یہاں بھی نواب کی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئی۔ اس پر نواب نے یہ انتظام کیا کہ انگریزی رسد کے راستے چاروں طرف سے روک دئے۔ اور نہایت سختی سے چوکی پرہ کا انتظام کیا اور اپنی فوج کثیر سے قلعہ ویلور کا محاصرہ کر لیا +

اس عرصہ میں ایک متمم پر انگریزی فوج سے مقابلہ ہو پڑا اور انگریزی فوج نے نواب کی فوج کو شکست دیکر محصورین ویلور کی مخلصی کا ارادہ کیا۔ اور جنرل سرایری کوٹ نے وہاں سے کوچ کر باشندگان ویلور کو سپاہ حیدری کے مضبوط خنجر سے نجات دی اور قلعہ چتور کو لے لیا جو ایک نامی قلعہ تھا لیکن جنرل کوٹ

کے پاس اتنی فوج نہ تھی جو راستوں کی حفاظت اور رسد کی ہمراہی آ
 قلعہ جات پر قبضہ رکھنے کو کافی ہو اس لئے جنرل موصوف اپنی فوج
 لیکر رسد وغیرہ لانے میں اس روانہ ہو گیا۔ اس پر فے الفور نواب
 نے ویلور کا محاصرہ قائم کر دیا جو دسویں جنوری ۱۷۸۲ء کو جنرل
 سر ایری کوٹ نے اس سے واپس آکر اٹھایا۔ لیکن اس پر
 بھی نواب حیدر علی خاں کے عزم و ہمت میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔ وہ
 برابر ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ مقابلہ کرتا جاتا تھا۔ یہاں تک
 کہ جنرل سر ایری کوٹ کو اس نے اچھی طرح سے دق کر دیا تھا اور
 جنرل کی فوجیں اس کے نام سے پناہ مانگتی تھیں +

اس درمیان میں ایک واقعہ اور پیش آگیا یعنی انگریزوں نے
 ماہی نام قلعہ جو ساحلی مقامات کے وسط میں واقع تھا لے لیا۔ یہ
 قلعہ جنوری ۱۷۸۲ء میں بمبئی کی فوج نے بہ سرغنائی میجر اینگڈر فٹ
 کر لیا۔ یہ قلعہ فرانسیسیوں کا تھا۔ اس سے نواب کے تمام مقاصد
 جنگی وابستہ رہتے تھے۔ یہاں سونا تھا اور توپخانہ اور ذخیرہ
 اسباب جنگ انگریزوں کے ہاتھ آیا اور ڈیڑھ ہزار آدمی گرفتار
 ہو گئے۔ اس کے علاوہ پجری کا عمال حیدری محال کے قبضہ و تصرف
 سے نکل گیا +

اس سے نواب نہایت غضبناک ہو گیا۔ اس کی گورنمنٹ
 اس کی تاخیر سے غافل نہ تھی۔ اس لئے اس نے دو ہزار پیدل

ڈھائی ہزار سوار اور تیس توپیں میدانِ توپیں کرنل بریٹھوٹ کو
دیکر اُس کی حفاظت پر مامور کر دیا تھا +

نواب نے یہ حال معلوم کر کے فی الفور ٹیپو سلطان کو بارہ ہزار سوار
اور آٹھ ہزار پیدل اور چار سو جوان فرانسیسی اور تیس ضرب توپ دیکر
حکم دیا کہ بڑے بڑے کوچ کر کے وہاں پہنچے اور دفعۃً کرنل بریٹھوٹ
کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ وہ یلغار کر کے وہاں پہنچا اور کئی روز
تک سخت جنگ ہوتی رہی لیکن آخر میں یہاں بھی کرنل بیل کی سی
شکست کا موقع آ پڑا اور ٹیپو سلطان اور موشر لالی کی فوجوں نے
انگریزی فوج کو شکست دی۔ اور شہزادہ نے قتل عام کا حکم دیا۔
لیکن موشر لالی نے جان بخشی میں کوشش کر کے کتنے انگریزوں کو جان
سے بچا لیا۔ لیکن اتنا مقدور نہ تھا جو اُن کو رہا کر اسکتا۔ اس لئے
وہ سب کے سب سلطان کے حکم سے بیڑیاں پہنا کر سریرنگ پٹن کو
روانہ کر دئے گئے۔ بعد چند روز کے اور بھی بہت سے انگریز جو مشیر
ڈی سفیرین (جنرل فرانسیس) نے جنگی جہازوں سے گرفتار کر کے نواب
کے سپرد کئے تھے سریرنگ پٹن کو بھیجے گئے (ان انگریزوں کی تعداد
پانسو بتائی گئی ہے) +

اس فتح کے ہونے سے نواب کمال مخطوط ہوا۔ اور نواب نے
اپنی میسوری اور فرانسیسی فوجوں کو جلد تر قلعہ گوڈلور کو مستحضر کرنے کے
لئے روانہ کیا۔ چنانچہ ۸۔ اپریل کو وہ قلعہ افواج حیدری کے ہاتھ

آگیا۔ پھر اُس فوج نے قلعہ پر ماکوئل کو بھی لے لیا۔ ایک مہینہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ وہ فوج بڑے جوش سے وائنڈیو اش کے محاصرے میں مصروف ہوئی۔ سر ایری کوٹ نے حیدری افواج کی ان متواتر فتحندیوں کا حال سنکر ایک جرار فوج کے ساتھ اُس طرف کا کوچ کیا۔ نواب نے جنرل سر ایری کوٹ کے آنے کی خبر سن کر اُس میدانی جنگ کے موقع کو چھوڑ دیا۔ اور لال پہاڑی پر جو سرسری حملہ سے محفوظ مقام تھا چلا گیا۔ تب جنرل کوٹ نے اس کی رسد روکنے اور سامان لوٹنے کی نیت سے اُرنی کی طرف کوچ کر کے قلعہ اُرنی سے پانچ کوس پر قیام کیا یہ حال دیکھ کر نواب نے اُرنی کی طرف کوچ کیا اور ابھی انگریزی فوج وہاں پہنچ کر دم لینے نہ پائی تھی کہ نواب کی فوجوں نے آدبایا اور لانی شروع ہو گئی۔ دونوں دوپہر کو فوج حیدری نے شکست کھائی لیکن نواب کو شکست محسوس بھی ہوئی اور ایک ہفتہ نہ گزرا تھا جو اس ایک خاص مقام پر کھینکاہ قائم کی راہ کتنے بل اور انڈ غلہ و سامان سے لدوا کر انگریزی فوج کے سامنے سے نکلوا گئے تا فوج اُن کی ٹوٹ میں مصروف ہو کر آگے بڑھے اور اُس کے سوار کھینکاہ سے آگ برسانے لگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی انگریزی فوج کا ایک دستہ اُس شکار کے لینے کو آگے بڑھا وہ حیدر علی خاں کی فوج سے نہ بچا۔ یعنی کچھ لوگ مارے گئے اور باقی گرفتار ہو گئے۔ یہ لڑائی پھلی صف آرائی تھی جس میں دو نامی اور گرامی تجربہ کار ودلاہ یعنی نواب حیدر علی خاں اور جنرل سر ایری کوٹ صاحب بہادر

سپہ سالار افواج انگریزی بذات خود سرگرم کارزار ہو کر اپنی اپنی
 بہادری اور ہوشیاری اور دانائی کا کمال ارباب سیف کو دکھا گئے
 اس جنگ کے بعد چند ماہ کے اندر یہ دونو بہادر دنیا سے کوچ
 کر گئے۔ یہیں نواب کو مرہٹوں اور انگریزوں کی مصالحت کی جو ماہ
 مئی ۱۸۵۷ء میں واقع ہوئی خبر پہنچی اور ساحل ملیبار کے محالوں اور
 بندروں پر انگریزی افواج کے بعض حملوں کا حال سنا تو نے الفور
 کرناٹک سے اپنے فرزند ارجمند ٹیپو سلطان کو ایک بڑی فوج ہمراہ
 دے ممالک محروسہ کی حفاظت و حمایت کے لئے روانہ کیا۔ اور خود
 پھلچری اور قلعہ جات مفتوحہ کے انتظام میں مصروف رہا۔

لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب بہادری ایس آئی
 چیف کمشنر میسور کی تاریخ حصہ اول متعلق حیدر
 کے پندرھویں باب اقتباس دربار جنگ

نواب با انگریزوں

در بار پونا۔ اور نظام حیدر آباد کے حلفیہ قول و قرار کے موافق

نواب حیدر علی خاں اور انگریزوں کی معرکہ آرائی کا حال تاریخ نشا
 حیدری اور حملات حیدری کے موافق اُوپر لکھا گیا۔ لیکن جو ناظرین
 انگریزی تحریر و تنقید کے دلدادہ ہیں اُن کی ضیافت طبع کے لئے
 لیون بی بورنگ صاحب بہادر چیف کمشنر میسور کی تاریخ کے حصہ
 اول متعلق حیدر علی خاں کے باب پانزدہم کا اقتباس درج ذیل کیا
 جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ مدراس نے اپنی غلطی اور نواب
 محمد علی خاں کی غداری اور مکاری کا لحاظ نہ کر کے اُسکی پاسداری
 اور حمایت اور دوسرے مصالح سے قطع نظر کر کے دربار پونا اور نظام
 حیدر آباد کو بیحد ناراض کر دیا تھا۔ اور حیدر علی کے ساتھ بھی سچائی
 کا برتاؤ نہ ہوا اور ساحل مالا بار پر اُس کا قلعہ ماہی چھین لیا تھا۔ اس
 لئے یہ تینوں انگریزوں کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور حیدر علی نے
 مرہٹہ وکیل گنیش راؤ کے پیش کردہ شرائط پر جنگ کا عزم بالجزم کر لیا
 ان شرائط کا مدعا یہ تھا کہ حیدر علی اور نظام حیدر آباد اور مرہٹے تینوں
 ملکر انگریزوں کے مقابلہ میں کارروائی کریں +

حیدر علی کو دریائے تنگ بھدر کے شمال تمام ملک پر قبضہ دیدیا
 جائے اور مقدار خراج میں جو حیدر علی ادا کرتا تھا صرف گیارہ لاکھ
 روپے لئے جایا کریں اس متفقہ کارروائی کے پورا کرنے کو یہ تجویز
 قرار دی گئی کہ مرہٹے تو برار اور وسطی اور شمالی ہند پر حملہ آور ہوں
 نظام صوبہ سرکار کو مطیع کرے اور حیدر علی مدراس اور جنوبی ہند کو

سمجھ لے۔ یہ جتھہ واقعی بہت قوی تھا۔

اب حیدر علی نے اپنا فرض ادا کرنے کو میسور کے خاص خاص مقامات کی حفاظت کا انتظام کر کے بنگلور پر ۸۳ ہزار فوج جمع کی اتنی فوج جنوبی ہند میں کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔

اس فوج کی تفصیل و لکس صاحب نے یہ لکھی ہے :-

سواران خاصہ سواران سلحدار سانوانور کنٹھنٹ قواعداں پیدل

۱۲۰۰۰ ۱۲۰۰۰ ۲۰۰۰ ۱۵۰۰۰

کار آزمودہ پیدل مقامی محکموں سے انتخاب کی ہوئی سپاہ

۱۲۰۰۰ ۱۸۰۰۰

پالیکار پلٹنیں میزان

۱۰۰۰۰ ۸۳۰۰۰

حیدر علی کا انتظام خبر رسانی نہایت مکمل تھا۔ اور کمٹریٹ کا انتظام پورنیا کے سپرد تھا جس کی نہایت عمدہ حالت تھی۔ درہ کوہ پر اپنی فوج جمع کر کے اور مختلف کالموں کے جنرلوں کو مناسب ہدایتیں دیکر حیدر علی شاہؒ میں دریا سے ذخار کی مانند بربادی پھیلاتا ہوا میدانوں میں ظاہر ہوا۔ محمد علی نے اس آنے والے حملے سے مدد اس گورنمنٹ کو آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن اُس نے زبانی جمع و خرچ کے علاوہ نہ تو کوئی فوج ہی روانہ کی اور نہ روپے سے مدد دی۔ فوج تو یوں نہ بھیج سکا کہ اس کو بہت دنوں سے تنخواہ تقسیم نہ ہوئی تھی۔ وہ خود

آمادہ فساد ہو رہی تھی۔ اور روپیہ لالچ کی وجہ سے نہ دے سکا۔
انگریزوں کے پاس خبر رسی کا کوئی عمدہ انتظام نہ تھا۔ انگریزوں
کو حیدر علی کی آمد کا حال اس وقت تک معلوم نہ ہوا جب تک کہ
مدراس سے نو میل کے فاصلہ پر کوہ سینٹ طامس کے قریب گاؤں
جلنا شروع نہ ہو گئے۔ اور اب انگریزوں نے اپنی حفاظت کی تیاریاں
شروع کیں +

حیدر علی نے یہ تجویز کی تھی کہ پالی کھٹ جھیل سے لیکر پانڈ پھری
تک تمام ملک کو اجاڑ کر فورٹ سینٹ جارج (قلعہ مدراس) کو تنہا
کردے تاکہ شمال مغرب سے کسی قسم کی مدد نہ آ سکے۔ اس کے علاوہ
اس کو یہ بھی اُمید تھی کہ ساحل پر فرانسیسی اس سے مل کر سب
انتظام کر لیں گے +

اب اس خطرہ سے پریشان ہو کر گورنمنٹ مدراس نے کرنل
ہاربر کو گنٹور کی فوج کا کمانڈر مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ فوراً جنوب کی
طرف روانہ ہو۔ کرنل بیرٹھ ویٹ کو حکم ہوا کہ چنگل پیٹ کے راستہ سے
ہو کر پانڈ پھری سے مدراس کی طرف بڑھے + اور ایک فوج کو
ترچناپلی سے روانہ ہونے اور غنیم اور بارہ محال کے درمیان راستہ
روک دینے کی ہدایت کی گئی۔ اور چونکہ محمد علی کی فوج کا کوئی احتیاط
نہ تھا اس لئے وویار پالیام۔ چنچی۔ کرناٹک گڑھ اور وانڈی واش
پر قبضہ قائم رکھنے کو فوجیں روانہ کر دی گئیں۔ ان قلعوں میں

محمد علی کی فوج بھی تھی +

ان فوجوں میں سے پہلی فوج کو کچھ عرصہ تک کامیابی ہوئی اور
لفٹنٹ فلنٹ نے بڑی بہادری سے وائڈی واش پر قبضہ قائم
رکھا اور چھ مہینے تک دشمن کا کوئی قابو چلنے نہ دیا لیکن دوسری
فوجیں بیکار ہو گئیں +

حیدر علی نے بارہ محال اور چنگا ما کے درہ سے اتر کر ایک فوج
کو اپنے چھوٹے بیٹے کریم کی ماتحتی میں علیحدہ کیا کہ وہ پورٹو نوڈ
پر حملہ کرے جو پانڈپھری کے جنوب میں واقع ہے اور خود آرکاٹ
کے محاصرہ کو بڑھا۔ لیکن یہ خبر سن کر ایک انگریزی فوج سر بکٹر منرڈ کی
ماتحتی میں آرہی ہے۔ اُس نے محاصرہ کی کارروائی کو موقوف رکھا
۲۹- اگست ۱۷۸۲ء کو سپہ سالار مدراس کا بنجی ورم جا پہنچا۔ اور
یہاں گنٹور کی فوج کا انتظار کرنے لگا جس کا کمانیر کرنل بیلی تھا۔
کرنل بیلی ۲۵- اگست کو دریاے کورملار پر پہنچا اور غلطی سے بجائے
دائیں کنارہ کے بائیں کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ اتفاق سے ایسی
شدید بارش ہوئی کہ وہ چوتھی ستمبر تک دریا کو عبور نہ کر سکا۔ ۶ ستمبر کو
حیدر علی نے ٹیپو کے ہمراہ اپنی فوج کا نہایت ہی عمدہ حصہ بھیجا کہ
۱۷ بوزنگ صاحب حیدر علی سے اتنے فدا میں کہ اُس کے چھوٹے شاہزادہ کے نام پر
صاحب یا خان کا معمولی لفظ بھی لکھنا پسند نہیں کرتے صرف کریم ہی لکھتے ہیں +
۱۷ یہاں بھی صرف ٹیپو لکھا ہے سلطان وغیرہ کچھ نہیں +

اس فوج کو یرم باکم جانے سے روک دے اور خود کا بجی ورم میں سرکھڑو منرو کو دیکھتا رہا لیکن ٹیپو کو بیل کی مٹھی بھر فوج نے پسپا کر دیا اور ۹۔ ستمبر کو کرنل فلچر کی ماتحتی میں ایک ہزار سپاہیوں کی فوج کرنل بیل کی فوج سے آکر مل گئی۔ اس سپاہ کو سرکھڑو منرو نے اصل فوج سے علیحدہ کر دیا تھا۔ اُسی شب کو کرنل بیل۔ کا بجی ورم جانے کے لئے یرم باکم سے روانہ ہوا۔ وہ بہت دور نہ گیا تھا۔ کہ پیچھے سے دشمن کی توپوں نے اُسے اُبلایا۔ کرنل بیل نے ان توپوں کو چھین لینے کی کوشش کی لیکن پُر غلاب زمین میں اُس کا بس نہ چلا۔ اس پر بھی انگریزی فوج غنیم پر غالب آئی۔ اور غنیم کی توپیں بند ہو گئیں۔ کرنل فلچر کی رائے تھی کہ بیل کی فوج منرو سے مل جانے کے لئے برابر کوچ کرتی رہے یہاں نہ ٹھہرے۔ لیکن کرنل بیل نے اُس کا کہنا نہ مانا اور بقیہ شب اُسی مقام پر قیام کیا۔ سرکھڑو منرو اس مقام سے نو میل تھا۔ اتنی مہلت میں ٹیپو نے ایک ایسے مضبوط اور ضروری مقام پر اپنا توپخانہ جمادیا جہاں سے انگریزی فوج کو نکلنا تھا۔

۱۔ ستمبر کو انگریزوں کی تین ہزار سات سو انگریزی فوج نے کوچ شروع کیا۔ ابھی دو میل بھی نہ گئی تھی کہ عقب سے چھ توپوں کے گرا ب پڑنے لگے۔ اسی کے ساتھ ایک بازو پر حیدر علی کے مشائخ رسالے نمودار ہوئے۔ کپتان رنے نے اور گاڈوئی کے ساتھ گرانڈیلوں کی دس کمپنیوں نے بڑی بہادری سے حملہ کر کے چار

تو میں چھین لیں۔ لیکن فوراً ہی بہت سے رسالے آٹوٹے اور یہ دسویں کمپنیاں دوسری انگریزی فوج سے ملنے نہ پائیں۔ اور اب اُن میں بڑی اتری پھیل گئی۔ اس میں حیدر علی نے اپنی توپوں سے آگ برساتنا شروع کی۔ لیکن اس ہوشیاری اور بہادری سے مقابلہ کیا گیا کہ انگریزی فوج پر بہت بڑا اثر نہ ہوا۔ حیدر علی بیدل ہو کر ہٹ جانا چاہتا تھا لیکن مانشیور لالی فرانسس نے اس پر زور دیا کہ اب ہٹنا مناسب نہیں۔ حیدر علی اور ٹیپو کی توپیں ملکر تعداد میں پچاس سے زیادہ تھیں۔ بد قسمتی سے دو انگریزی گاڑیاں جو کار توپوں سے بھری ہوئی تھیں اڑ گئیں اور انگریزی فوج کے پاس سامانِ حرب کم رہ گیا۔ اب کرنل بیل گرا ب سے جواب نہ دے سکتا تھا۔ جس وقت یہ نازک حالت ہو رہی تھی حیدر علی نے اپنے خاص رسالوں سے دھوا د کیا اور پیدلوں نے گولیاں برسائیں جن کا پورا اثر محسوس ہوا۔ اور کرنل بیل کے کاری زخم آیا لیکن باوصف اس کے اُس نے اپنی منتشر فوج کو جمع کر کے ایک بلند مقام پر مربع باندھ لیا۔ اس مقام سے اُس نے دشمن کے تیرہ حملے روکے۔ لیکن علی التواتر تازہ دم سواروں کے رسالے حملہ آور ہوتے رہے جس سے یہ مربع ٹوٹ گیا گوری سپاہیوں نے تو اپنی شجاعت پر دھبہ نہ آنے دیا۔ لیکن کالے سپاہی بد خواص ہو گئے۔ اور کرنل بیل پناہ مانگنے پر مجبور ہوا۔ لیکن دیس سپاہی اب بھی فیر کر رہے تھے۔ جب انگریزی سپاہ سے ہتھیار

رکھ دیئے کو کہا گیا تو غنیم فوج میں گھس آیا اور جو سامنے پڑا قتل کیا گیا۔ اگر مانشیور لالی اور ایک دوسرا فرانسیسی افسر پیمورن رحمہ لی کا مشورہ نہ دیتے تو غالباً انگریزی فوج کا ایک متفلس بھی زندہ نہ چھوڑا جاتا۔ لیکن باوصف اس کے بھی سات سو یورپین اس لڑائی میں مارے گئے۔ لیکن فرانسیسی مورخ کا بیان ہے کہ کرنل بلی مع دو ہزار انگریزوں کے قید ہو گئے اور پانچ ہزار سپاہی مع اُن سات سو یورپین کے مارے گئے۔ ان قیدیوں میں مشربیرڈ بھی تھا جو بعد کو سرڈیوڈ بیرڈ مشہور ہوا +

بڑی خوش قسمتی کی بات تھی کہ اس وقت ہندوستان میں دارن ہیسٹنگز کا زمانہ تھا جس نے انگریزوں کی بگڑی ہوئی قسمتوں کو نبھال لیا اور اپنی ژرف نگاہی سے دریافت کر لیا کہ اب برٹش گورنمنٹ کے اثر کو قائم رکھنے کے لئے بڑی زبردست کارروائی کی اسفہ ضرورت ہے اور سرایر کوٹ جو ایک نامور اور کارآمد جہز تھا مدراس کو روانہ کیا۔ جنگ کی کارروائیوں کے متعلق اُس کو پورے اختیارات دئے گئے۔ شروع نومبر میں وہ مدراس پہنچ گیا۔ اس زمانہ میں کرنل بلی کو شکست دینے کے بعد حیدر علی نے آرکاٹ کا محاصرہ

لے کاش بوزنگ صاحب اس فقرہ کو نہ لکھتے۔ ابھی انہوں نے اوپر گوروں کی بہادری دکھلائی ہے اور ابھی وہ ایسی حالت میں دیسی سپاہیوں کے فیر کرنے کو لکھتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوروں سے زیادہ دیسیوں نے بہادری کا لیا

کر کے بہت بڑی خونریز جنگ کے بعد قلعہ آرکاٹ کو چھین لیا تھا اس ہڈ میں ٹیپو کی فوج کو نہایت نقصان پہنچا۔ لیکن انگریزوں کے پاس سے دوسرے قلعوں کے چھین لینے میں حیدر علی کامیاب نہ ہوا۔ اور آمبر کے قلعہ کے سوا سہ حیدر علی کا کسی ایک قلعہ پر قبضہ نہ ہو سکا۔ ایرکوٹ نے مع فوج و توپخانہ مدراس سے چلکر پہلے تو قلعہ خیل پٹ کو مدد پہنچائی اُس کے بعد قلعہ کرن گولی پر قبضہ کر لیا۔ پھر کرنل فلنٹ کو مدد دینے کی تیاری کی جواب تک قلعہ ونڈی وائش میں بیٹھ کر دشمن کا مقابلہ کئے جاتا تھا۔ ایرکوٹ کی مناسب وقت مدد نے فلنٹ کی بات پر رکھ لی اور اس مدد کے پہنچنے پر حیدر علی نے محاصرہ چھوڑ دیا +

اب سمندر میں (حیدر علی کے دوست) فرانسیسوں کا بیڑہ آ پہنچا اور سمندر کی طرف سے ایرکوٹ کو مدد پہنچایا شمال کی طرف بڑھنا غیر ممکن ہو گیا اس لئے پرماتول کو غنیم کے ہاتھوں سے نجات دیکر وہ پانڈی پجری کی جانب بڑھا تا کہ فرانسیسوں کو ساحل پر سامان نہ اتار سکے لیکن ایرکوٹ کو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اب ایرکوٹ نے گتہ الوریہ بڑھنے کا عزم کیا لیکن اس مقام پر حیدر علی کی فوج نے اُسکو سخت نقصان پہنچایا اور چاروں طرف سے ایرکوٹ کو گھیر لیا۔ ایرکوٹ چار مہینے بیکار رہا کیونکہ اُس کو سامان بہم نہ پہنچا۔ پھر ایرکوٹ چھدام برہم کے مستحکم مندر پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا۔ یہ مندر پورٹو نوود کے قریب

واقع تھا لیکن حیدر علی کی فوج نے جو توقع سے زیادہ وہاں موجود تھی۔ آیرکوٹ کو پسپا کر دیا۔

چند روز بعد انگریزوں کا ایک بیڑہ آٹھ اور ڈھوبیز کے ہمراہ مدراس آ پہنچا۔ اور اس بیڑہ کی فوج نے آیرکوٹ کی فوج سے ملکر چھ آدم پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ لیکن حیدر علی جو اپنے بھائی سے اس محاصرہ کا حال سن لیا تھا تو ڈھائی دن میں یلغار کر کے سوسل کی مسافت طے کی۔ اور اپنی سب فوج کے ساتھ آندھی بنکر آ پہنچا اور انگریزی افواج اور گودالور کے درمیان مستحکم مقام پر مورچہ بند ہو گیا۔

یکم جولائی کو آیرکوٹ نے محاصرہ چھوڑ دیا۔ اور سامان حرب جہازوں میں بار کر کے دشمن کے مقابلہ کو بڑھا اور اُمید کی کہ غنیمت اُس کے مورچوں سے ہٹا کر میدان جنگ پر مجبور کرے گا اور اپنی فوج کو باقاعدہ ترتیب دیکر اور سامان کی حفاظت کرنے والی فوج کو اپنے داہنے بازو اور سمندر کے درمیان رکھ کر بہ سرعت کوچ کیا۔ اور اُن پہاڑیوں کے مشرقی پہلو سے روانہ ہوا جو اُس کے اور حیدر علی کے بیچ میں حاصل تھیں۔ اُس کی اگلی فوجیں اس پہاڑیوں کے ایک درہ میں در آئیں اور اس درہ کی حفاظت کرنے والی فوج کو صاف کر کے مغرب کی جانب مڑیں اُس وقت غنیمت کی جانب سے سخت گولہ باری ہو رہی تھی تاہم آیرکوٹ نے پھیلی صفوں کے آنے

کا انتظار کیا اور یہ سفیں بڑے استقلال سے آگے بڑھتی چلی گئیں اور درہ کے قریب ایک بلند مقام پر مورچہ بند ہوئیں۔ حیدر علی نے ان پر بہت سخت حملہ کیا۔ لیکن یہ حملہ بہادری سے روکا گیا۔ اور گراب سے حیدر علی کو ایسا سخت نقصان پہنچا یا کہ وہ پیچھے ہٹ جانے پر مایل ہو گیا اور اُس نے اپنے توپخانہ اور فوج کو ہٹا لیا۔ پھر آیرکوٹ کی اٹلی اور پھلی۔ نہیں ملکر آگے بڑھیں اور پورٹو نوود کے قریب موتی پام پر مورچہ بندیاں کیں۔ اس موقع کو دیکھ کر حیدر علی نے جنگ سے کنارہ کشی کی۔ قریب تھا کہ وہ گرفتار کر لیا جاتا لیکن بچ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس معرکہ میں اس کے دس ہزار آدمی کام آئے اور زخمی ہوئے اور انگریزی فوج کا بہت خفیف نقصان ہوا حیدر علی کی فوج میں اس وقت ۶۲۰ یورپ میں اور گیارہ سو یورپین اور ہندوستانی مخلوط انشل چالیس ہزار سوار اور اٹھارہ ہزار چار سو پیدل تھے۔ ۴۷ توپیں تھیں۔ اس کے علاوہ بیقاعدہ فوج پیشمار تھی اور ماتحت ریاستوں سے آئی ہوئی فوج اُس کے سواے تھی۔

اس کامیابی سے آیرکوٹ اس قابل ہو گیا کہ بنگال سے آنے والی فوج سے مل جائے جو پل کھٹ جھیل کے راستہ سے آرہی تھی۔ اُس کے آگے بڑھنے سے شیو واندی وانش کا محاصرہ چھوڑ دینے پر مجبور ہوا۔ جس کو اُس نے محصور کر رکھا تھا۔ یہاں سے آیرکوٹ حیدر علی کا مقابلہ اس مقام پر کرنے کو روانہ ہوا جہاں کرنل میلی کو

شکست ہوئی تھی۔ ۲۷۔ اگست کو آیر کاٹ کا ہراول اُس مقام پہنچ گیا اور غنیم کو جنگ کے لئے تیار پایا +

وہاں انگریزی فوج ایک باغ میں اُتری جس کے گرد نالہ بہتا تھا حیدر علی نے گولہ باری کی۔ اس نالہ اور جنگل نے فوج کو باقاعدہ جنگ کا موقع نہ دیا۔ تب آیر کوٹ نے ایک پہاڑی پر فوج چڑھا دی اور گولے برسائے لگا۔ لیکن اُس سے غنیم کو کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا تب آیر کوٹ نے مایوس ہو کر مدراس کو اس مدعا سے گوج کیا کہ وہاں باکراستغدادیدے لیکن لارڈ میکارتھی نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ پھر فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے اور ویلور کو جسے حیدر علی کی فوج گھیرے ہوئے ہے خلاصی دے۔ حیدر علی اُس وقت شولنگڑہ میں مقیم تھا۔ آیر کوٹ پھر آکر انگریزی فوج میں شامل ہوا۔ اور راستہ میں پتور کو لیکر ویلور کی حالت نہایت نازک ہو رہی تھی۔ حیدر علی کے محاصرہ نے ضروریات زندگی کو بند کر رکھا تھا۔ اس مقام پر حیدر علی نے کئی خونریزیاں ہوئیں۔ اور حیدر علی کی فوج نے بھی نہایت تیز و تند حملے کئے۔ لیکن آخر میں وہ اس جنگ سے دست بردار ہو گیا۔ اور ویلور کی فاقوں سے مرتی ہوئی قلعہ بند فوج کو آیر کوٹ نے بمشکل تمام ادھر ادھر سے چھ ہفتہ کے خرچ کا سامان بہم پہنچایا اور خود ترڈپاسور کو لوٹ آیا۔ اگرچہ حیدر علی نے اُس کے روک لینے کی بڑی کوشش کی۔ تاہم اس جنگ کو واقعی جنگ نہیں کہا جاسکتا۔

اگرچہ حیدر علی کی جانب پانچ ہزار جانوں کا نقصان ہوا +
 اس جنگ کے متعلق حیدر علی اور انگریزوں کے باہم ایک اور
 دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ لارڈ میکارنٹی گورنر مدراس کے نام
 انگلستان سے ایک حکم پہنچا کہ ڈچ لوگوں کے ساتھ سخت برتاؤ کیا
 جائے۔ اور حیدر علی نے ڈچوں کو اپنا شریک بنا کر ینگا پٹم کے ڈچ
 گورنر سے ایک عہد نامہ کر لیا جس کی رو سے فریقین ایک دوسرے
 کے معاون ہو گئے۔ اور ڈچ گورنر نے حیدر علی کی مدد کے معاوضہ
 میں ناگوڑ کا انگریزی ضلع اُس کو دے دیئے کا معاہدہ کر لیا۔ اس
 تجویز کو کرنل بریٹھ ویٹ نے جو اُس وقت تنجور کی فوجوں کا کمانڈر تھا
 پورا نہ ہونے دیا اور حیدر علی کی فوج کو ناگوڑ سے نکال کر ینگا پٹم کو
 بھی لے لیا۔ جب ینگا پٹم انگریزی قبضہ میں آ گیا تو حیدر علی نے تنجور
 سے بھی اپنی فوج ہٹالی اور ان چھوٹے چھوٹے مقامات کو بھی خالی
 کر دیا جن پر گھاٹوں کے دامن میں اُس کا قبضہ تھا۔ مگر اس کل میابی
 کا اثر بہت دنوں تک قائم نہ رہا۔ کیونکہ ۱۱۔ فروری ۱۷۸۲ء کو حیدر علی
 کی ایک بڑی فوج نے کرنل بریٹھ ویٹ کو شکست فاش دی اور
 اس کو قید کر لیا۔ یہ جنگ تین روز تک جاری رہی +

حیدر علی کو اُمید تھی کہ نظام اس طرف اپنے معاہدہ کو پورا
 کرے گا اور موسلی پٹم اور راج میندری اور مشرقی ساحل کے دوسرے اضلاع
 کو مطیع کر لیگا لیکن نظام علی خاں نے تمام صدقات کا نشانہ صرف

حیدر علی خاں کو بنا دیا۔ اپنا ایک سپاہی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلایا۔ نظام کو یہ بھی خدشہ تھا کہ شاہنشاہ دہلی نے حیدر علی خاں کو دکن کا صوبہ دار بنا دینے کے لئے خفیہ وعدہ کیا ہے۔ اور مرہٹوں کو دوسرے وجہ نے حیدر علی کی موافقت سے علیحدہ کر دیا۔ اور اب وہ اکیلا انگریزوں کے مقابلہ میں رہ گیا۔ تاہم حیدر علی خاں ایسا شخص نہ تھا جو ہمت ہار جاتا۔ حیدر علی خاں نے مالابار۔ کورنگ اور اُس کے ملحق ضلع بآلم (منجرا باد) پر اپنی حکومت قائم کرنے کو فوج روانہ کی اور خود بھی نشیبی ملک سے کوچ کرنے والا تھا۔ اس میں اس نے پورٹونوود میں فرانسیسی فوج کے ساحل پر اترنے کی خبر سنی جس کا وہ بہت عرصہ سے منتظر تھا۔ لیکن فرانسیسوں کا وہ بیڑہ جو کمک لارہا تھا راستہ میں دو جگہ پکڑا گیا۔ اس لئے ساحل پر بہت تھوڑے سپاہی اتر سکے۔ ان کی تعداد بارہ سو سپاہیوں سے زیادہ نہ تھی۔ فرانسیسی فوج نے ساحل پر اتر کر گڈالور اور پیرماکویل پر قبضہ کر لیا۔ جب ایرکوٹ کو یہ معلوم ہوا کہ فرانسیسوں نے پیرماکویل پر قبضہ کر لیا تو وہ وائنڈی واش کی طرف بڑھا جہاں سے دشمن (حیدر علی خاں) پانڈیچری کی طرف چلا گیا تھا۔ جب ایرکوٹ نے وہاں جنگی آمادگی نہ پائی تو اُس نے آرتنی جانے کا ارادہ کیا جو وسط میں واقع اور حیدر علی خاں کی خاص چھاؤنی کا مقام تھا جہاں حیدر علی خاں نے رسد اور سامان حرب پہنچنے کے لئے گھاٹوں کے نیچے اس مقام پر

مفسبوط قبضہ کر رکھا تھا۔ لیکن ایرکوٹ نے یہ سن کر کہ حیدر علی نے ایک بڑی فوج ٹیپو کی ماتحتی میں آرنی کی حفاظت کو روانہ کی اور دوسرے روز خود بھی روانہ ہو گیا تھا۔ ۲ جون ۱۷۸۲ء کو قلعہ کے نزدیک کیمپ قائم کیا۔ ٹیپو اور مانشیور لالی نے اُس پر حملہ کیا۔ اس جنگ میں لالی کے ہاتھ سے ایک توپ چھین لی گئی لیکن ایرکوٹ کو آرنی پر چھاپہ مارنے میں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ حیدر علی انگریزی فوج کو دھوکا دیکر ایسے مقام پر لے گیا جہاں میسور کی ایک بڑی فوج نے اُس پر حملہ کر دیا اور اُس کو نقصان شدید پہنچایا۔

اگست ۱۷۸۲ء میں بھی گورنمنٹ نے مالابار پر حملہ کرنے کو ایک فوج روانہ کی کرنل ہمبرسٹن نے جو فوج کا افسر تھا کالیکٹ کو لے لیا اور پال گھاٹ چیرے پر یورش کی۔ اور راہ میں چند چھوٹے چھوٹے قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسی اثنا میں حیدر علی نے ٹیپو کو حکم دیا کہ انگریزوں کے مقابلہ میں جاوے۔ ٹیپو مشرقی صوبہ سے دھاویہ مارتا ہوا اکتوبر میں ملیبار پہنچا اور ساحل سے انگریزوں کا تعلق قطع کر دینے کی کوشش کی۔ انگریزی فوج پنیانی کوہٹ گئی جو کالیکٹ سے پابیس میل تھی۔ اور دوسرے باندھ کر دو جنگی جہازوں کی آڑ پر ٹیپو چند روز تک ٹیپو دور سے گولے مارتا رہا۔ پھر اپنی فوج کے چار کالم بنا کر شدت سے حملہ آور ہوا لیکن بعد میں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا۔

آرنی کی جنگ کے بعد برسات شروع ہو گئی اس لئے کارونٹل

ساحل پر فریقین نے جنگ موقوف کر دی۔ اور حیدر علی آرکاٹ سے
 سولہ میل شمال لشکر زن ہوا۔ اس کی پشت میں سرطان نکلا تھا اس کے
 صدمہ سے ۷۰ دسمبر ۱۷۸۲ء مطابق ۱۹ ستمبر ۱۷۸۲ء ہجری میں اُس نے چتور کے
 قریب اپنے لشکر کے درمیان نرسنگ رائٹنا پیٹ میں رحلت کی *
 بیوپا اپنے باپ کے انتقال کی دشتناک خبر سنکر بنگ مذکور کو چھوڑ
 کر واپس آگیا۔

نواب حیدر علی خان بہادر کی رحلت

ہر اے دنیا ہے خوف کی باہر ایک کو کوئی دم بدم ہے۔
 رہا فریدوں یہاں نہ دارا نہ ہے سکندر یہاں نہ جم ہے
 مسافر اندھ ٹکے ہوا اٹھو مقام فردوس ہے ارم ہے
 نسیم جاگو کم کو باندھو اٹھاؤ بستہ کہ رات کم ہے
 سفر ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہے
 ناظرین۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایک بچہ جو اپنے باپ کے طالبہ
 اٹھارہ ہزار روپے میں ظالم حاکم کی شقاوت سے ایک مدت تک قمار
 میں بند رہا اُس نے وہاں سے رہائی پا کر کیونکر اپنے شفیق پیا کے
 پاس پرورش پا کر فنون سپہگری حاصل کئے۔ اور بیغ زنی کمند افغانی۔
 نیرہ بازی۔ اسپ تازی میں یکے تاز ہو کر خود کو لاشانی سپاہی بنایا جس

بڑے بڑے سپاہیوں اور بہادروں کی نگاہیں پڑنے لگیں۔ اور وہ سپاہیانہ اوصاف سے وزیر میسور کے دربار میں رہتے رہتے جمعہ دار اور جمعہ دار سے نایک (سپہدار) اور نایک سے سپہ سالار بنا۔ اور اسی عرصہ میں کن تدبیرات سے اُس نے اپنا ملک بجائے خود علیحدہ پیدا کیا۔ پھر میسور کا فرمانروا ہو کر کتنے ممالک کا حکمران بن گیا جو بادشاہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اُس نے پیشوایان پونا اور نظام حیدر آباد اور افواج انگریزی کے مقابلہ میں کیسی حیرتناک فتحیں حاصل کیں جس کی دوسری نظیر نہیں ملتی۔ لیکن آج وہی سپاہی۔ وہی سپہ سالار۔ وہی بہادر۔ وہی شہر بابر شاہنشاہ حقیقی کی بارگاہ میں جانے کے لئے سریر کامرانی پر تھوڑی دیر کا مہمان نظر آتا ہے۔ اُس کی محفل میں ستائیاں نظر آتا ہے۔ اُس کے خیمہ و خرگاہ پر اُدا اسی چھائی ہوئی ہے۔ اُس کی فوجی چھانڈی شہر خموشاں بن رہی ہے +

اُس کی پیٹھ کے پھوڑے (سرطان) نے اُس کی تمام پیٹھ کو بھڑک کے چھتے کی طرح متبک کر ڈالا ہے۔ جراح۔ طبیب۔ ڈاکٹر اُس کے علاج سے مایوس ہو چکے ہیں۔ امیر۔ وزیر۔ ندیم۔ حکیم۔ مشیر۔ دبیر۔ اور فوجی عمدہ دار طرح طرح کے انتظام اور تدبیرات مصلحتی میں مصروف ہیں۔ اخیر نومبر میں نواب نے لشکر گاہ کے شور و غل سے علیحدہ رہنے کو شہر آرکاٹ میں سکونت اختیار فرمائی۔ اور بڑی پیش بینی اور ہوشیاری سے ملکی اور مالی کاموں کے بند و بست کے لئے جا بجا فرمان

روانہ کئے تاناظموں اور عالموں کو عدالت کا حال معلوم نہ ہوا اور نہ
 اشرا و سرکش اُس کی بیماری کی خبر پا کر فتنہ و فساد کا حوصلہ کریں
 اس میں ایک جاسوس خبر لایا کہ جنرل ایری کوٹھے انتقال کیا۔ نواب
 حیدر علی خاں نے جنرل سر ایری کوٹ کے انتقال کی خبر سنکر اُس کی
 دلیری اور ہوشیاری اور لڑائی کے وقت اُس کی سوجھ بوجھ اور منشا
 آرائی کی تعریف کی۔ اور کہا کہ اس سفت کا کوئی جنرل یا کرنل دیکھنے
 میں نہیں آیا۔ زماں بعد مقتربان حضوری نے عرض کیا کہ حضور کو
 شب و روز امور ات بلیلہ میں فکر کرنا زیادتی مرض کا باعث ہوگا
 اس لئے صلاح دولت یہ ہے کہ شاہزادہ والا نشان کو طلب فرما کر
 تاحث انتظامی کام سپرد کر دے جائیں اور خود بدولت تفریح و
 آسائش کے سوا کئی کام قبول نہ فرمائیں۔ اس التماس کو نواب
 نے قبول اور پسند فرما کر ایک شقہ اس مضمون سے شاہزادہ کو لکھوایا
 نور چشم راحت جان پدر۔ در سورتے کہ تم کو اس نوان
 کے متمردوں کی تنبیہ و تادیب سے قرار واقعی بمبیت خاطر
 اور اطمینان کلی حاصل ہوا ہو تو رچشم پدر کو اپنے دیدار
 راحت آثار سے جلد روشن اور منور کرو اور اگر کچھ کمات
 اور فون کی احتیاج ہو تو اُس کا حال گذارش کرو۔ فقط
 دوسری صبح کو خود بدولت نے تمام ملازموں کو ایک ایک مہینے کی
 تنخواہ خزانہ عامرہ سے دئے جانے کا حکم فرمایا۔ فقیروں۔ غریبوں۔

مسکینوں۔ محتاجوں کو کثرت سے زر نقد اور کھانا تفنیکاً پیشہ روح ہوا۔
 سلخ نومبر ۱۹۶۶ء ہجری کو قریب شام نواب نے دریافت فرمایا کہ
 آج کونسی مارتج ہے۔ جواب میں عرض کیا گیا کہ آج محرم کی چاند
 رات ہے۔ اُس پر نواب نے فرمایا کہ مجھ کو غسل کرا دو۔ چنانچہ غسل
 کرایا گیا۔ غسل کے بعد بستہ بد لاگیا اور دوسری پوشاک پہنی۔ پھر
 کلمہ اور درود شریف کا ورد فرمایا۔ اور کچھ پڑھ کر منہ پر ماتھہ پھیرا۔
 اور اُسی وقت دس ہزار سوار جہاز شمالی آرکٹک کے راجاؤں کی
 تنبیہ کے واسطے اور پانچ ہزار سوار نواحِ مدراس کی محافظت کو
 روانہ فرمائے۔ پھر چند ساعت کے بعد ۶ نومبر ۱۹۶۶ء کو اُسی شب
 میں رحلت فرمائی۔ نواب کی عمر سرسٹھ سال اور دوسرے قول کے
 موافق ستاسی سال بتائی گئی ہے +

کارپردازان سلطنت نے بعد رحلت کے اس واقعہ کا اظہار
 خلاف مصلحت سمجھ کر نور و ماتم برپا نہیں کیا بلکہ کئی روز تک بڑی
 ہوشیاری سے اس خبر کو پوشیدہ رکھا اور نواب مرحوم کے جنازہ
 کو بڑی استیاط سے خفیہ سرپرنگ پٹن پہنچایا وہاں بڑی غمت و
 احترام سے لال باغ میں دفن کر کے عالی شان مقبرہ بنایا گیا +

لہٰذا سن غلط لکھا گیا ہے غالباً ۱۳۸۵ھ ہجری ہوگا محرم کی چاند رات پر نظر کر کے
 ۱۳۸۶ھ ہجری لکھی گئی +

ٹہ یون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور (دیکھو صفحہ ۳۵۵)

کھتے ہیں رنی کی جنگ کے بعد برسات شروع ہو گئی اور کارمنٹل
 ساحل پر فریقین نے جنگ موقوف کر دی۔ انگریزی فوج مدراس
 کولٹ آئی۔ اور حیدر علی آرکاٹ سے سولامیل شمال لشکر زن
 ہوا۔ حیدر علی کی پشت میں عرصہ سے سرطان نکلا ہوا تھا اور اسکو
 بیشمار لڑائیوں اور ان کی وجہ سے ماندگیوں نے مرض میں اور
 اشتداد بڑھا دیا تھا۔ اُس کے معالجوں کی تدابیرت کوئی نفع
 نہ ہوا۔ دسمبر ۱۷۸۲ء مطابق ۱۱۹۵ھ ہجری اُس نے چتور کے
 قریب اپنے لشکر کے درمیان نرسنگ رایتا پیٹ میں داعی اجل
 کو لبیک کہا۔ حیدر علی خاں کی تاریخ وفات

حیدر علی خاں بہادر

سے نکلتی ہے۔ اس طرح پرچہ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱
 خ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

اور ذیل کا قطعہ اُس کی قبر کی لوح پر کندہ ہے :-

کہ ایں شاہ آسودہ را نام چیت چہ تاریخ رحلت نمود است او
 یکے زان میاں گفت تاریخ و نام کہ حیدر علی خاں بہادر بگو

نواب حیدر علی خاں بہادر کے

عادات و خصایل مع خصوصیات چند

سب مورخین کا اتفاق ہے کہ نواب حیدر علی خاں بہادر سے اکثر غیر معمولی کام اس طور پر وقوع میں آئے جو صفحات تاریخ پر ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ نواب بہادر تبھی ایک دم پیکار و جنگ اور مشغلہ تیر و تفتنگ سے بیکار نہ رہتا تھا۔ اُس کا قول تھا کہ بہادر آدمی تن بے سر کا اچھلنا کو دنا دیکھ کر رقص بسل کا لطف حاصل کرتا ہے۔ اور اُس کو توپ و تفتنگ کی آواز آہنگ سرود سے زیادہ مزادیتی ہے۔ مردوں کی عمدہ نشستگاہ خانہ زین ہے اور بہادر آدمی کو ایک لڑائی کے فتح کر لینے میں جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ کسی جشن سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اکثر فرماتے تھے کہ اگر میں اپنا جیسا ایک اڈر شخص پاؤں تو خدا کی تائید سے ہفت اقلیم کو فتح کر ڈالوں اور حضرت عمر کی فتوحات کا نقشہ دکھا دوں مجھ کو بعض لوگ اُمتی کہتے ہیں مجھ کو اسکی پروا نہیں۔ میرا پیغمبر بھی اُمتی تھا۔ یہ بھی خدا کی قدرت کا ایک نمونہ ہے جو اُس نے مجھ جیسے جاہل سے ایسے کار نمایاں ظہور پذیر کئے جو ہزاروں عالموں سے وقوع میں نہ آئے۔ کئی مورخ لکھتے ہیں کہ نواب

حیدر علی خاں کے عزم بلند کا پتہ کسی طرح تیمور و نادور سے گھٹ کر نہیں پایا جاتا +

نواب حیدر علی خاں نے سپاہی ہو کر ملک گیری اور ملکداری کے داؤں گھاٹ کو ایسا اخذ کیا تھا جو ایک بڑے عقلمند بادشاہ کے سزاوار ہو سکتا ہے۔ عدل و انصاف کو نہایت پسند کرتا اور احکام شریعت پر سر جھکاتا تھا۔ ارباب زراعت اور تجارت کو مدد دینے میں دل سے کوشش کرتا۔ رعایا کے ساتھ نرمی اور ملائمت سے پیش آتا۔ مگر سپاہیوں پر لشکری قانون کے موافق نہایت سخت تاکید رکھتا کہ ہر وقت اپنے کام پر آمادہ رہیں۔ اور اپنے فرایض کو خوب سمجھ کر پورا کریں +

مفسدوں اور سرکشوں کی تنبیہ و سیاست میں حد سے زیادہ تند مزاجی ظاہر کرتا۔ دشمنوں کے ساتھ انتقام لینے اور سزا دینے میں نہایت جبار و قہار تھا +

بات کا پکا۔ قول و قرار کا سچا۔ جس سے جو قول کرے اُس کو پورا کر کے مانے اپنے ہر دوست کا شریک رہے اور اُس کا جو دوست اُس کے ساتھ دوستی کا اقرار کر کے پھر جائے اُس سے سخت متنفر ہو اور اُس کو بُز دلا کینہ مکار دغا باز کہہ کر یاد کرے۔

بعض لوگ اس پر تہمت لگاتے تھے کہ وہ بخوبیوں کے قول پر چلتا ہے اس لئے کہ نوروز کے روز اور دسہرے کے دن آئینہ

محل میں جشن شاہانہ ترتیب دیا اور بزم ملوکانہ آراستہ کی جاتی تھی۔
 آتشبازی کا تماشا۔ اور بھینسوں اور پاڑھوں کی لڑائیاں
 اور زور آزمائیاں۔ ہاتھیوں کی باہم ٹکریں۔ پہلوانوں کی کشتیاں
 دیکھتا۔ اور اپنی فوج کے بہادر سپاہیوں کو زرہ بکتر پہنوا کر ترچھوں
 اور شیروں سے لڑواتا اگر اُس پر سپاہی غالب آجاتا تو اُس کی
 تنخواہ میں اضافہ کرتا اور خلعت معقول مع زر نقد عنایت فرماتا اور
 جو وہ جانور اُس پر غالب آنے والا معلوم ہوتا تو فوراً اُس کی
 پیشانی پر گولی مارتا وہ وہیں گر پڑتا اور سپاہی بچ جاتا۔ نواب نے
 اپنی تمام قلمروں میں ٹھگ۔ چور۔ ڈاکو۔ اچکوں کا نام و نشان باقی نہ
 رکھا تھا شجاعت کو اس بچ فخر تھا نہ اُس کو شجاعت پر۔ بڑی سی بڑی
 لڑائی میں ہم وہر اس اُس کے پاس نہ آتے تھے۔ وہ اپنی مستقل
 مزاحی کو ہاتھ سے نہ دیتا۔ چینا پٹن اور مدراس کی نواح میں اُس کا
 خوف اس درجہ پیدا ہو گیا تھا کہ اُس سے چھوٹے بڑے خوف
 کرتے تھے اور انگریز ہر وقت اُس کے ٹوٹ پڑنے سے خائف رہتے
 تھے۔ یہاں تک کہ ولایت کے انگریز اپنے بچوں کو اُس کا نام
 لیکر ڈراتے تھے کہ تم چپ رہو حیدر آتا ہے وہ پکڑ لے جائے گا۔
 فوج کی ساخت اور پرداخت میں وہ لاثانی فیاضی اور حسن تدبیر
 ظاہر کرتا رہتا تھا۔ جس کی نظیر مشرقی بادشاہوں میں کم ہو گی۔ بندو
 لہ ایسے تماشے روم میں بھی ہوا کرتے تھے۔

لگانے کے فن میں ایسا مشاق تھا کہ باریک سے باریک نشانہ خطا نہ کرتا تھا۔ تیر چلانے میں لاثانی قادر انداز تھا۔ اُس کی بے پناہ تلوار ہروار میں چورنگ کاٹ جاتی تھی۔ اور ہر قسم کے فنون سپہری کی مشق ہر روز بلاناغہ کرتا رہتا تھا۔ اُس کا ذہن اور حافظہ اتنا قوی تھا کہ خورد سالی کی باتیں اُس کو یاد تھیں اور جو کچھ خواب میں دیکھتا کبھی نہ بھولتا۔ سودا گروں کی نہایت خاطر کرتا اور وہ جو کچھ لاتے خرید کر لیتا اور قیمت کے علاوہ معقول انعام دیکر اُن کو پھر آنے کا حوصلہ دلاتا۔ اُس کے سپاہیوں میں سے اگر کوئی سپاہی ذرا سا کام بھی دلاوری کا کرتا تو اُس کو انعام دیتا۔ اور فوج کی تنخواہ ماہوار اور جنگ کے وقت مہینے میں دوبار تقسیم کرتا اور لشکریوں کے تمام ضروریات کی خبر رکھتا۔ اُن کے آرام کے ساتھ اپنے آرام کو اور اُن کی تکلیف کے ساتھ اپنی تکلیف کو وابستہ جانتا۔ اسی سبب سے اُس کے تمام لشکاری اُس کے جاں نثار رہتے۔ اُسکے پیسینے پر خون گرانا چاہتے۔ جمیع دہادور ایسا کہ لاکھوں آدمیوں میں گھس جانے سے خوف نہ کھاتا۔ جفاکش اور متوکل ایسا کہ پہاڑوں اور جنگلوں میں کئی کئی روز نہایت قلیل قوت لایموت پر گزر کی اور پتھروں پر زین بچھا کر لیٹا اور اپنے غرم و ثبات کو قائم رکھا۔ ادب شناس ایسا کہ دخل کیا جو اُس کی محفل میں خلاف ادب کوئی بات ہو جائے۔ صاحب رعب ایسا کہ معمولی محفل میں بھی کسی کو

حداد بستے بڑھ کر بات کرنے کی مجال نہ ہوتی +

رحیم و کتر کم ایسا کہ راتوں کو پوشیدہ نکل جاتا اور غریبوں مسکینوں اور عاجزوں اور بیواؤں کو روپے اشرفی دے آتا +

اپنے رفقا اور ملازمین خاص کو علاوہ ماہوار و مناصب کے وقتاً فوقتاً انعام اور خلعتیں تقسیم کرتا رہتا +

صولت و سطوت کا یہ حال تھا کہ شریر و مفسد اُس کے نام سے ڈرتے تھے اور جہاں کوئی سراٹھاتا فی الفور برق خاف کی طرح اُس کے سر پر جا کر اُس کے سامان فساد و نخوت کو جلا کر خاک کر دیتا +

فراست اور قیافہ شناسی میں وہ ملکہ رکھتا تھا کہ انسان کو دیکھ کر اُس کے ظرف و کمظرفی اور اُس کی پست نظری اور بلند خیالی - اور شجاعت - اور بُزدلی کو پہچان جاتا تھا +

ذہن و حافظہ کی جودت سے ایک مرتبہ کسی کو دیکھ کر پھر نہ بھولتا تھا اور اپنے ہر سپاہی کو پہچانتا تھا +

اُس کی رائے ایسی صحیح و سلیم تھی جو ملک کے بڑے بڑے پچیدہ مسائل کو نہایت عمدگی سے حل کر لیتی تھی - اور اُس کا خیال اندرونی اور بیرونی تعلقات مناصبت کی تمام باتوں کو تاڑ کر وہی تدبیر اختیار کرتا تھا - جس سے بہتر کوئی تدبیر نہ ہو سکتی تھی +

اسی طرح وہ مختلف سمتوں کی لڑائی میں اپنی رائے و استقلال سے وہ کام لیتا تھا کہ سب حریف اُس سے مات کھا جاتے تھے +

کہتے ہیں کہ حیدر علی خاں کسی کو پکارتا تو لونڈی بچے کہہ کر پکارتا۔ اس پر ایک ندیم نے موقع پا کر عرض کی کہ یہ الفاظ حضرت کی زبان کے لائق نہیں تو ہنس کر فرمایا کہ ارے بھائی ہم تو سب لونڈی بچے ہیں۔ بی بی بچے تو جناب حسنین ہیں۔ اور وہی ایک بی بی ہے باقی سب اُس کی لونڈیاں یہ سُن کر سب کو خاموش ہونا پڑا۔ نواب کے ملک میں ہر قوم اور ہر مذہب کے آدمی موجود تھے لیکن کو کسی مذہب سے کوئی تعرض نہ ہوتا تھا اور کھا کرتا تھا۔ عیسے بدین خود موسے بدین خود۔ ذہن و حافظہ کا یہ حال تھا کہ اُس کے دربار میں کئی کئی منشی ایک ہی وقت میں عرضیاں سُناتے اور احکام لکھتے اور باہر سے آئے ہوئے مراسلات پیش کرتے اور اُن کے جواب تحریر کرنے پر حاضر رہتے۔ اور وہ سب کو اُن کے احکام اور جواب بتاتا جاتا اور دستخط کرتا جاتا۔ اور اُسی حالت میں دوسروں کے معروضات سُنتا اور زبانی جواب دیتا۔ ۹
ساتھ تماشا بھی دیکھتا جاتا +

خاص خاص جرموں کی سزا دینے کو دوسو پتھی کوڑے لٹے حاضر رہتے جو اس کے اشارہ پر ارشاد کے موافق لوگوں کو کوڑے لگاتے اس میں امیر غریب سپاہی و افسر سب برابر ہوتے چنانچہ ایک مرتبہ خود شیو سلطان کو اپنے ماتھے سے کوڑے لگائے تھے +

اُس کی تمام قلمرو میں یہ طریقہ جاری تھا کہ جو لڑکے متیم ہوتے ان کی پرورش سرکار سے ہو کر اُن کو فنون جنگ کی تعلیم ہوتی اور وہ فوج میں بھرتی

کر لئے جاتے +

اُس کی رحلت کے وقت اُس کے ملک کی وسعت سوائے ممالک
مفقوضہ ملک کرناٹک کے اسی ہزار میل مربع تھی +

اُس کے ممالک محروسہ میں ہزار قلعے تھے۔ اور جس قلعہ کو فتح کرتا اُسکی
تاسیس و ترمیم میں از سر نو لاکھوں روپے خرچ کرتا +

ممالک محروسہ کے باج و خراج سے تین کروڑ روپیہ سالانہ بعد منہا
کرنے ملکی اور فوجی اور خانگی اخراجات کے داخل خزانہ عامرہ ہوتے +

سیاہ کی جمعیت تین لاکھ چوالیس ہزار تھی اس میں شاگرد پیشہ داخل
نہیں۔ ثقہ لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ نواب حیدر علی خاں اتنا خزانہ رکھتا
تھا کہ سونے چاندی کی اینٹیں اور قیمتی جواہرات منوں اور پنبیریوں
کی تول سے تولے جاتے تھے +

نواب حیدر علی خاں کو اپنے فرزند اقبال مند شاہزادہ ٹیپو سلطان کے
ساتھ خاص محبت تھی۔ اور اُس نے اُسکی تعلیم و تادیب۔ اور فنون سپہگری
کی مشق اور ملک گیری اور ملکہ داری کے عملی سبق دینے میں کوئی دقیقہ
باقی نہ رکھا تھا۔ اور ٹیپو سلطان نے خود کو اپنی دلیری اور بہادر سچی
ایک ہونہار شہزادہ ثابت کیا تھا۔ لیکن نواب حیدر علی خاں اُس کے
حرکات و سکناات اور اُس کے قیافہ و انداز اور اُس کے احکام میں
غصہ اور غضب کے آثار دیکھ کر از روئے قیافہ اُس پر ملکہا، سی کا پورا
بھروسہ نہ کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ شاہزادہ ٹیپو سلطان نے

کئی انگریزی سپاہیوں کو پکڑ کر جبراً اپنے سامنے اُن کے ختنہ کرنے کا حکم دیا۔ اور اُس کی تعمیل کی گئی۔ جب نواب نے یہ حال سنا تو اُس کو سخت ملال ہوا اور وہ کہہ بیٹھا کہ افسوس یہ سفاک مجھے سلطنت پانے کے بعد اُس کو ہاتھ سے کھو بیٹھے گا۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ وہ بے موقع جبر کو ہرگز پسند نہ کرتا تھا +

فقرات القاب نواب حیدر علی خاں بہا

سپہ سالار مظفر فیروز مند۔ دلاور صف شکن میدان جنگ۔ طالب ناموس و ننگ قانون پیکار و حرب میں مشاق۔ فنون طعن و ضرب میں یگانہ آفاق۔ سزا و القاب سترگ۔ امیر بزرگ۔ حاکم باشکوہ و شان۔ عظمت و حشمت نشان۔ زیب مند حکومت و شجاعت۔ حامی شریعت و سلطنت۔ صوبہ دار شہر سرا کا۔ بادشاہ مرزبوم۔ کوڑک و کنڑا کا +

سلطان حکمران مالک چرکولی و کلیکوٹ کا جس میں کوچین ترا و نکور وغیرہ کئی ریاستیں شامل ہیں +

نواب بنگلور۔ بالاپور۔ باساپٹن یا بسنگر کا +

مرزبان فرماندہ فرازستان و نشیبستان یعنی پہاڑوں اور اُس کی تریوں کا۔ بہادران بہادر۔ فرماں فرما جزائر مالدیوہ کا جو گنتی میں حساب و شمار سے باہر ہیں +

صحیح نواب نامہ ار حیدر علی خاں بہنکا کا

شعر

بہرِ سخنِ جہاں شد فتح حیدر آشکار لافِ آقا علی لاسیف آقا ذوالفقار
سکھ رہی یہ تھا

نایب دین محمد
حیدر آخر زمان
۱۱۵۵ ہجری

ثانی
سلطان سکندر قاتل
کل کافران

نواب حیدر علی خاں کی ہرجمی انگریزوں کی زبانی

کپتان اسکری اپنی کتاب اسکرپس کیٹیوٹی میں لکھتا ہے کہ ہم لوگوں نے ایک
مدت تک فرانسیسیوں کی قید میں طرح طرح کی اذیتیں پائیں۔ آخر ان سنگدلوں نے ہمارے
قوم کے اسیروں کو جو تعداد میں پانسو تھے کئی جہازوں پر چڑھا دیا۔ چھ مہینے کے بعد
ہم سب کے سب قلعہ گڈ لور میں پہنچے جب یہاں کچھ دن گئے تو ہم کو چلیبروم میں جو نوا
کے قلعہ جات میں خاص استحکام رکھتا ہے لے گئے۔ وہاں اس قلعہ کے درمیان ہم کیا

دیکھتے ہیں کہ بابا جیسیکڑوں آدمی بحال تباہ پڑے ہوئے مردہ معلوم ہوتے ہیں کشتوں کی مارے بھوک کے ایسی بُری حالت تھی کہ اگر گندے مقام کی ایک سٹری ہڈی کہیں پڑی دیکھتے تو اسکی طرف بھی ہاتھ بڑھا دیتے خوراک ہم لوگوں کی یہاں یہ تھی کہ فقط گائے کا گوشت اور موٹے چاول کھانے کو ملتے۔ اسی غذا اور شوز میں کا باعث تھا جو ہمارے ساتھ کے اکثر آدمی دور و کر مر گئے۔ اور اکثر تن و توش والوں کو ہم نے دیکھا کہ گھڑی بھر کے تشنچ میں اُن کے اعضا اکڑ گئے۔ خراجا جانے فرانسیسوں کو انگریزوں سے ایسی کیا عداوت تھی جو ہم سب کو ایسے ظالم کے حوالہ کر دیا کپتان اسکری کہتا ہے کہ جب ہم قریب دو مہینے کے اس مقام میں رہے تو ہم میں سے ۱۹ آدمیوں نے لفٹنٹ ولسن کے ہمراہ بھاگنے کا قصد کیا اور ایک رات میں ہم کئی کمپوں کی رتی بنا کر اُسکے سہارے سے دیوارِ حصار کے باہر نکل گئے ہم کو کچھ معلوم نہیں کہ ہم رات بھر بھاگ کر کہاں پہنچے لیکن صبح ہوتے ہی ہم سب گرفتار کر کے واپس لائے گئے۔ ایک شخص ندی میں ڈوب مرا باقی ۱۹ پھر وہیں آگئے لفٹنٹ ولسن کو منگا کر کے اہلی کی ایک ڈالی سے سخت سیاست کی گئی باقی لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں ہتکڑیاں اور بٹیریاں پہنائی گئیں۔ بعد دو دن کے ہم کو اور ایک مستحکم زندان میں لے گئے جہاں ہماری پنڈلیاں چھید کر آہنی بٹیریاں پہنا دی گئیں اور ہمارے پاسبانوں کی تعداد دو چند کر دی گئی دو مہینے کے بعد حیدر علی نے حکم بھیجا تاہمیں بنگلوریہ جایشیں متبہاے پاؤں کی بٹیریاں کاٹ کر دو دو آدمیوں کے ہاتھ ایک زنجیر میں باندھ دئے گئے اس حیثیت سے ہم اکیس روز بعد بنگلور پہنچے یہاں تین دن بعد اس کے سواروں میں سے کئی مسلمان اور برہمن ہمارے پاس آئے اور ہم لوگوں کو تین فریق کیا وہ فریق جسکے درمیان میں تھا موضع بہرام پور کو روانہ کیا گیا جو بنگلور سے تین منزل ہے یہاں

ہمارے ہاتھ کھولے گئے مگر انکے بدلے پاؤں میں بٹیریاں ڈال دی گئیں۔ غذا بدل گئی۔
 لیکن وہ بھی ہمارے موافق نہ تھی تین مہینے کے بعد ہم میں سے چندہ جوان جوان آدمی بنا
 میں ایک میں بھی بقا بن گھور جانے کو چھپانٹے گئے اور ہم سے کہا گیا کہ وہاں تمہاری خاطر دار
 زیادہ ہوگی۔ اغرض ہم پھر بنگور کے قید خانہ میں داخل ہوئے وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ دوسرے
 مقامات کے انگریز قیدی اور بھی آئے ہیں۔ اب ہم شمار میں باون ہو گئے۔ اور ایک دوسرے
 کی طاقات سے خوش ہوتے تین دن کے بعد وہاں کے قلعہ دار نے ہلکے پھل دے اور ہم پر
 کچھ زیادہ شفقت ظاہر کی اور ہم سے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں نواب نکلو اپنے لڑکوں کی طرح رکھنا چاہتا
 ہے۔ راں بعد ہم کو سرریگ مٹن کو روانہ کیا گیا۔ اس سفر میں زادراہ ہمارے ساتھ بہت تھا
 اور چونکہ ہم بے قید و بند تھے اس لئے راہ چلنا دشوار نہ تھا نو دن کے بعد جب سرریگ مٹن کے
 قلعہ میں پہنچے تو یہاں ہمارے ساتھ تواضع اور مہربانیاں ظاہر کی گئیں۔ ایک مہینہ اس جاں میں رہا
 راں بعد ایک بڑی موچھوں والا فرنگی جو نواب کا ملازم تھا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم
 اپنے بال کٹوا کر مسلمانوں کے تے بال رکھیں یا مرنے والے پر راضی ہوں چنانچہ حجام نے حاضر خوا
 ہمارے بال مونڈے پھر ایک مہفتہ بعد پیر دن جرے دس بارہ مشقڈے اسی فرنگستانی حمددا
 کے ساتھ ہمارے سامنے آئے اور اس کو فرنگستانی نے ہمیں بلایا کہ اب نواب نے تمہارے ختنہ کرنے
 اور مسلمان بنانے کا حکم دیا ہے چنانچہ ہلکے چادریں بندھوا کر دو قطاروں میں لٹایا گیا۔ اور نشہ
 والی معجونیں کھلائیں اور ان نافرمان حجاموں نے ہمارے ختنے کر والے۔ اس جاں میں بعض
 مختون اس معجون کے نشے میں منستے اور بعض روتے تھے۔ رات کی وقت کتنے پاسان ہم پر تعینات
 ہوئے تا جبکہ چوہوں کے ظلم سے جو اس ملک میں رہتے ہیں ہم کو بچا میں قید کوتاہ دو مہینے کے بعد
 ہم بچے ہو گئے تب ان لوگوں نے ہمیں مبارک سلامت کی بشار دی جس کا مطلب یہ کہ

تم خوش رہو اب تم پیغمبر اسلام کی امت اور نواب عالیجاہ کے تقرب میں داخل ہو چکے۔ اسی طرح انگریزوں نے اُس کی بے رحمی کے اور حالات لکھے ہیں +

نواب حمید علی خاں کی سختی اور لوٹ مار پر ریگا

ناظرین کو قبل اس سے کہ دو حمید علی خاں کی نسبت کوئی رائے قائم کریں اس وقت کی تاریخ پر نگاہ ڈالنا ضرور ہے کہ وہ زمانہ کیسا تھا +

اُس زمانہ کی تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ بنگال سے لیکر پنی تک مرہٹوں کی لوٹ مار جاری تھی۔ وسط ہند کو پنڈت اے لوٹ لے رہے تھے جنوبی ہندوستان مرہٹوں کی لوٹ مار کا جولا لگا ہوا تھا۔ اسی طرح مرہٹوں کے ملک میں نظام حمید آباد کی فوجیں لوٹ مار سے بدلا لیتی تھیں اور اس طرح زعم کو دیکھ کر ایک معمولی سپاہی بھی جو ہتھیار باندھ کر گھر سے نکلے اس کا منشا یہ ہوتا تھا کہ وہ کسی کو لوٹ کر نگران کا سامان پیدا کرے پس اُس زمانہ میں لوٹ مار ایک معمولی بات تھی اور کرش قوموں کو زیر کرکٹ کا لازمہ سیاست سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ انگریزی فوجوں نے بھی اس وقت اکثر لوٹ مار سے اظہار سیاست کیا ہے اور اب بھی سرحدی جرگوں کی سیاست کو لوٹ مار جائز کر دیتی ہے پس نواب حمید علی خاں کا فیصلہ اُس زمانہ کی ضروری سیاست میں داخل سمجھنا چاہیے۔ حمید علی خاں دو وقت لوٹ مار کا حکم دیتا تھا ایک اس وقت جبکہ غنیمت اسپر فوکلشی کرنے والا ہو تو وہ خود اپنے ملاؤں کو لوٹ مار سے تاراج کر ڈالتا تھا تاکہ غنیمت کو اسباب زندگی کی کوئی چیز نہ لگے دوسرے جب کرش قومیں اُسکی اطاعت بار بار اُخواف کرتی تھیں تو وہ لوٹ مار سے باز نہ آتا تھا جیسے اُس نے اقوام نایروم و مپا کو لوٹ مار

سے تاراج کیا۔ یا غنیم کی رسد لٹو ادیا کرتا تھا تاکہ غنیم کو اُسکے مقابلہ میں لا چاری ہو
 اسی طرح اُسکی سختیاں زیادہ تر انحراف و نافرمانی اور بغاوت اور اُسکے خلاف
 سازش کے جرم سے تعلق ہوتی تھیں۔ جب وہ جان لیتا تھا کہ میرے خلاف سازش اور
 بغاوت کا سامان ہو رہا ہے یا کوئی مجھ سے ملکر دوسرے کے ساتھ سازش کر کے مجھ کو نقصان
 پہنچانا چاہتا ہے تو پھر وہ ذرا بھی رحم و رعایت نہ کرتا تھا اور باغی اور منافق اور مرکز اور
 متمرّد کی تعزیر و تخریب کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتا تھا۔ اور یہ سب باتیں اُسوقت کی سیاست
 اور ایک بہادر شخص کے سزاوار ہو سکتی ہیں +

بعض مواقع پر انڈیروز کے ساتھ اُسکا سلوک زیادہ سخت اور بیرحمی کے درجہ میں
 پایا جاتا ہے لیکن جب غور کیا جائے کہ اُسوقت میں انگریز غیر ملک سے اُکراس ملک میں
 کس قسم کے جال پھیلا رہے تھے اور وہ کبھی مرہٹوں سے ملکر اور کبھی نظام حیدر آباد کے ساتھ
 ہو کر اور کبھی نواب محمد علی شاہ کی آڑ میں نواب حیدر علی شاہ کی بنیاد اُکھاڑ ڈالنے اور
 اُسکے ساتھ ظاہر میں دوستی کا ہمد نامہ کر کے باطن میں کیسی چالیں چلتے اور اُس کی
 بربادی کی فکر میں رہتے تھے تو اُس کا غصہ حق بجانب معلوم ہو گا اور ایسی حالت میں
 اُسکی سختی کچھ انگریزوں کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی بلکہ مرکز اور منافق مسلمانوں کے
 ساتھ وہ اس سے زیادہ سختی اور بیرحمی کا برتاؤ کرتا تھا جس کا حال جنگلہاے افغان
 شانور۔ کرپہ۔ کانور وغیرہ سے ظاہر ہو چکا ہے +

آرٹ لائبریری
 نامہ مستحق